

قُلْ لَاسْئَلُوكَ الْجَنَّةَ وَالْجَنَّةَ وَالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

فرمانِ بیکے پاک اور پسیدہ برابر نہیں ہو سکتے۔ (القرآن)

ایمان ایک

اکا

زندگیاں

تالیف

مؤید مسکن، عاقب سہیل، تالیف، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مدظلہ العالی

ضمیمہ استرآن پبلی کیشنز

فان لا یستویون للعبث والظلم

فرا دیجے پاک اور پسہ برابر میں جو کئے۔ (قرآن)

ایمان ایک

اکا

سیرت و تاریخ

تالیف

پروفیسر اہل سنت، علامہ سید ابوالحسن علی Nadwi، صاحبِ کتب، مدرسہ اسلامیہ، لاہور

پبلشرز: دارالحدیث، لاہور

جملہ حقوق بحق پسران مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ رجسٹریشن نمبر 15524
دفتر کاپی رائٹ، حکومت پاکستان

امام پاک اور یزید پلید	نام کتاب
مجدد مسلک اہلسنت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ	مصنف
مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی)	مرتبہ
۵۳ بی۔ سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی 74400	سال اشاعت
نومبر 2014ء	ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	تعداد
ایک ہزار	کمپیوٹر کوڈ
AD12	

ISBN No. 978-969-591-010-8

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

انتساب

بم حضور

تاجدارِ کربلا، سید الشہداء
منظرِ شجاعت و سخاوتِ نبوت
پیکرِ عشق و محبت
صبر و استقامت
سید شبابِ اہل جنت
مقصدِ اہل عقیدت و محبت
ریحانِ مصطفیٰ، لبسندِ مرتضیٰ
نور ویدہٴ محمد و مہ کائنات
سیدہ فاطمہ زہرا
راحتِ جانِ حسن مجتبیٰ
امامِ عالی مقام
فخرِ کونین
سیدنا امام حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ
بتوسط
امامِ اہل سنت
غزالی زماں، رازی دوراں
حضرت سیدی و استاذی
علامہ سید احمد سعید کاظمی
امروہوی ملتانی
دامت برکاتہم القدسیہ

بگ کوچہ اہل بیت نبوت

محمد شفیع الخطیب و کاروی غفر

ہدیہ تبریک

از امام اہل سنت غزالی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی

فاضل جلیل حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد شفیع صاحب

اکارڑوی کی شہرہ آفاق تصنیف ”امام پاک اور یزید پید“ کی تیسری اشاعت پر میں مولانا کو کب نورانی کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس دورِ پرفتن میں جب کہ تینا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم کارناموں اور ان کے فضائل و محاسن کے بالمقابل یزیدیت کا پرچار کیا جا رہا ہے، اس تالیف منیف کی اشاعت نہایت ضروری اور بے حد مفید ہے۔ مولانا کو کب نورانی کے لیے فقیر بصمیم قلب دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو ان کے والد ماجد کا مشن آگے بڑھانے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سید احمد سعید کاظمی غزالی

۳۱ مئی ۱۹۸۵ء

مجدد مسلک اہل سنت خطیب پاکستان

نام :- (مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی)
 ولدیت :- حاجی شیخ کرم الہی مرحوم و مغفور جو پنجاب کی معزز شیخ صاحب
 برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

سن ولادت :- (۲۰ رمضان ۱۳۴۸ھ) ۱۹۲۹ء کھیم کرن مشرقی پنجاب
 تعلیم :- اسکول میں بڈل تک اور دینی تعلیم، درس نظامی مکمل و دورہ
 حدیث و تفسیر۔

بیعت و ارادت :- شیخ المشائخ حضرت پیر میاں غلام اللہ صاحب
 شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی صاحب قبلہ
 برادر خورد شیر ربانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق
 پوری علیہ الرحمۃ (سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ)
 حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ نے حاجی صاحب
 کرم الہی کو مولانا اوکاڑوی کی ولادت اور ان کے فضل و کمال
 کی بشارت پہلے ہی سے دی تھی۔ آپ کے والدین نے

بھی آپ کی ولادت سے قبل مبارک خواب دیکھے اور بیان کیے
حالات و خدمات :- اپنے پیر و مرشد حضرت ثانی صاحب شرق پوری اور
 علمائے اہل سنت کے ساتھ علمی طلبے ابتدائی زمانے میں تحریک پاکستان
 میں بھرپور حصہ لیا اور تقسیم ہند تک سرگرم عمل رہے۔

✽ ۱۹۴۶ء میں ہجرت کر کے اوکاڑا آگئے اور جامعہ حنفیہ اشرف المدارس قائم
 کیا جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔

✽ دارالعلوم اشرف المدارس، اوکاڑا کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ
 مولانا غلام علی صاحب اشرفی اوکاڑوی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کے
 شیخ الحدیث والتفسیر غزالی دوران حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب
 کاظمی سے تمام متداول دینی علوم پڑھے اور درس نظامی کی تکمیل پر اسناد حاصل کیں۔
 ✽ جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہیوال) میں نماز جمعہ کی خطابت شروع
 کی۔ اس دوران پر لائی اسکول اوکاڑا میں دینیات کے معلم رہے۔

✽ ۱۹۵۲-۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں محض سید عالم ختمی مرتبت حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے بھرپور حصہ لیا۔ ضلع منٹگمری (ساہیوال)
 اور پنجاب کی سرکردہ شخصیت تھے۔ حکومت نے قید کر دیا۔ دس ماہ منٹگمری جیل
 میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں حضرت مولانا کے دو فرزند، تنویر احمد اور منیر احمد
 جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی، انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا
 کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کن تھے۔
 کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے
 جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو باخصوص

انگ بولا کہ ”بچوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں میرے پاس آپ کے لیے بہت سی سفارشیں ہیں۔ آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔“ مولانا نے جواباً کہا کہ ”میں نے عزت و ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں لہذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پیارے ہو گئے، میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا۔“ اس جواب پر حکومت برہم ہوئی اور مزید سختی کی گئی، دفعہ ۳ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی تھی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر و استقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

✽ اوکاڑا میں قیام کے دوران دینی و مذہبی اور ملی سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔

✽ ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آئے۔ کراچی کی سب سے بڑی مرکزی مسین مسجد (بولٹن مارکیٹ) کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور ہمہ جاں، تا دمِ آخر شبِ روز دین و مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔

✽ مسین مسجد کی امامت و خطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عید گاہ میدان اور سوا دو سال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نور مسجد نزد جوہلی سینما ہا بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ ہر مقام پر زبردست اجتماع ہوتا۔ ان تمام مساجد میں بالترتیب تفسیر قرآن کا درس دیتے رہے اور تقریباً ۲۹ برس میں نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔

✽ اس دوران ۱۹۶۴ء میں پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ

سے ملحق جس کے آپت چیرمین بھی تھے) ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمد للہ وہاں سے متعدد طلبہ علوم دینیہ حاصل کر کے چہار سمت تبلیغ دین و مسلک کر رہے ہیں۔

✽ ۱۹۷۲ء میں ڈول کھاتہ، گلستان شفیق اوکارڈی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو گزشتہ سو برس سے مسجد کے لیے وقف تھا، مولانا نے تعمیر مسجد کی بنیاد رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی۔ ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کا نام گلزار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ مولانا اس کے بانی و سربراہ تھے۔ اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد گلزار حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب زیر تعمیر ہے۔ اسی مسجد کے پہلو میں آپت کی آخری آرام گاہ مرجع خلائق ہے۔

✽ مسلسل چالیس برس تک ہر شب مولانا محترم مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں۔ مولانا کی علمی استعداد، حسن بیان، خوش الحانی اور شان خطابت نہایت منفرد اور ہر دل عزیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں، لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہ محرم کی شب عاشورہ میں ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع، مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی خطابت سے قلب و جاں کو اسودہ نہ کیا ہو۔

✽ دین و مسلک کی تبلیغ کے لیے مولانا نے شرقِ اوسط، خلیج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقا، ماریشس اور دوسرے کئی غیر ملکی دورے کیے۔ صرف جنوبی افریقا میں ۱۹۸۰ء تک مولانا کی تقاریر کے ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے ممالک میں فروخت ہونے والی کیسٹس کی تعداد بھی کم نہیں اور اب مولانا کی تقاریر کی ڈیو کیسٹس بھی پھیل رہی ہیں۔

✽ مولانا اوکارڈی کی عالمانہ تحقیق، فقہی بصیرت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پر مبنی متعدد تصانیف ہیں جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہر کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر نہایت مقبول ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ذکرِ جمیل، ذکرِ حسین (دو حصے)، راہِ حق، درسِ توحید، شامِ کربلا، راہِ عقیدت، امامِ پاک اور یزیدِ پلید، برکاتِ میلادِ شریف، ثوابُ العبادات، نمازِ مترجم، سفینۂ نوح (دو حصے)، مسلمان خاتون، انوارِ رسالت، مسندِ طلاقِ ثلاثہ، نغمہِ حبیب، مسندِ سیاہِ جناب، انگوٹھے چومنے کا مسند، اخلاق و اعمال (نشری تقاریر)، تعارفِ علمائے دیوبند، میلادِ شفیع، جہاد و قتال، آئینہ حقیقت، نجوم الہدایت، مسندِ بیس تراویح، مقالاتِ اوکاڑوی اور متعدد فتووں وغیرہ پر مشتمل رسائل وغیرہ۔

✽ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کراچی کے علاقہ کھڑا مارکٹ میں ایک ساروش کے تحت اختلافِ عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر ڈرانِ تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے سول ہسپتال میں دو دن کے بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے کہا "مجھے کسی سے کوئی ذاتی عناد نہیں۔ نہ میں مجرم ہوں۔ اگر میرا کوئی جرم ہے تو صرف یہ کہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سید عالم محسنِ انسانیت حضورِ رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خون ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ میں حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لیے جو مناسب ہو، وہ کریں تاکہ ایسی کارروائیاں آئندہ نہ ہوں۔" مولانا نے اس مقدمے کے لیے کوئی وکیل نہیں کیا نہ کسی مقدمے کی پیروی کی۔ صرف ایک

گواہ کی حیثیت سے اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جاں بڑ ہونا محض ایک انگریز تھا۔ انگریزی روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ اگلی صبح ۷ اکتوبر کو جاری ہوا جس کی بڑی سُرخ مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں زیر علاج ہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج ہوا۔

✽ ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر اپنے پورے ملک میں جوش و جذبہ جہاد کے لیے ملت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں روپے دیئے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں روپے کا سامان جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا، جمع کیا اور ہزاروں روپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں وغیرہ میں بدست خود سامان تقسیم کیا۔

✽ آزاد کشمیر کے بامیس مقامات اور سیالکوٹ، چھب جوڑیاں، لاہور، واہگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جا کر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر دلورہ انگیز تقاریر کیں۔

✽ حضرت مولانا اذکارومی مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے بانی تھے۔
✽ ۱۹۶۷ء میں قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب سے بڑے حلقے سے سوشل ازم کی لیگ کے خلاف مولانا نے انتخاب میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

✽ قیام پاکستان سے تا دمِ آخر مولانا، ایک مخلص اور محبت وطن پاکستانی اور پتے پکے مسلمان ہونے کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت

ملک بھر میں بالخصوص اور دُنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور مقبول و ممتاز رہی۔

✽ حضرت مولانا محترم، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائد سالار تھے۔ آج اس تحریک کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ اس میں ان کی خدمات اور مساعی جمیلہ بنیادی اہمیت و حیثیت رکھتی ہیں۔

✽ صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی قائم کردہ مجلسِ شوریٰ کے معزز رکن نامزد ہوئے اور قوانینِ اسلامی کے ترتیب و تشکیل اور نفاذ کے لیے کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ علاوہ ازیں وزارتِ مذہبی امور کی قائمہ کمیٹیوں کے رکن رہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مرکزی محکمہ اوقاف پاکستان کے نگرانِ اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے رکن مقرر ہوئے۔

✽ حضرت مولانا قومی سیرت

✽ اتحادِ بین المسلمین کے لیے ملک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں قومی دفاعی فنڈ، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگمانی سانحے سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

✽ سولہ مرتبہ سفرِ حج و زیارت اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

✽ ۱۹۶۴ء میں پہلی مرتبہ عارضۂ قلب کی شکایت ہوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ و جوش سے شب و روز چہار سہنت میں صدائے حق بلند کرتے رہے۔

✽ حضرت مولانا نے کراچی شہر میں اہل سنت و جماعت کی طرف سے دس روزہ مجالسِ محترم اور جشنِ عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس و جلسہ کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔

✽ تین ہزار سے زائد افراد، مولانا مرحوم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور لاکھوں افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی۔

✽ حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد مشائخ نے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مُریدین ہزاروں کی تعداد میں دُنیا بھر میں موجود ہیں۔

✽ حضرت مولانا قبلہ نے جنوبی افریقا میں انجمن اہل سنت و جماعت قائم کی۔
✽ پاکستان میں سُنی تبلیغی مشن، انجمن مجتہدین صحابہ و اہل بیت، تنظیم ائمہ و خطباء مساجد اہل سنت اور متعدد ادارے قائم کیے۔

✽ چالیس برس میں حضرت خطیب پاکستان سینکڑوں موضوعات پر اٹھارہ ہزار سے زائد خطابات کیے۔ جو اب تک ایک عالمی ریکارڈ ہے۔

✽ ۱۹۷۵ء میں دورانِ سفر، دوسری مرتبہ دل کا دورہ پڑا، اسی حالت میں کراچی آئے اور تقریباً چھ ہفتے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔

✽ ۱۹۸۲ء میں آخری بیرونِ ملک سفر، بھارت کے لیے کیا۔ اپنے دورے میں بمبئی، اجمیر، دہلی اور بریلی شریف گئے۔

✽ مارچ ۱۹۸۴ء میں شرقِ پور شریف گئے اور اپنے پیر و مُرشد کی درگاہ پر حاضری دی جو وہاں ان کی آخری حاضری ثابت ہوئی۔

✽ ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزارِ حبیبیت میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراضِ قلب میں داخل ہوئے۔ تین دن بعد شنبہ، ۲۱ رجب المرجب

۱۴۰۴ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۸۴ء کی صبح ۵۵ برس کی عمر میں اذانِ فجر

کے بعد باوا از بند درود و سلام پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔
 اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

✽ ۲۵ اپریل کو نشتربارک، کراچی میں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی امت
 میں ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے حضرت خطیب پاکستان کی نماز جنازہ
 ادا کی۔ اور پیارے کمل والے تاج دارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عاشق
 صادق کو کمالِ محبت و احترام سے رخصت کیا۔

زدنیا برفتنہ بہ شانِ رفیع : محمد شفیع محمد شفیع

اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گل زار حبیب کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ دَائِمًا اَبَدًا

(ہجری) ۱۴۰۴



رفت و منزل عالم بالا گرفت یا الہی فیض او پائیدہ دار
 رفت و روتے خویش از ما نہفت تربتش را سے خدا تابندہ دار

گفت تاریخ وصالش بوالبیان

ہادی راہِ خدا، شب زندہ دار

۱۴۰۴ ہجری

از فقیرِ دواں شیخ الاسلام حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی مدظلہ العالی

ابتدائیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُؤَلِّقُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - اِنَّا بَعْدُ!
 فاضل مصنف مجددِ مسلکِ اہلسنت حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاکستان کے نامور عالمِ دین اور مبلغ تھے۔ وہ ایک سحر بیان مقرر
 خطیب اور حقیقت بیان ادیب کی حیثیت سے ملک و بیرون ملک جانے پہچانے
 جاتے تھے۔ وہ مصنف بھی تھے۔ اپنی تصانیف میں وہ ایک بے نظیر محقق کی
 حیثیت سے جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ پیش نظر کتاب میں انھوں نے تحقیق کا حق ادا
 کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کر دیا ہے وہ ملت
 اسلامیہ کی جانب سے شکر یہ کے مستحق ہیں۔

اغیار کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ افرادِ ملت کے دلوں سے اعیانِ ملت
 کی محبت و عقیدت نکال کر دلوں کو ویران کر دیں اور ملت کو ضعیف سے ضعیف
 کر کے دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ دلیر بنا دیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت
 اہل بیت، صحابہ کرام اور اولیاءِ عظام کی ذواتِ عالیہ کے ساتھ والہانہ وابستگی
 کی روح ہے۔ اسی لیے دشمنانِ دین کا ہدف یہی ذواتِ عالیہ ہیں بعض محققین اپنی
 بے جا تحقیق کے پردے میں اغیار کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں اور وہ نہیں سمجھتے

کہ ان کی غیر دیانت دارانہ تحقیقات ملت اسلامیہ پر کیا قیامت ڈھا رہی ہیں اسی قسم کی ایک تحقیق محمود عباسی صاحب نے پیش کی تھی، جس میں انھوں نے یزید کو برحق اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو غلطی پر ثابت کیا ہے۔ محمود عباسی کی نگارشات سے مضطرب ذہنوں میں جو سوالات اٹھ سکتے تھے۔ حضرت علامہ اکاڑوی نے ایک ایک کر کے ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر ہر سوال کا محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے۔

علامہ اکاڑوی نے مندرجہ ذیل سوالات قائم کیے ہیں :-

۱ کیا یزید کی خلافت و امارت قوانین شرعیہ کے مطابق تھی؟
۲ کیا یزید کے خلاف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بعنات سمجھا جائے۔

۳ کیا یزید عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار، صالح اور پابند صوم و صلوة تھا؟
۴ اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو جن صحابہ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے؟

۵ کیا یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور وہ اس پر راضی نہ تھا؟

۶ اگر یزید نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا تو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید نے ابن زیاد پر کیوں لعنت کی؟

۷ کیا محمود عباسی نے اپنی تصانیف میں خیانت سے کام لیا ہے؟

۸ کیا یزید جہادِ قسطنطنیہ میں شرکت کے باعث بھولے حدیث جنتی تھا؟

۹ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے اور ان کے تمام مناقب و فضائل خیالی ہیں۔

حضرت علامہ اکاڑوی نے مندرجہ بالا سوالات پر دیانت و صداقت کے

ساتھ اپنی عمدہ تحقیقات پیش کی ہیں اور ہر سوال کے ذیل میں سیر حاصل بحث کی ہے انھوں نے دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے۔

- یزید کی خلافت و امارت قانون شریعت کے مطابق نہ تھی۔
- حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج قطعاً بغاوت نہ تھا۔
- یزید صالح و متقی نہ تھا، فاسق و فاجر، ظالم و جابر اور بد کردار تھا۔
- جن صحابہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے یزید کے ظلم و ستم دیکھتے ہوئے رخصت پر عمل کیا اور جن صحابہ نے بیعت نہ کی، انھوں نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے عزیمت پر کیا۔

● حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یزید کے حکم سے نہ ہوتی تو یزید ابن زیاد اور آپ کو شہید کرنے والوں کے خلاف ضرورتاً ویسی کارروائی کرتا مگر یہ کارروائی نہ کی گئی۔

● یزید قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر درحقیقت خوش ہو رہا تھا۔ تاہم ابن زیاد پر یزید کا لعنت کرنا محض سیاسی مصلحت کے تحت تھا یا اس لیے کہ واقعہ شہادت کے بعد اس کو خود اپنے مستقبل کا خوف تھا۔

● محمود عباسی نے کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں خیانت، تعصب اور تنگ دلی سے کام لیا ہے، اپنے مطلب کی باتیں نقل کر دیں اور جو مطلب کے خلاف جارہی تھیں ان کو رہنے دیا۔ یہ بات دیانت کے خلاف ہے۔

● حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق یزید جہاد قسطنطنیہ کے لیے جانے والے پہلے لشکر میں شریک نہ تھا، بلکہ داد عیش دے رہا تھا، بعد میں حضرت معاویہ نے اس کو جبراً بھیجنے کا حکم دیا۔

● حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یقیناً شہید ہوئے ان کے فضائل و مناقب

بکثرت مستند روایات سے ثابت ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عزیمت پر عمل کر کے یزیدی ماحول کی تیارکیوں میں اجالا کر دیا اور ایک مینارہ نور بنایا جو بھٹکنے والوں کی صدیوں تک ہنسی کرتا رہے گا۔ دنیا میں بہت سے ایسے ملیں گے جنہوں نے دولت کی خاطر، زمین کی خاطر، حکومت کی خاطر جانیں دی ہیں۔ مگر یہاں نذرانہ جاں حق کی خاطر پیش کیا گیا اور یہ بتا دیا گیا کہ جان جیسی عظیم دولت حق ہی کی قربان گاہ پر چڑھائی جاتی ہے۔ سچائی کے لیے اپنی جان قربان کر دینا کوئی معمولی بات نہیں لوگوں نے تو جان بچانے کے لیے بڑے بڑے جھوٹ بولے ہیں۔ مگر یہاں جھوٹ کا گزیر نہیں۔ سچ ہی سچ ہے۔ کربلا کے میدان میں دیکھنے والی آنکھوں نے آفتاب حسین عزوب ہوتے دیکھا۔ اور اب ساری دنیا اس کو طلوع ہوتے دیکھ رہی ہے۔ ظلم و ستم کے خلاف ایک علم گیر جذبہ و جہد سامنے آرہی ہے۔ بے شک جبر ایک سایہ ہے جو قائم نہیں رہتا۔ جبر ایک مایہ ہے جو ساتھ نہیں دیتی۔ جبر ایک پھایہ ہے جو ناسور نہیں بھرتا۔ حضرت علامہ اوکاڑوی نے جبر و استبداد کی آندھیوں میں چھپنے والے آفتاب کا چہرہ دکھایا ہے اور اس چہرے پر خاک ڈالنے والوں کا محاسبہ کیا ہے۔ دلوں میں چھپنے والے کانٹوں کو نکالا ہے۔ صفحہ قرطاس کو تختہ گل بنایا ہے۔ حضرت علامہ اوکاڑوی نے بڑی محنت کی ہے اور تمام ضروری مآخذ کو کھنگالا ہے۔ ان کی تحقیق سے ایک طرف تو حقائق سامنے آگئے دوسری طرف اغیار کے عزائم بھی سامنے آگئے جو اغیار نے تحقیق کے پردوں میں چھپا رکھے تھے تحقیق و تدقیق ایک مستحسن عمل ہے، لیکن اسلاف کے خلاف باغیانہ ذہنیت نے کرمیدان تحقیق میں اترنا اور ملت نے ان پر جو اعتماد کیا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر فکر و خیال کے بندھنوں کو توڑنا اور دور جدید کے انتشار فکر کے صحرا میں لا کر کھڑا کر دینا صریحاً ظلم ہے۔ حضرت علامہ اوکاڑوی نے جو انبان

ملتِ اسلامیہ پر احسان فرمایا کہ ان کو ایک روشنی عطا فرمائی، جس سے شک و شبہ کی ساری تاریکیاں دور ہو گئیں اور محبت و عقیدت کے جو بندھن ٹوٹ رہے تھے، وہ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگے۔ اسلام کی بنیاد ہی محبت پر ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت۔ اہل بیت اطہار کی محبت۔ صحابہ کبار کی محبت۔ اولیاء عظام کی محبت۔ علماء حق کی محبت۔ محبت ہی محبت۔ سچ تو یہ ہے کہ جس کے دل میں ان حضرات عالیہ کی محبت نہیں اس کا دل ایمان سے خالی ہے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ! جس کے دل میں محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں۔ یہ کلمات بار بار فرمائیے۔ بے شک محبت و ایمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جو محبت پر شب خون مارتا ہے وہ ایمان پر بھی شب خون مارتا ہے۔ ایمان کی لذت بغیر محبت کے آہی نہیں سکتی۔ اطاعت اپنی جگہ مگر محبت نہ ہو تو ہر عبادت بے سود و بے فیض ہے۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع ادکار ڈوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کو نور سے معمور فرمائے۔ کہ انھوں نے اپنی علمی تحقیقات سے مغموم دلوں کو مسرور کر دیا۔ شکوک و شبہات کے خارزاروں کو ایمان و یقین کے لالہ زاروں سے پُر بہار بنا دیا۔ بھٹکتے خیالوں کو راہ پر لگایا اور ڈگمگاتے افکار کو ثبات عطا فرمایا۔ آمین بجاہ سید سلیمان رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ و صحابہ وسلم جمعین۔

محمد سعید احمد

پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۵۹ یزید فاسق و فاجر اور شرابی تھا	۲۱	عجاسی حنا کی کتب کی آٹھ عبارات	۲۱
۶۱ یزیدی پارٹی کے متعلق حضور کی پیشین گوئی	۲۳	یزید کی دلی عہدی	۲۳
۶۴ حضور نے یزیدی پارٹی کی حکومت اللہ کی پناہ مانگی۔	۲۵	امام حسین باغی اور فساد کی (معاذ اللہ)	۲۵
۶۴ حضور نے یزیدی پارٹی کی حکومت اللہ کی پناہ مانگی۔	۲۵	امام نے خدا و رسول کیساتھ غداری کی	۲۵
۶۴ حضور نے یزیدی پارٹی کی حکومت اللہ کی پناہ مانگی۔	۲۶	امام کے فضائل و مناقب مختصر خیالی ہیں	۲۶
۶۴ حضور نے یزیدی پارٹی کی حکومت اللہ کی پناہ مانگی۔	۲۶	امام شہید نہیں ہوئے بلکہ جاہلیت کی موچکے	۲۶
۶۸ پہلا ظالم حاکم یزید ہے۔	۲۶	امام یزید کی مخالفت کر کے چوری اور	۲۶
۷۰ حضور تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے	۲۶	زنا جیسے جرائم سے بڑے جرم کے مرتکب ہوئے	۲۶
۷۲ یزید کی چار سالہ حکومت کے سیاہ کارنا	۲۶	یزید نے امام کو قتل کر کے ان پر احسان کیا	۲۶
۷۳ امام احمد بن حنبل اور کفر یزید	۳۰	نو عدد سوالات و جوابات	۳۰
۷۳ یزید پر لعنت کرنا	۳۰	یزید کی وسیعہ کی اصل تصویر	۳۰
۷۸ یزید کے کفر اور فسق کے متعلق بحث	۳۹	ہمارا نظریہ	۳۹
۷۹ یزید ائمہ محدثین اور علماء امت کی نظر میں	۴۳	فاسق و فاجر کی امامت باطل ہے	۴۳
۱۰۵ یزید کے حامیوں کے خیالات کی تردید	۴۵	خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے	۴۵
۱۰۷ یزید علماء دیوبند کے نزدیک۔	۴۶	ظالم کی اطاعت لازم نہیں	۴۶
۱۲۱ یزید کے متعلق اس کے ہم عصر حضرات کا بیان	۵۰	امامت کبریٰ کی پانچ شرائط	۵۰
۱۲۱ یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر سزا	۵۰	ظالم و فاسق امام کیخلاف کھڑے ہونا	۵۰
۱۲۹ یزید اور بیعت صحابہ	۵۲	صحابہ کا امام کو خروج سے روکنا	۵۲
۱۲۹ شریعت کے احکام دو قسم پر ہیں۔	۵۷	امام کو باغی کہنے والے اہل سنت و جماعت	۵۷
۱۲۹ رخصت اور عزیمت		سے خارج اور گمراہ ہیں۔	

نمبر صفحہ	مضمون
۲۰۶	امام کا خواب اور حکم رسول
۲۰۸	واقعہ کربلا صرف آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا۔
۲۰۹	عبارت میں تضاد۔ اپنے ہاتھوں بنی ریسرچ کا خون۔
۲۱۰	امام طبری پر شیعیت کا الزام
۲۱۶	ابو مخنف پر الزام
۲۱۸	بخاری و مسلم کے راوی
۲۲۲	جہادِ قسطنطنیہ اور یزید۔
۲۳۳	حضرت ام سلمہ کی دفات کب ہوئی
۲۳۵	فضائل و مناقب
۲۳۵	اہل بیت نبوت
۲۳۷	محبت اہل بیت واجب ہے۔
۲۴۱	اہل بیت پر درود و سلام
۲۴۲	اہل بیت جبل اللہ ہیں
۲۴۵	محبت اہل بیت کی ترغیب و تحریص
۲۴۷	حسن دین دنیا میں حضور کے دو پھول
۲۴۷	حنین کریمین کی ناز برداریاں
۲۴۹	اہل بیت لڑائی اور صلح
۲۵۰	حنین کریمین جن کے جوانوں کے سردار
۲۵۱	حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔
۲۵۲	عقیدہ اہل سنت۔
۲۵۵	پس لفظ

نمبر صفحہ	مضمون
۱۳۷	یزید کینلاف امام کے کھڑے ہونے کا سبب
۱۴۱	امام حضور کی جرأت اور شجاعت اور صبرِ رضا کے ارث اور منظر تھے۔
۱۴۳	امام سید الشہداء ہیں
۱۴۵	امام کا قتل اور یزید کی رضا
۱۴۶	یزید کا امام کے قتل سے خوش اور نام نہا
۱۵۳	یزید کا ابن زیاد پر لعنت کرنا۔
۱۵۷	عباسی کے بیان میں تضاد
۱۶۲	امام غزالی اور حامیانِ یزید
۱۶۹	عباسی کی تصانیف میں خیانت و بددیانتی
۱۶۹	عبارات میں قطع و برید
۱۷۵	محدثین و مؤرخین پر افتراء
۱۷۶	امام کے صحابی ہونے کی بحث
۱۷۶	تحریف یا جہالت
۱۸۱	عباسی نے محدثین اور مؤرخین کو کذاب کہا مگر خود کذاب ثابت ہو گئے۔
۱۸۲	امام حسن کی دقا زہرے نہیں بلکہ ٹیٹی کے ہلکے مرض سے ہوئی
۲۰۱	زہر خورانی کے متعلق بحث
۲۰۲	زہر کس نے دیا اور دلوا یا۔
۲۰۶	امام کو صحابہ کا کوفے جانے سے رکنا۔

مَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُصَلِّمُ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلَى اٰلِهِ
وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میرے ایک فاضل دوست نے محمود احمد عباسی کی تالیف ”تبصرہ
محمودی برہناتِ مودودی“ جو عباسی صاحب نے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب
کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ کے رد میں لکھی ہے، کے حصّہ دوم کی چند عبارات
اور ان سے حاصل شدہ مفہوم نقل کر کے سوالات مرتب کئے اور مجھے ان سوالات
کے جوابات لکھنے کو فرمایا۔ میں نے عباسی صاحب کی پہلی تالیف ”خلافتِ معاویہ
یزید“ دیکھی ہوئی تھی جس میں انھوں نے یزید کو برحق و امام عادل اور سیدنا
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلطی پر ثابت کرنے کی مذموم سعی کی ہے۔ اب
اس دوسری تالیف کو حاصل کر کے اس کا بھی مطالعہ کیا تو سوالات میں درج
شدہ عبارات اور ان کا مفہوم بالکل درست پایا۔

اس تالیف میں عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے ان غلط اور
بے جا الزامات اور اتہامات کا جواب دیا ہے جو انھوں نے اپنی کتاب ”خلافت و
ملوکیت“ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ پر لگائے ہیں۔ لیکن عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے رد کے
ساتھ ساتھ مسلک اہل سنت کے خلاف اپنی خارجیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے
اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سخت ترین توہین کا بھی ارتکاب کیا

ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے قارئین کرام کو معلوم ہو گا۔ مودودی صاحب نے یزید کے کچھ سیاہ کار ناموں کے متعلق بھی لکھا تھا چونکہ عباسی صاحب کٹر خارجی ہونے کی وجہ سے یزید کے بڑے ہی حامی ہیں، وہ کیسے برداشت کرتے، وہ تو یزید پلید کو خلیفہ برحق، امام عادل و راشد اور امیر المؤمنین سمجھتے ہیں اور اُس کے مقابلے میں فرزندِ رسول امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، فسادی، اللہ و رسول کا دشمن اور جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دیتے ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! چنانچہ انہوں نے اپنے ان فاسد اور باطل خیالات کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی جو ناپاک اور مذموم کوشش کی ہے۔ اس بندہ ناچیز، گدائے اہل بیت اطہار نے بجز اللہ تعالیٰ اس کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ اور اس خارجی کی جہالت و مکاری کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا ہے اور دیانت و صداقت کے ساتھ اصل حقیقت کو پیش کیا ہے کتاب کے مندرجات کا تعلق سوالات کے مطابق یزید پلید علیہ مایستحقۃ اور امامِ پاک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

مودودی و عباسی کے درمیان بحث و اختلافات سے نہیں۔

اس حصہ کا نام جو سوالات و جوابات پر مشتمل ہے ”امامِ پاک اور یزید پلید“ ہے۔ دوسرا حصہ جس کا نام ”شامِ کربلا“ ہے اس میں امامِ پاک اور ان کے رفقاء کی شہادت کا مفصل اور مدلل بیان ہے۔ ان دونوں کتابوں میں خارجیت اور رافضیت سے الگ ہو کر بندہ نے مسلکِ حق اہل سنت و جماعت اور کتاب و سنت کے مطابق اپنے جذباتِ عقیدت کو پیش کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بظہیر اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم میری اس سعی کو منظور و مقبول فرما کر مسلمانوں کیلئے نافع و مفید فرمائے، اور اس بندہ گنہگار کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

محمد شفیع اخطیب اللہ کاڑدی غفرلہ

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت و جماعت اس امر میں کہ محمود احمد عباسی اپنی تالیف ”تبصرہ محمودی برہفوات مودودی“ کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:-

”یہ امر عیاں ہے کہ جیسا استصواب امیر یزید کی ولایت عہد کے لیے کیا گیا ایسا استصواب اُن سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا۔ نیز یہ کہ جو فیصلہ ہوا وہ اجماعی تھا۔ حضرات اُمّات المؤمنین اور جمہور کبار و صغار صحابہ اس پر متفق تھے اس موقع پر کسی ایک شخص کا بھی محترز رہنا صحیح سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایسا اجتماع تھا اور اس اجتماع کا ایسا اجماع کہ قوانین شرعیہ اور علم سیاست کے اصول کے مطابق ہو اس سے زیادہ فیصلہ کن اور کارگر کوئی اجماع نہیں ہو سکتا۔ موجودہ صدارتی انتخابات میں ہزاروں ووٹ مخالفت میں پڑتے ہیں اور فیصلہ صرف عددی اکثریت سے ہوتا ہے۔ لیکن امیر یزید کی ولایت عہد کی بیعت کے وقت ایک ووٹ بھی خلاف نہیں تھا۔“

عباسی صاحب کی اس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یزید کو جمہور صحابہ کرام اور ملت اسلامیہ کے تمام افراد نے بالاتفاق خلیفہ اور امیر منتخب

کیا تھا۔ چنانچہ عباسی صاحب اپنی اسی تالیف کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں :-
 ”امیر المؤمنین یزید اول کی خلافت کی حجیت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے خلاف خروج کو خدا و رسول کے ساتھ سب سے بڑی غداری قرار دیا تھا۔“

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑی غداری تھا۔ اس کے بعد عباسی صاحب صفحہ ۱۱۵ پر گوہر افشانی فرماتے ہیں :-

”لیکن علویوں نے سیاست کا یہ گڑ بھی نہیں سیکھا اور ہمیشہ بے وجہ اور بے اصول ایسا قدم اٹھایا جس کا نتیجہ سوائے تخریب اور پسپائی کے کچھ نہ نکلا۔ شریف حسین تک ان کی پوری تاریخ یہی کہتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام میں اس خاندان کو کبھی وہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو امویوں کو عباسیوں کو اور ترکوں کو ہوئی۔ انہی ناکامیوں، پسپائیوں اور بدنامیوں کو چھپانے کے لیے خیالی منساقب کا ڈھیر لگا دیا گیا اور ان کی غلطیوں پر عصمت کا پردہ ڈال کر جہاد اور شہادت کا نام دیا گیا۔“

اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :-

”اس شریعت کے باطن تک ہمیں رسائی نہیں اور ہم الفاظ کے وہی معانی سمجھتے ہیں جو ایک فانی اور غیر معصوم انسان سمجھ سکتا ہے اور اس بارے میں صحابہ کرام سے لے کر ہمارے زمانے تک سب اصحاب فکر سمجھتے آئے ہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا
 أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد انگیزی کے درپے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انھیں بڑی طرح قتل کیا جائے یا انھیں سولی دی جائے یا جانب مقابل کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا انھیں ملک بدر کر دیا جائے۔“ خدا و رسول سے لڑنے کا مطلب اس نظامِ صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو ایسا نظام جب کسی سرزمین میں قائم ہو جائے اور اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا قطع نظر اس سے کہ وہ چھوٹے پیمانے پر قتل و غارت اور رہزنی و ڈکیتی کی حد تک ہو یا بڑے پیمانے پر اس نظامِ صالح کو الٹنے اور اس کی جگہ کوئی فاسد نظام قائم کر دینے کے لیے ہو دراصل خدا و رسول کے خلاف جنگ ہے۔“

اس کے بعد صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں :-

”اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خود بخود باطل ہو گئے اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد ہی قرار پائیں گے۔“

ان عبارات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلاوجہ اوبے اصول محض تخریبی کارروائی کی تھی اور یزید کے خلاف ان کا خروج خدا و رسول سے جنگ اور بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف تھا اور ان کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں نیز وہ شہید بھی نہیں ہیں چنانچہ اس کے بعد عباسی صاحب صریح طور پر صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں :-

اور جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت کو ماننے لگے ہوں خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ ،

تو اس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا۔ اور اگر اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔“
اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں:-

”پوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خلاف خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟“
اور صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:-

”چنانچہ یہ لوگ اپنے تخریبی عزائم کے تحت موجودہ اور گزری ہوئی پوری امت کو گمراہ کہہ کر ایسے لوگوں کو مجاہد اور شہید کہنا چاہتے ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً امام جماعت کے خلاف خروج کیا اور ہم عصر امت کی حمایت حاصل نہ ہونے کے سبب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔“
اور صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں:-

”ان حضرات پر خلفاء اسلام کا یہ احسان ہے کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل ان کے جرم عظیم کا کفارہ ہو گیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔“

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کی خلافت و امارت ایسی تھی کہ تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اور مخالفت محض بلا وجہ بغاوت اور فساد فی الارض بلکہ خدا و رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھی۔ چنانچہ ان کو اس کی سزا ملی اور وہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور وہ قطعاً مجاہد اور شہید نہیں ہیں اور ان کے فضائل بھی محض خیالی ہیں۔
(العیاذ باللہ) اب یہ معلوم کرنا ہے کہ:-

- ۱۔ کیا یزید کی خلافت و امارت پر قوانینِ شرعیہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہورِ مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک دوٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا۔
- ۲۔ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلا وجہ بغاوت۔ فساد فی الارض اور خدا و رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھا۔
- ۳۔ کیا یزید عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، پابندِ صوم و صلوة اور نہایت صالح تھا جیسا کہ عتاسی صاحب کی دوسری کتاب ”خلافتِ معاویہ و یزید“ کے صفحہ ۴۹ پر ہے کہ:-
- ”علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندیِ صوم و صلوة کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے۔“ نیز السید محمد انیس کی یزید کے بارے میں یہ نظم ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا یزید رحمۃ اللہ علیہ

از: السید محمد انیس کراچی

ہر آن را ہر تھی ہدایت یزید کی	کیوں راشدہ نہ ہوگی خلافت یزید کی
اللہ کی جناب مقدس میں مان لی	کل عازمین حج نے امارت یزید کی
حضرت حسین اور ابو ایوب مقتدی	ہے کتنی سر بلند امامت یزید کی
جو شامل جہاد ہو ا جہستی ہوا	ہے وجہ افتخار قیادت یزید کی
شاہد ہے آج تک ابو ایوب کا مزار	عیسائیوں نے مانی شجاعت یزید کی
چھینیں جو مال ان پہ مسل نوزشت	احسان معاویہ کے عنایت یزید کی
کی مصلحت تھی پوچھنے ابن حسین سے	تسلیم کی ہے جس نے خلافت یزید کی
پسماندگان کربلا کی مشکلات میں	تھی باعث سکون عنایت یزید کی

جس وقت نام آگیا ابن حسین کا ویسے ہی یاد آئی سخاوت یزید کی
 لازم تھی مومنین پہ قرآن سچو پچھے اللہ کی نبی کی اطاعت یزید کی
 پہلے بھی اور حادثہ کربلا کے بعد زینب کو تھی پسندِ فاقبت یزید کی
 خشکی کے شہسوار سمندر کے تاجدار ناقابل بیان ذہانت یزید کی
 تکمیل دیں، اشاعتِ اسلام میں کمال اللہ کا کرم تھا کرامت یزید کی
 مانو نہ مانو تم مگر دنیا نے مان لی دانش معاویہ کی خلافت یزید کی

تسلیم کی ہے متفقہ طور سے نہیں

اہل عرب عجم نے بیادت یزید کی (معاذ اللہ)

یا کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر یزید واقعی فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا تو ان صحابہ کرام کے بارے میں کیا جانے گا جنہوں نے اس کی بیعت کر لی تھی انہوں نے اس کی بیعت کیوں کی۔ کیا ان پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہوگا؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا؟ اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازماً اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ، حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے یزید کی بیعت کی، یقیناً غلطی پر تھے ان پر فسق کا الزام عائد ہوگا اور اگر وہ صحابہ کرام حق پر تھے تو حضرت امام غلطی پر تھے اور ان پر خروج و بغاوت کا الزام عائد ہوگا؟

۵۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا لہذا قتل حسین اور اس کی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

۶۔ اگر امام حسین کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس

نے ابن زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہارِ افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیے تھا۔

۷۔ کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت و بددیانتی سے بھی کام لیا ہے؟ اگر لیا ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں۔

۸۔ کیا یزید از روئے جہادِ قسطنطنیہ صنتی ہے اور جو اسکو صنتی نہ مانے کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو بخاری میں ہے اس کا منکر ہے؟

۹۔ کیا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہیں؟ اور کیا ان کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں؟ ”بتینوا تو جروا“

ایک سائل جو آجکل ان کتابوں کے پڑھنے سے سخت الجھن کا شکار ہے۔

سوال نمبر ۱

کیا یزید کی خلافت و امارت قوانین شرعیہ کے مطابق تھی اور اس پر تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک دوٹ بھی اس کے خلاف نہیں تھا؟

جواب
ہرگز نہیں، بالکل غلط۔ صریح کذب، اور خلاف واقعہ بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے جیسا کہ آئندہ سطور سے واضح ہو گا۔ انشا اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد خلفاء اسلام کا انتخاب اکابر مہاجرین و انصار صحابہ کے مشورہ سے ہوا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے زمانہ میں اگرچہ اکابر صحابہ کرام اٹھ چکے تھے اور زمانہ رسالت کی بہاریں کسی حد تک ختم ہو چکی تھیں تاہم ان میں بہت سے صحابہ اور اکابر صحابہ کی اولاد جسے خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا، ابھی موجود تھی۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم یہ حضرات اپنے اسلاف کرام کا نمونہ اور اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کا پیکر تھے۔ ان میں تقویٰ و پرہیزگاری، عدل و انصاف، امانت و دیانت، علم و فضل اور صداقت و حق گوئی کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ ان سب حضرات کی موجودی میں یزید جیسے شخص کا نام خلافت کے لیے پیش کرنا کسی طرح بھی

مناسب نہ تھا۔ مگر اس امر کی ابتدا یوں ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ سعید بن عاص کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ مغیرہ کو امیر معاویہ کے اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی تو وہ کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ اکابر صحابہ اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں البتہ ان کی اولاد موجود ہے اور تم ان سے کسی معاملے میں کم نہیں ہو۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین کو تمہارے لیے بیعت لینے میں کون سا امر مانع ہے؟ یزید نے کہا آپ کے خیال میں یہ کام ہو سکتا ہے؟ مغیرہ نے کہا ہاں! یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد امیر معاویہ سے کیا۔ انہوں نے مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یزید سے کیا بات کی ہے؟ مغیرہ نے کہا۔ امیر المومنین! حضرت عثمان کی شہادت کے بعد امت میں جو اختلافات اور خون ریزی ہوئی ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی ہی میں یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے بیعت لے لیں تاکہ آپ کے بعد فتنہ فساد اور خون خرابا نہ ہو۔ حضرت معاویہ نے کہا اس کام کو پورا کرنے میں میرا معاون کون ہوگا؟ مغیرہ نے کہا جہاں تک اہل کوفہ کا تعلق ہے اس کا ذمہ میں لیتا ہوں اور اہل بصرہ کے لیے زیاد کافی ہے۔ اس کے بعد کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔

امیر معاویہ نے کہا اچھا تم اپنے عہدے پر واپس چلے جاؤ اور اس معاملے میں ان لوگوں سے گفتگو کرو جن پر تمہارا اعتماد ہو۔ یہاں سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا، کہو کیا ہوا؟ مغیرہ نے کہا میں نے میرا معاویہ کا پاؤں ایسی رکاب میں الجھا دیا ہے کہ کبھی نہ نکل سکے گا۔ کوفہ پہنچ کر مغیرہ نے ان لوگوں سے بات چیت کی۔ جن پر ان کو وثوق اور اعتبار تھا اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس امر پر راضی کیا کہ وہ ایک وفد کی صورت

میں دمشق جائیں اور امیر معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کے لیے درخواست کریں۔ اور پُر زور حمایت کا یقین دلائیں۔ چنانچہ یہ وفد حضرت مغیرہ کے بیٹے موسیٰ کی قیادت میں دمشق پہنچا اور بڑے زور شور سے اس تجویز کی تائید و حمایت کر کے انعقاد بیعت کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے ان سے کہا کہ ابھی تم اس معاملے کے اظہار میں عجلت نہ کرو۔ لیکن اپنی رائے اور عہد پر پکتے رہو۔

بعد میں امیر معاویہ نے موسیٰ کو تنہائی میں بلا کر پوچھا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کو کتنے میں خریدا ہے؟ موسیٰ نے کہا تیس ہزار درہم میں!

پھر حضرت معاویہ نے گورنر بصرہ زیاد کو خط لکھا اور اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ زیاد نے عبید بن کعب النمیری کو بلا کر کہا کہ امیر المومنین نے مجھ سے یزید کی ولی عہدی کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے اور وہ لوگوں سے خائف بھی ہیں کہ لوگ نفرت کا اظہار کریں گے اور اطاعت کی بھی امید رکھتے ہیں اور یہ معاملہ نہایت اہم ہے۔ اور یزید میں یہ یہ خامیاں اور کمزوریاں ہیں۔ لہذا تم امیر المومنین کے پاس جاؤ اور ان سے یزید کی عادات و خصائل بیان کر کے کہو کہ ابھی اس معاملے میں توقف فرمائیں اور جلدی نہ کریں۔

عبید نے کہا آپ امیر معاویہ کی رائے کو بدلنے اور خراب کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اس کے بجائے ایک اور کام کیا جائے اور وہ یہ کہ میں آپ کی طرف سے یزید کے پاس جاتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ تمہارے باپ نے تمہاری بیعت کے بارے میں امیر زیاد سے مشورہ طلب کیا ہے اور ان کو یہ خوف ہے کہ لوگ تمہاری عادتوں کی وجہ سے تمہاری مخالفت کریں گے اس لئے تم اپنی بُری عادتوں کو ترک کر کے اپنی اصلاح کرو تاکہ یہ امر بہتر اور آسان ہو جائے۔ زیاد نے

کما خدا کرے کہ تمہارا تیر نشانے پر بیٹھے چنانچہ عبید نے دمشق جا کر امیر زیاد کی طرف سے یزید کو تو اصلاح حال کا پُر زور مشورہ دیا اور امیر معاویہ کو ایک خط دیا جس میں زیاد نے ان کو لکھا تھا کہ اس معاملہ میں عجلت سے کام نہ لیں بلکہ بڑی حکمت و سیاست سے کام لیں۔

جب ۳۵ھ میں زیاد کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہ نے یزید کے لیے بیعت لینے کا فیصلہ کر لیا اور بااثر لوگوں کو ہموار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے جو انھوں نے قبول کر لیے لیکن جب ان کے سامنے بیعت یزید کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا خوب اچھا ان کا یہ مقصد ہے! پھر تو میرا دین بڑا ارزاں ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے درہم قبول کرنے سے انکار کر دیا (ابن اثیر صفحہ ۲۵۰، البدایہ صفحہ ۸۹) پھر حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ کے گورنر مروان بن حکم کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد امت میں پھر اختلاف نہ ہو جائے۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں کسی کو اپنا جانشین بنا جاؤں۔ لہذا تم ان لوگوں سے پوچھو کہ وہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں؟ مروان نے اہل مدینہ کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ بات پیش کی اہل مدینہ نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کر کے پہلے ہمیں بتائیں اور اس معاملہ میں غلطی نہ کریں۔ مروان نے اہل مدینہ کا یہی جواب امیر معاویہ کو لکھ کر بھیج دیا۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ میں نے یزید کو منتخب کیا ہے۔ مروان نے پھر اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں جمع کر کے کہا۔ امیر المؤمنین نے تمہارے لیے ایک بہت مناسب شخص کا انتخاب کر لیا ہے اور اس انتخاب میں انھوں نے کوئی غلطی

۱۔ ابن اثیر صفحہ ۲۴۹، طبری صفحہ ۲۲۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۹۹

نہیں کی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد اپنا جانشین بنا دیا ہے۔
 وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ أَرَادَ أَنْ يَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 فِي يَزِيدٍ رَأْيًا حَسَنًا وَ
 أَنْ يَسْتَخْلِفَهُ فَقَدْ اسْتَخْلَفَ
 أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
 اور کہا بیشک اللہ نے امیر المؤمنین کو یزید کے
 بارے میں بہت اچھی رائے بھلائی ہے اور اگر
 وہ یزید کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو بیشک ابو بکر و
 عمر نے بھی تو خلیفے بنائے تھے۔

اس پر عبدالرحمن بن ابی بکر اٹھے اور فرمایا اے مروان! تم نے بھی غلط کہا
 اور معاویہ نے بھی غلط کیا۔ تمہارا ارادہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھلائی اور
 انتخاب نہیں بلکہ تم لوگ اس خلافت کو قیصریت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مر
 تو اس کی جگہ دوسرا قیصر یعنی اس کا بیٹا آگیا۔ یہ سنت ابو بکر و عمر نہیں ہے انھوں
 نے ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا۔ مروان نے کہا اس
 شخص کو پکڑ لو۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں قرآن میں آیا ہے۔ وَالَّذِي قَالَ
 لِوَالِدَيْهِ افِئْتَا لَكُمْ۔ حضرت عبدالرحمن نے بھاگ کر اپنی بہن حضرت عائشہ کے گھر
 پناہ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے کہا۔ مروان نے غلط
 کہا یہ آیت ہمارے خاندان کے کسی فرد کے بارے میں نہیں آئی بلکہ خدا کی قسم! یہ
 ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اگر میں چاہوں تو اُس کا نام بھی
 بتا سکتی ہوں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت کی
 تھی جبکہ مروان اُس کے صُلب میں تھا۔

پھر حضرت امام حسینؑ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ
 رضی اللہ عنہم نے بھی کھڑے ہو کر یزید کی ولی عہدی تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ مروان نے
 ان تمام باتوں کی امیر معاویہ کو خبر کر دی۔

۱۔ ابن اثیر صفحہ ۲۵، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۹، ارشاد الساری صفحہ ۳۲، فتح الباری۔

حضرت معاویہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو ایک لاکھ درہم بھیجے تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا و قال ابيع ديني بدنياي ” اور فرمایا کیا میں دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دوں؟“ (الاستیعاب ص ۵۴)

ان ہی ایام میں حضرت معاویہ نے مختلف علاقوں کے حکام کو کہا کہ وہ لوگوں کے سامنے یزید کی تعریف کر کے ان کو ہموار کریں اور میرے پاس مختلف شہروں سے وفد بھیجیں۔

حضرت محمد بن عمرو بن حرم مدینہ منورہ سے امیر معاویہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا لہذا آپ خوب غور فرمائیں کہ آپ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امور کا والی کس کو بنا رہے ہیں؟ امیر معاویہ یہ سن کر کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر جھکائے رکھا۔ مختلف شہروں سے جو وفد آئے تھے انہوں نے امیر معاویہ کے سامنے وفاداری کا اظہار کیا اور خوشامدانہ تقریریں کیں مثلاً ضحاک بن قیس نے کہا:-

”جہاں تک مجھے علم ہے یزید بن امیر المومنین حسن ہدایت، علم و حلم، سیرت و کردار اور راتے میں ہم سب سے افضل ہیں لہذا امیر المومنین آپ ان کو اپنے بعد اپنا ولی عہد اور ہمارا سردار اور ہماری جائے پناہ بنا دیں تاکہ ہم اس کے سامنے میں پناہ حاصل کر سکیں۔“

عمرو بن سعید الاشدق نے بھی اسی قسم کی تقریر کی۔ پھر یزید بن مقفع العذری نے اٹھ کر کہا:-

”یہ امیر المومنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ یزید امیر المومنین ہوگا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔“

امیر معاویہ نے کہا ”آپ بیٹھ جائیے آپ سید المخطبار ہیں۔“ اسی طرح تقریر

ہوتی رہیں۔ حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے جو ابھی تک خاموش تھے فرمایا۔
 ابوالنجر! تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں کا ڈر ہے اور
 جھوٹ کہیں تو خدا سے خوف آتا ہے۔ امیر المومنین! آپ یزید کے لیل و نہار، ظاہر و
 باطن اور خلوت و جلوت سے خوب واقف ہیں اگر آپ اس کو اللہ تعالیٰ اور امت
 کے لیے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس کے لیے کسی سے مشورہ لینے کی
 ضرورت نہیں اور اگر آپ اس کے متعلق ایسی رائے اور خیال نہیں رکھتے تو راہی
 آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توشہ دنیا بنا کر اس کے حوالے نہ کرتے جائے
 ویسے ہمارا کام تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا کہ ہم نے سنا اور مانا۔ اس
 پر شامیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ معدیٰ ذی
 عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؛ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت
 بھی ہے اور تلوار و قوت بھی ہے۔

اسی طرح مختلف تدبیروں سے میدان ہموار ہوتا رہا یہاں تک کہ اہل عراق اور
 اہل شام کے اکثر افراد نے بیعت کر لی۔

شام اور عراق کے لوگوں سے پنٹ لینے کے بعد حضرت معاویہ کے پیش
 نظر اہل حجاز کا مسئلہ تھا اور یہ مسئلہ نہایت ہی اہم تھا کیونکہ حجاز مقدس اسلام
 کا دل تھا۔ یہاں ہی وہ مقتدر بستیاں تشریف رکھتی تھیں جن میں صداقت و
 دیانت حق گوئی و بے باکی کا جو سر پورے طور پر موجود تھا۔ اور ان ہی حضرات سے
 مخالفت کا سخت اندیشہ تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ ایک ہزار سوار کو ہمراہ لے کر خود
 حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ مدینہ طیبہ کے باہر سب سے پہلے حضرت امام حسین
 بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمن

بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم ان سے ملے۔ حضرت معاویہ نے ان چاروں حضرات سے نہایت سخت کلام کیا۔ یہ حضرات ان کے اس نامناسب رویہ سے اگرچہ سخت حیران تھے پھر بھی ان کے ساتھ چلتے رہے حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ میں داخل ہونے تک ان کی طرف کوئی التفات نہ کی۔ بایں ہمہ یہ حضرات پھر ان کے پاس ان کی اقامت گاہ میں گئے مگر پھر بھی ان کے مرتبہ و مقام کے مطابق ان سے کوئی سلوک نہ کیا گیا کیونکہ ان چاروں حضرات نے یزید کی دلی عہدی تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ کھامٹ، تو یہ چاروں حضرات دل برداشتہ ہو کر مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے اب حضرت معاویہ کے لیے مدینہ طیبہ کا معاملہ کافی آسان ہو چکا تھا چنانچہ وہ حالات کو سازگار اور موافق بنانے میں لگے رہے۔ اس عرصہ میں وہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گئے اور ان چاروں حضرات کی شکایت کی۔ اُمّ المؤمنین کو تمام حالات کی خبر مل چکی تھی انہوں نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ان لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ اگر وہ یزید کی بیعت سے انکار کریں گے تو ان کو قتل کر دیا جائے گا؛ حضرت معاویہ نے کہا اُمّ المؤمنین! ایسا تو نہیں کیونکہ یہ لوگ اس سے بہت بلند ہیں۔ لیکن ان کے سوا سب لوگ بیعت کر چکے ہیں تو کیا آپ یہ خیال فرماتی ہیں کہ میں ان کی وجہ سے دوسرے تمام لوگوں کی بیعت کو توڑ دوں! اُمّ المؤمنین نے فرمایا بہر حال ان لوگوں کے ساتھ نرمی و محبت سے پیش آؤ۔ حضرت معاویہ نے کہا اچھا! میں ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد حضرت معاویہ اپنے رفقاء کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے اور لوگوں سے ملاقات کی۔ ان چاروں حضرات سے بھی ملاقات کی لیکن اب معاملہ بالکل برعکس تھا، بڑی محبت و تعظیم سے مرہم مرہم جاکر پیش آتے سب آگے بٹھاتے اور

ہر معاملہ میں بڑی اہمیت دیتے۔ یہ حضرات بھی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس حُسنِ سلوک کا مقصد کیا ہے؟

چنانچہ ایک روز ان کو تنہائی میں بلا کر حضرت معاویہ نے فرمایا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتا ہوں اور صلہ رحمی بجا لاتا ہوں۔ دیکھو! یزید تمہارا بھائی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی بیعت کر لو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ تین امور میں سے ایک امر کو اختیار کر لیں۔ یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کریں اور کسی کو اپنا جانشین نہ بنائیں جس طرح لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق کو منتخب کر لیا تھا اسی طرح اب بھی کسی کو منتخب کر لیں گے۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ اب تم میں ابوبکر صدیق جیسا کوئی نہیں ہے اور مجھے اختلاف کا خوف ہے۔ انہوں نے کہا اچھا پھر ایسا کیجئے جیسا حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق کو مقرر کیا تھا جن سے ان کا دور کا بھی رشتہ نہ تھا۔ یا پھر وہ طریقہ اختیار کر لیں جو حضرت عمر نے کیا تھا کہ انہوں نے انتخابِ خلیفہ کے لیے ایسے چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ بنائی تھی کہ ان میں کوئی ان کا عزیز یا بیٹا نہ تھا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا تم اس کے علاوہ بھی کچھ کتنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں! اس کے بعد حضرت معاویہ ان پر سخت ناراض اور غضب ناک ہوئے اور یہ مجلس برخاست ہو گئی اور حضرت معاویہ سوار ہو کر واپس آ گئے۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۵۲)

یہ تھا یزید کی خلافت و امارت کا استصواب و انتخاب۔ اس پر کسی تبصرہ و نتیجہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ عباسی صاحب کا یہ کہنا کہ یزید کی خلافت پر قوانینِ شرعیہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہورِ مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک دوٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا

اور ایسا استصواب ان سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا کہاں تک درست ہے ؟

ہمارا نظریہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور اسی خیر خواہی کی بنا پر وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں قتل و غارت اور خون ریزی ہو وہ سابقہ حالات کے پیش نظر اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اگر میں نے خلافت و امارت کو یونہی مسلمانوں کی امان پر چھوڑ دیا یا کسی مجلس شوریٰ کو انتخاب خلیفہ کے لیے مقرر کر دیا تو لوگ کسی طرح بھی کسی ایک شخص پر جمع اور راضی نہیں ہوں گے بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس سے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خون ریزی ہوگی اور اگر میں نے خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو میری قوم بنی امیہ جو اپنی قومیت میں عصبیت رکھتی ہے اور اس وقت ان کو بڑی قوت و شوکت بھی حاصل ہے وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی اور اس سے بھی آپس میں سخت اختلاف اور خون ریزی ہوگی اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کو ان لوگوں پر ترجیح دی جو اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے درست یا نادرست جو کچھ بھی کیا وہ بہر حال اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو خون ریزی سے بچانے کے خیال سے کیا چنانچہ ان کی دعا جو انھوں نے یزید کو ولیعہد بنانے کے بعد کی وہ اس پر شاہد ہے۔

اے اللہ ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے

اس (یزید) کو ولی عہد کیا ہے بوجہ اس

کے جو میں اس کے اندر اہلیت دیکھتا

اللَّهُمَّ إِن كُنْتَ تَعْلَمُ إِنِّي

وَأَيْتُهُ لِأَنَّهُ أَرَاهُ أَهْلًا لِيَذُلِكَ

فَأَيْتُمُ لَهُ مَا وَأَيْتُهُ وَإِنِّي

اُرْكُتُمْ وَلَيْسَ لِي اِحْتَبَةُ فَلَا
تَمْتِمُّ لَكُمْ مَا وَلَيْسَتْهُ
ہوں تو اس کی ولیعہدی کو پورا کرنا
اور اگر میں نے بوجہ اسکی محبت کے اسکو
ولیعہد کیا ہو تو اسکی ولیعہدی کو پورا نہ کرنا۔

دالبدایہ والنہایہ ص ۸

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی سوجھ بوجھ
بھی رکھتا تھا اسی لیے حضرت امیر کے نزدیک وہ بنو اُمیہ میں ولیعہدی کے لیے بہتر
تھا۔ اور یہ ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ یزید بد بخت نے ولیعہد بننے کے بعد جو
کچھ کیا یا کروایا حضرت امیر کو اس سے اس کی توقع تھی؛ یا علم تھا کہ یہ ایسا کسے
یا کروائے گا؛ انھوں نے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور
پر وصیت کی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، عزیز ہیں اور
اس قرابتِ قریبہ کی وجہ سے وہ نیک سلوک کے حقدار ہیں۔ اگر عراق والے ان کو
تمہارے مقابلہ میں لے آئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ضرور لائیں گے تو ان پر قابو لانا
غلبہ حاصل ہونے کی صورت میں بھی درگزر سے کام لینا اور قرابتِ رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کا خیال رکھنا مگر اس بد بخت نے باپ کی نصیحت کو فراموش کر دیا اور
اقتدار کے نشے میں بدست ہو کر وہ کچھ کیا جسے کوئی مومن سوچ بھی نہیں سکتا۔
بہر صورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی
جاسکتی کیونکہ انکی صحابیت مسلمہ ہے جو بدگمانی سے مانع ہے۔

علم کربلا کے تفصیلی حالات کے لیے میری کتاب ”شام کربلا“ ملاحظہ فرمائیے

جن کی نظروں پر عیاں ہے حق پرستی کا جلال
 پیشِ باطل جھک نہیں سکتی کبھی اُن کی جبیں

سوال نمبر ۲

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلا وجہ، بغاوت، فساد فی الارض اور خدا
رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھا؟

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو بلا وجہ، بغاوت، فساد
فی الارض اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

جواب

خلاف جنگ کرنے کے مترادف قرار دینا صریح ظلم اور جہالت ہے ایسی بات وہی کے
گا جس کے دل میں مرضِ نفاق اور اہل بیتِ نبوت کا بغض ہوگا۔ سیدنا امام حسین
رضی اللہ عنہ کے نزدیک از روئے شریعت یزید ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت
کے لائق نہیں تھا اور نہ قواعدِ شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اس کی امامت قائم
ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی کہ آپ پر اس کی اطاعت واجب
ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

اور یاد کرو جبکہ ابراہیم کو اس کے رب نے

وَإِنَّا بَنِي إِبْرَاهِيمَ رَبَّنَا بِكَلِمَاتِ

پچھ باتوں سے آزمایا تو انھوں نے وہ پوری

فَاتَمَّهِنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ

کر دکھائیں اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں

لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ

کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ انھوں نے عرض

ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي

کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا میرا

الظَّالِمِينَ ۝

عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اس آیت کریمہ کے تحت علماء امت نے تصریح کی ہے کہ ظالم و جابر اور فاسق و فاجر امامت و خلافت کے اہل نہیں ہیں اور ان کی امامت باطل ہے چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں :-

إِنَّ الْإِمَامَ يَكُونُ أَهْلَ
الْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَالْفَضْلِ مَعَ
الْقُوَّةِ عَلَى الْقِيَامِ بِذَلِكَ وَهُوَ
الَّذِي أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِلَّا يُنَازِعُوا الْأَمْرَ
أَهْلَهُ وَأَمَّا أَهْلُ الْفُسُوقِ
وَالْجَوْرِ فَلَيْسُوا بِأَهْلِ
(تفسیر قرطبی)

بیشک امام وہ ہو سکتا ہے جو عدل و احسان اور فضل جیسی صفاتِ حسنہ سے متصف ہو۔ اور اس کے ساتھ اس میں حکومت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کی قوت بھی ہو۔ ایسے ہی امام کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس شخص کو جھکڑو۔ لیکن جو فاسق و فاجر اور ظالم ہوں امامت و خلافت کے اہل نہیں۔

مشہور فقیر امام ابو بکر الجصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں :-

فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الظَّالِمُ نَبِيًّا وَلَا
خَلِيفَةً لِنَبِيِّ وَلَا قَاضِيًّا وَلَا مَنْ يَلْزَمُ
النَّاسَ قَبُولَ قَوْلِهِ فِي أُمُورِ الدِّينِ
مِنْ مَفْتٍ أَوْ شَاهِدٍ أَوْ مُخْبِرٍ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبْرًا -
احکام القرآن ص ۶۹

پس یہ جائز نہیں کہ کوئی ظالم نبی یا نبی کا خلیفہ یا قاضی ہو یا ایسا عمدہ دار ہو کہ (امورِ دین) میں اسکی بات کا ماننا لوگوں پر لازم ہو جیسے مفتی ہونا یا گواہ ہونا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والا محدث ہونا۔

یہی امام چند سطور کے بعد فرماتے ہیں :-

فَثَبَّتْ بِدَلَالَةِ هَذِهِ الْآيَةِ بَطْلَانَ
پس اس آیت کی دلالت سے ثابت

ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور بلاشبہ وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنے آپ کو اس منصب پر مستط کر دے درآں حالیکہ وہ فاسق ہے تو لوگوں پر اس کی اتباع و اطاعت لازم نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں :-

جمہور فقہار اور متکلمین نے فرمایا ہے کہ فاسق کو اسکی حالت فسق میں امام مقرر کرنا جائز نہیں اور اس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہو جائے (لوگوں نے) اختلاف کیا ہے کہ وہ اسکی امامت کو باطل کرے گا یا نہیں؟ تو جمہور نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ بیشک فاسق اس بات کی صلاحت ہی نہیں رکھتا کہ اسکو امام مقرر کیا جائے۔

علامہ قاضی شہار اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں :-

ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لَآ یَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِینَ کا معنی یہ ہے کہ بیشک فاسق اگرچہ وہ امیر ہو اسکی اطاعت ظلم اور معصیت میں جائز نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

إِمَامَةُ الْفَاسِقِ وَأَنَّهُ لَا يَكُونُ خَلِيفَةً وَأَنَّ مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ فِي هَذَا الْمَنْصَبِ وَهُوَ فَاسِقٌ لَمْ يَلْزِمِ النَّاسُ اتِّبَاعَهُ وَلَا طَاعَتَهُ

احکام القرآن ص ۱

قَالَ الْجَمْهُورُ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ الْفَاسِقُ حَالِ فِسْقِهِ لَا يَجُوزُ عَقْدُ الْإِمَامَةِ لَهُ وَاحْتَلَفُوا فِي أَنَّ الْفِسْقَ الطَّارِئُ هَلْ يُبِيلُ الْإِمَامَةَ أَمْ لَا؟ وَاحْتَجَّ الْجَمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَصْلَحُ أَنْ تُعَقَّدَ لَهُ الْإِمَامَةُ بِهَذِهِ الْآيَةِ -

تفسیر کبیر ص ۴۹۴

قُلْنَا مَعْنَى قَوْلِهِ تَعَالَى لَا يَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِينَ أَنَّ الْفَاسِقَ وَإِنْ كَانَ أَمِيرًا فَلَا يَجُوزُ إِطَاعَتُهُ فِي الظُّلْمِ وَالْمَعْصِيَةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ

الْخَالِقِ - کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔
تفسیر مظہری ص ۱۲۴

قرآن کریم کی اس آیت اور ائمہ کرام کے تفسیری ارشادات سے ثابت ہوا کہ ظالم و جابر اور فاسق و فاجر لوگ امامت و خلافت کے اہل نہیں اور ان کی امامت و خلافت باطل ہے اور ان کی اتباع و اطاعت جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَلَا تَطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يَفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يَصْلِحُونَ
اور نہ مانو حکم ان حد سے گزر جانے والوں کا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔
(الشعراء - ۱۵۱)

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ ان امر لوگوں کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے جو کفر و شرک یا ظلم و فسق سے ملک میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان و عدل اور تقویٰ و نیکی سے اصلاح نہیں کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللَّهَ جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں۔

لَا طَاعَةَ لِمَنْ لَمْ يَطِيعِ اللَّهَ جو اللہ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ - خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں ہی فرما دیا تھا۔

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول

کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت
 کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول
 کی نافرمانی کروں تو تم لوگوں پر میری کوئی
 اطاعت نہیں ہے۔

فَاِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
 فَلَا طَاعَةَ لِيْ عَلَيْكُمْ۔

کنز العمال ص ۳۴۹

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

جو حکم میں تم کو اللہ کی طاعت کے بارے
 میں دوں تو میرا وہ حکم ماننا تم پر لازم
 ہے خواہ تم اسے پسند کرو یا ناپسند کرو
 اور جو حکم میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کے
 لیے دوں تو نافرمانی میں کسی کے لیے
 طاعت نہیں۔ طاعت صرف اچھے کام
 میں ہے۔ طاعت صرف معروف میں ہے۔ طاعت
 صرف معروف میں ہے۔ یعنی نیکی اور
 بھلائی کے کاموں میں۔

مَا اَمَرْتُكُمْ بِهِ مِنْ
 طَاعَةِ اللّٰهِ فَحَقُّ عَلَيْكُمْ
 طَاعَتِيْ فِيمَا اَحْبَبْتُمْ وَمَا كَرِهْتُمْ
 وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ
 اللّٰهِ فَلَا طَاعَةَ لِاَحَدٍ فِي
 الْمَعْصِيَةِ الطّٰعَةِ فِي
 الْمَعْرُوْفِ، الطّٰعَةِ فِي الْمَعْرُوْفِ
 الطّٰعَةِ فِي الْمَعْرُوْفِ۔

کنز العمال ص ۳۶۱

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امرا (مستل)
 ہونگے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے
 جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ
 ایسے کریں گے جن کو تم بڑا جانو گے۔
 پس وہ تم پر امام نہیں یعنی ان کی اطاعت

سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ
 مِنْ بَعْدِي يَأْمُرُوْنَكُمْ بِمَا لَا
 تَعْرِفُوْنَ وَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا
 تُنْكِرُوْنَ فَلَيْسَ اَوْلِيْكَ عَلَيْكُمْ
 بِاِثْمَةٍ

تم پر لازم نہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا آپ نے فرمایا۔

أَلَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا يَقْبَلُ
اللَّهُ صَلَاةَ إِمَامٍ حَكَمَ بِغَيْرِ
مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ کے
نازل کئے ہوئے (قانون) کے خلاف
حکم کرتا ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں
کرتا۔

المستدرک ص ۸۹

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں :-

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى وَجُوبِهَا فِي غَيْرِ
مَعْصِيَةٍ وَعَلَى تَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ
نَقَلَ الْأَجْمَاعُ عَلَى هَذَا الْقَاضِي
عِيَّاضُ وَآخَرُونَ ،

تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ امیر کی
اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے
اور معصیت میں حرام ہے۔ اس پر امام
قاضی عیاض اور دوسرے (علماء) نے
اجماع نقل کیا ہے۔

نووی علی مسلو ص ۱۲۴

یہی امام دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

قَالَ الْقَاضِي عِيَّاضُ رَجِمَهُ
اللَّهُ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الْإِمَامَةَ
لَا تَنْقُذُ كَافِرًا وَعَلَى أَنَّ لَوْ طَرَفَ
عَلَيْهِ الْكُفْرُ انْعَزَلَ قَالَ وَ
كَذَلِكَ تَرَكَ إِقَامَةَ الصَّلَاةِ
وَالدُّعَاءَ إِلَيْهَا قَالَ وَكَذَلِكَ
عِنْدَ جَهْوَ رِيْمِ الْبِدْعَةِ .

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے
کہ علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ
کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی تو اگر
امام پر کفر طاری ہو جائے تو معزول ہو
جائے گا۔ فرمایا ایسے ہی اگر نماز قائم کرنا
اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑے
تو بھی معزول ہوگا۔ فرمایا اسی طرح جہو

کے نزدیک بدعت کا طاری ہونا بھی ہے۔

یہی امام تبسری جگہ فرماتے ہیں :-

امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر امام پر کفر یا شرع کو بدلنا یا بدعت طاری ہو جائے تو وہ امام (خود بخود) ولایت و امامت سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑا ہونا اور اسکو امامت سے ہٹانا اور اسکی جگہ امام عادل کا مقرر کرنا واجب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ ان میں اسکی قدرت و طاقت ہو اور اگر ایسا نہ ہو (کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں) بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہو تو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور مبتدع کا ہٹانا اس وقت واجب ہوگا جب کہ جماعت کو اپنی قدرت کا ظن غالب ہو پس اگر ان کو اپنا عجز و کمزوری متحقق ہو تو (اسکے خلاف) کھڑا ہونا واجب نہیں اور مسلمان اس کے ملک سے کسی دوسری

قَالَ الْقَاضِي فَلَوْ طَرَأَ عَلَيْهِ كُفْرٌ أَوْ تَغْيِيرٌ لِلشَّرْعِ أَوْ بَدْعَةٌ خَرَجَ عَنْ حُكْمِ الْوَلَايَةِ وَبَدْعَةٌ سَقَطَتْ طَاعَتُهُ وَوَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْإِقْيَامُ عَلَيْهِ وَخَلْعُهُ وَنَصَبُ إِمَامٍ عَادِلٍ إِنْ أَمْكَنَهُمْ ذَلِكَ فَإِنَّ لَمْ يَقَعْ ذَلِكَ إِلَّا بِطَائِفَةٍ وَجَبَ عَلَيْهِمُ الْإِقْيَامُ بِخَلْعِ الْكَافِرِ وَلَا يَجِبُ فِي الْمُبْتَدِعِ إِلَّا إِذَا ظَنُّوا الْقُدْرَةَ عَلَيْهِ فَإِنْ تَحَقَّقُوا الْعُجْزَ لَمْ يَجِبِ الْإِقْيَامُ وَإِلَيْهَا جَرِ الْمُسْلِمُ عَنْ أَرْضِهِ إِلَى غَيْرِهَا وَيَفِئُ بِدِينِهِ -

زمین میں ہجرت کر جائے اور اپنے دین و
ایمان کے ساتھ (وہاں سے) بھاگ جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

بیشک امام ظلم و فسق کی وجہ سے خود بخود
معزول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی ہر قاضی
اور امیر بھی۔ اور اصل مسئلہ یہی ہے کہ
فاسق ولایت و امامت کا اہل ہی نہیں
ہے۔ اس لیے کہ جب وہ اپنی ہی ذات
کا خیال نہیں کرتا تو کسی دوسرے کا
خیال کیسے کرے گا۔“

إِنَّ إِمَامًا يَنْعَزِلُ بِالْفِسْقِ
وَالْجَوْرِ وَكَذَا كُلُّ قَاضٍ
وَآمِيرٍ وَأَصْلُ الْمَسْأَلَةِ
أَنَّ الْفَاسِقَ لَيْسَ مِنْ
أَهْلِ الْوِلَايَةِ إِنَّهُ لَا يَنْظُرُ
لِنَفْسِهِ فَكَيْفَ يَنْظُرُ لِغَيْرِهِ

شرح عقائد ص ۱۱

اگرچہ فاسق و فاجر امام و امیر کا خود بخود معزول ہو جانا مختلف فیہ ہے لیکن
اس کا مستحق عزل ہو جانا متفق علیہ ہے چنانچہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
اور ایسے ہی فسق کی وجہ سے امام کا خود
بخود معزول ہو جانا (مختلف فیہ) ہے
اور اکثر اس پر کہ فسق سے خود
بخود معزول نہیں ہوتا اور یہی مذہب
مختار ہے۔ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہما کا۔ اور امام محمد رضی اللہ عنہ
سے اس امر میں دونوں روایتیں ہیں
اور فاسق کا مستحق عزل ہو جانا تو متفق
علیہ ہے یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔“

وَكَذَا فِي انْعِزَالِهِ
بِالْفِسْقِ وَالْأَكْثَرُونَ
عَلَى أَنَّهُ لَا يَنْعَزِلُ وَ
هُوَ الْمُخْتَارُ مِنْ مَذْهَبِ
الشَّافِعِيِّ وَ أَبِي حَنِيفَةَ
وَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمْ رَوَايَتَانِ وَ يَسْتَحِقُّ
الْعَزْلَ بِالْإِتِفَاقِ

شرح عقائد ص ۲۸۳

اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، ائمہ عظام اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ فاسق و فاجر، ظالم و مبتدع اور مغیر الشریعہ یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ وہ مسلمانوں کا امام و امیر ہو سکے۔ اسکی امامت باطل اور اسکی اتباع و اطاعت ناجائز ہے۔

علامہ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

قَالَ الْأَفَانِي فِي شَرْحِ جَوْهَرَتِهِ
فِي شَرْطِ الْأِمَامَةِ إِنَّهَا خَمْسَةٌ
الْإِسْلَامُ وَالْبُلُوغُ وَالْعَقْلُ وَالْأَعْقَابُ
الْحُرِّيَّةُ وَعَدَمُ الْفِسْقِ بِحَارِجَةِ
الْإِعْتِقَادِ لِأَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَصْلُحُ
لِأَمْرِ الدِّينِ وَلَا يُوثِقُ
بِأَمْرِهِ وَنَوَاهِيهِ وَ
الظَّالِمَ يَحْتَلُّ بِهِ أَمْرَ الدِّينِ
وَالدُّنْيَا فَكَيْفَ يَصْلُحُ لِلْوَلَايَةِ
وَمِنَ الْوَالِي لِيَدْفِعَ شَرَّهُ أَلَيْسَ
يُعْجَبُ اسْتِرْعَاءُ الْغَنِيمِ الذَّيْئِبِ
حَدِيثُهُ نَذِيرٌ شَرِيحٌ طَرِيقُهُ مُحَمَّدِيٌّ

آفانی شرح جوہرہ میں فرماتے ہیں کہ
امامت (کبریٰ) کے لیے پانچ شرطیں ہیں
اسلام، بلوغ، عقل، آزاد ہونا، اعتقاد
عملی فسق کا نہ ہونا۔ اس لیے کہ فاسق امر
دین کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور نہ
اس کے اُدام و نواہی پر وثوق کیا جاسکتا
ہے اور ظالم سے دین و دنیا کا امر مختل
یعنی تباہ ہو کے رہ جائے گا تو کس طرح
وہ ولایت و امامت کے لائق ہے اور
اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے اور
کون حاکم ہوگا۔ کیا بھڑیے سے بکریوں
کی رکھوالی تعجب چیز نہیں؟

اور اگر کوئی ظالم و فاسق شخص کسی وجہ و طریقہ سے اس منصبِ امامت پر قائم ہو جائے یا قائم کر دیا جائے تو وہ امام برحق یا عادل نہیں قرار پائے گا بلکہ وہ ظالم و فاسق ہی رہے گا۔ ہاں اس پر خروج کرنے اور اس کے خلاف کھڑے ہونے کے سلسلہ میں ائمہ کرام نے کتاب و سنت کی روشنی میں چند اصول و قوانین مقرر فرمائے

ہیں اور وہ یہ ہیں کہ :-

وہ ظالم و فاسق امام و امیر جس کا ظلم و فسق ذاتی و انفرادی ہو یعنی اسکی اپنی ذات تک محدود ہو اور اس کا اثر دوسرے حکام اور رعایا تک نہ پہنچتا ہو جیسا کہ بعض امرار ذاتی حد تک چھپ کر عیاشی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں مگر رعایا کے حقوق اور معاملات حکومت میں عدل و انصاف بھی کرتے ہیں تو محض ان کے پوشیدہ ذاتی فسق و فجور کی بنا پر ان پر خروج کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان کے عدل و انصاف کی وجہ سے بہر حال امارت کے مقصد کی تکمیل تو ہو ہی رہی ہے اگرچہ ذاتی فسق و فجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ سخت گنہ گار اور عند اللہ مستحق سزا ہیں۔

احادیث مبارکہ میں جو یہ آیا ہے کہ ظالم و فاسق امام و امیر سے جھگڑانا نہ کرو بلکہ اسکی بات سنو اور مانو اس سے مراد ایسا ہی امام و امیر ہے جس کا ظلم و فسق ذاتی و انفرادی اور پوشیدہ ہو۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبادہ!

اسکو اپنے اوپر ترجیح دینے میں اگرچہ وہ	إِسْمَعُ وَأَطِعْ فِعْشِيرِكَ وَيُسْرِكَ
تمہارا مال کھائیں اور تمہاری پیٹھ پر	وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأُثْرَةَ
ماریں مگر یہ کہ کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہو	عَلَيْكَ وَإِنْ أَكَلُوا مَالَكَ وَضَرَبُوا
	ظَهْرَكَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ مَعْصِيَةً
	اللَّهِ بَوَاحًا - كنز العمال ص ۶۷

اس ارشاد گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ امام و امیر جب علانیہ طور پر فسق و فجور کا ارتکاب کرنے لگے تو پھر اس کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ امام و امیر جس کا ظلم و فسق اس کی ذات سے گزر کر حکام،

اکابر اُمت اور عام لوگوں تک پہنچنے اور اثر انداز ہونے لگے تو اس صورت میں اگر وہ خود بخود معزول نہیں بھی ہوتا تو مستحق عزل تو بالاتفاق ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمان قدرت و طاقت رکھتے ہوں تو ان پر اس کا ہٹانا اور اس کی جگہ اہل امام مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر قدرت و طاقت نہ رکھتے ہوں تو پھر ان پر یہ ہے کہ وہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور فتنہ و فساد اور جانوں کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے خروج نہ کریں کیونکہ اس صورت میں وہ معذور بھی ہیں اور بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی اور بدکار تھا یا نہیں؟ تو بلاشک و شبہ بالاتفاق وہ فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا بلکہ اس نے ایسے ایسے اعمالِ قبیحہ اور افعالِ شنیعہ کئے کہ بعض اکابر اُمت کے نزدیک وہ کافر ہو گیا تھا (جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا) تو امامِ عالی مقام کے نزدیک وہ ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کا اہل ہی نہ تھا اور نہ ہی قواعد شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اسکی امامت قائم ہوئی تھی۔ نہ ہی آپ نے اسکو امام و امیر تسلیم کیا تھا۔ آپ کے نزدیک اسکی امامت باطل تھی اور اس کا ہٹانا واجب و ضروری تھا۔ لیکن آپ یہ سمجھتے تھے کہ پچھلے حالات و واقعات کے پیش نظر مسلمانوں میں آپس میں بہت زیادہ فسادات اور خونریزی ہوئی ہے، سب لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے لہذا صبر کیا جائے اور مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سکونت اختیار کی جائے کہ بمطابق فرمانِ خداوندی جائے امن ہے ”وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا“ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا لیکن کوفیوں کے پے درپے خطوط اور وفود کے آنے اور پھر حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ جا کر بچشمِ خود حالات کا جائزہ لے کر اطلاع دینے سے کہ حالات تسلی بخش ہیں امامِ عالی مقام کو یہ یقین ہو گیا کہ اب اتنے حامی مل گئے ہیں

جن کے ساتھ وہ اس ظالم حکومت کے خلاف کامیاب انقلاب برپا کر سکتے ہیں
تو اس یقین کے بعد وہ مکہ مکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :-

اور رہے امام حسین! تو جب یزید کا
فسق و فجور اس کے زمانہ کے سب لوگوں
کے نزدیک ظاہر ہو گیا تو کوفہ سے اہل
بیت کے شیعوں نے امام حسینؑ کے پاس
پیغامات بھیجے کہ وہ ان کے پاس تشریف
لے آئیں تو وہ سب ان کی اطاعت
میں (یزید کے مقابلہ میں) کھڑے ہو
جائیں گے۔ پس اس وقت امام حسین
نے سمجھ لیا کہ اب طاقتِ مقابلہ حاصل
ہو گئی ہے لہذا یزید کے خلاف اس
کے فسق و فجور کی وجہ سے کھڑا ہو جانا
متعین ہو گیا ہے خاص کر اس شخص
کے لیے جسے اس پر قدرت حاصل ہو
جائے اور حضرت امام حسینؑ کو اپنی ذات
میں اس قدرت و قوت اور اہلیت و
صلاحیت کا ظن غالب پیدا ہو گیا تھا
(ابن خلدون لکھتے ہیں) جہاں تک اہلیت و
صلاحیت کا تعلق ہے تو وہ بلا شک و

وَ اَمَّا الْحُسَيْنُ
فَاِنَّهُ لَمَّا ظَهَرَ فِسْقُ
يَزِيدٍ عِنْدَ الْكَافَّةِ
مِنْ اَهْلِ عَصْرِهِ بَعَثَتْ
شِيعَةُ اَهْلِ الْبَيْتِ
بِالْكُوفَةِ لِلْحُسَيْنِ
اَنْ يَأْتِيَهُمْ فَيَقُومُوا
بِاَمْرِهِ فَرَأَى الْحُسَيْنُ
اَنْ الْخُرُوجَ عَلٰى
يَزِيدٍ مُتَعَيِّنٌ مِنْ
اَجْلِ فِسْقِهِ لَا سِيَّامَنْ
لَهُ الْقُدْرَةُ عَلٰى
ذَلِكَ وَ ظَنُّهَا مِنْ
نَفْسِهِ بِاَهْلِيَّةٍ وَ شَوْكَةٍ
فَاَمَّا الْاَهْلِيَّةُ
فَكَانَتْ كَمَا ظَنَّ
وَ زِيَادَةً وَ اَمَّا الشَّوْكَةُ
فَغَلَطَ يَرْحَمُهُ اللهُ

فِيهَا -

شبہ ان میں تھی جیسا کہ ان کا گمان تھا
بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی لیکن جہاں
تک قوت و شوکت کا تعلق ہے (جس
کا کوفیوں نے یقین دلایا تھا) تو اس
کے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ اللہ ان پر
رحم فرمائے۔

مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸

یہی علامہ آگے لکھتے ہیں :-

تم پر یہ واضح ہو گیا کہ امام حسین نے
(یزید کے مقابلہ میں اپنی مادی قوت و
شوکت کے سمجھنے میں کوفیوں کے تعان
کے یقین کی وجہ سے غلطی کی) مگر یہ غلطی
ایک دنیوی امر (جنگی تدبیر و قوت) میں
تھی اور اس غلطی میں ان کا کچھ بھی
نقصان نہ تھا۔ رہا حکم شرعی تو اس
میں انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ
ان کا گمان یہ تھا کہ (انہیں یزید کے
مقابلہ کی) قدرت حاصل ہے۔

فَقَدْ بَيَّنَّ لَكَ غَلَطُ
الْحَيِّتِ إِلَّا أَنَّهُ فِي
أَمْرِ دُنْيَوِي لَا يَضُرُّهُ
الْفَلْطُ فِيهِ وَأَمَّا الْحُكْمُ
الشَّرْعِيُّ فَلَمْ يَغْلُطْ
فِيهِ لِأَنَّهُ مَنْوُوطٌ
بِظَنِّهِ وَكَانَ ظَنَّهُ
الْقُدْرَةَ عَلَى ذَلِكَ

مقدمہ ابن

خلدون ص ۱۸

اور رہا بعض صحابہ کرام کا امام عالی مقام کو یزید کے خلاف خروج سے
روکنا تو وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفہ
برحق کے ساتھ بغاوت پر مبنی تھا بلکہ وہ اہل کوفہ کی بیوفائی کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ
وہ اہل کوفہ کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے وعدوں پر

قائم نہیں رہیں گے گویا ان کے نزدیک اسباب خروج مہتیا نہ تھے اس لیے انھوں نے امامِ پاک کو روکنے کی بہت کوشش کی اور امامِ پاک نے اہل کوفہ کے پیہم اصرار اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ان کی بیعت اور پھر مسلم بن عقیل کی تسلی بخش اطلاع کے آنے پر یہ سمجھ لیا کہ اسباب خروج مہتیا ہو گئے ہیں۔ لہذا نکل کھڑے ہوئے حاصل کلام یہ کہ امامِ پاک اور صحابہ کرام کے درمیان اختلاف صرف اسباب کے مہتیا ہونے یا نہ ہونے پر تھا۔

چنانچہ افسوس صد افسوس کہ محبتِ اہل بیت کے دعوے دار کوفیوں نے صحابہ کرام کے خیال کے مطابق بے وفائی کی اور امامِ عالی مقام یزیدی حکومت کے خلاف انقلاب برپا نہ کر سکے اور ان کو اپنے اہل و عیال کے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور بہترین ساتھیوں کے ساتھ انتہائی مظلومیت کے عالم میں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس ناچیز کے نزدیک امامِ پاک نے وہ عظیم انقلاب برپا کیا کہ اس کے اثرات فوری نہ سہی دیر پا ضرور تھے چنانچہ آج بھی ان کی قربانی مشعلِ راہ ہے۔

ثابت ہوا کہ امامِ عالی مقام کا خروج ہرگز بلا وجہ، بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف نہ تھا بلکہ ظالم حکومت کے تسلط کو دفع کرنے اور مسلمانوں کو یزید کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیے تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

خروج امام حسین علیہ السلام	حضرت امام حسین علیہ السلام کا خروج (یزید کے خلاف) دعوائے خلافتِ راشدہ کی بنا پر نہ تھا
بنا بر دعوائے خلافتِ راشدہ پیغامبر	کیونکہ وہ تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ عاہدہ کی بنیاد پر نہ تھا
کہ بروردنی سال منقضی گشت نبود بلکہ	کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے نجات دلانے کی بنا پر تھا۔ اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی
بنا بر تخلص رعایا از دست ظالم بود و	
اعانتہ المظلوم علی الظالم من الواجبات۔	

مدد کرنا و اجبات دین میں رکھے۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۲۱)

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

آنچه در مشکوٰۃ شریف ثابت است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از بنی و خروج بر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس در آن وقت کہ آن بادشاہ ظالم بلا منازع و مزاحم تسلط تام پیدا کردہ باشد و ہنوز اہل مکہ و اہل کوفہ بہ تسلط یزید پدید راضی نہ شدہ بودند و مثل حضرت امام حسین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نہ کردہ با بطلان خروج امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بودند برائے رفع تسلط و آنچه در حدیث ممنوع است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائز باشد وَالْفَرْقُ بَيْنَ الدَّفْعِ وَالرَّفْعِ ظَاهِرٌ مَشْهُورٌ فِي الْمَسَائِلِ الْفِقْهِیَّةِ ،

(فتاویٰ عزیزی ص ۲۱)

فرق ہے وہ مسائل فقہیہ میں ظاہر و مشہور ہے۔

اور یہ جو مشکوٰۃ شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ وقت کی بغاوت اور اس کے خلاف کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو یہ اس وقت کے لیے ہے کہ وہ ظالم بادشاہ بلا کسی جھگڑے اور مزاحمت کے پورا پورا تسلط حاصل کر لے اور یہاں بھی تک اہل مکہ و اہل کوفہ یزید پدید کے تسلط سے راضی ہی نہ تھے اور حضرت امام حسین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے حضرات نے اسکی بیعت ہی نہیں کی تھی اگچاصل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج یزید کے (ظالمانہ) تسلط کے دفع کرنے کے لیے تھا نہ کہ رفع کیلئے (کیونکہ تسلط مان کنسوخ ہوتا تو رفع ہوتا ماننے سے پہلے تو دفع کی صورت ہوتی جو ممنوع نہیں) اور وہ خروج جو حدیث میں ممنوع ہے وہ وہی ہے جو ظالم بادشاہ کا تسلط دفع کرنے کیلئے ہو اور دفع اور رفع میں جو

علامہ امام ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں :-

وَمَا تَقْوَةَ بَعْضِ الْجَهْلَةِ مِنْ
 أَنَّ الْحُسَيْنَ كَانَ بَاطِلًا عِنْدَ
 أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَ
 لَعَلَّ هَذَا مِنْ هَذَيَانَاتِ
 الْخَوَارِجِ الْخَوَارِجِ عَنِ الْمَجَادَّةِ
 شرح فقہ اکبر ص ۸۷
 اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑا رکھی
 ہے کہ حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ)
 باغی تھے تو یہ اہل سنت و جماعت کے
 نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کے
 ہذیانات (بکواس) ہیں جو راہ مستقیم سے ہٹے
 ہوئے ہیں۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ
 سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی وغیرہ کہتے ہیں اور یزید پلید کو
 امام عادل اور برحق سمجھتے ہیں وہ ہرگز ہرگز اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہیں
 بلکہ وہ خارجی و یزیدی ہیں اور حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کو باغی وغیرہ کہنا یہ
 ان کی بکواس ہے۔

الحمد للہ دلائل حقہ شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے
 نزدیک یزید بوجہ فاسق و فاجر ہونے کے ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کے
 لائق نہ تھا اور نہ اسکی امامت قواعد شرعیہ کے مطابق ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس
 کی بیعت کی تھی اور نہ آپ پر اس کی اطاعت واجب تھی۔ اس لیے آپ نے
 اس کے خلاف جو کچھ کیا وہ کتاب و سنت کے احکام کے مطابق کیا۔ لہذا آپ کو
 باغی، فسادی کہنا بالکل غلط اور پرلے درجے کی جہالت اور آپ کی سخت اہانت
 اور اہل بیت نبوت کے ساتھ بغض و عداوت کی کھلی دلیل ہے۔

ناپاک اور نجس تھی طبیعت یزید کی گستاخ و بے ادب تھی جبلت یزید کی
 حد سے گزر چکی تھی شرارت یزید کی مشہور ہو چکی تھی خباثت یزید کی

بدکار اور فاسق و آثم یزید تھا

بدحسق اور جابر و ظالم یزید تھا

موجود ہے حدیث میں فرمانِ مصطفیٰ بدلے گا ایک شخص میری سنتِ ہدیٰ
 فتنوں کا کھول دے گا وہ دروازہ بر ملا امت میں ہے فساد کی وہ ذات ابتدا

ہوگا بنی اُمیہ میں وہ ننگِ خنداں

اس کا یزید نام ہے بے شبہ و بے گال

سوال نمبر ۳

کیا یزید عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار، پابندِ صوم و صلوة، نہایت صالح اور حد درجہ کریم النفس اور حلیم الطبع وغیرہ تھا جیسا کہ ”خلافت معاویہ و یزید“ کے مصنف عباسی نے لکھا ہے کہ :-

”علم و تقویٰ و پرہیزگاری، پابندیِ صوم و صلوة کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ اور متین تھے۔“ (خلافت معاویہ و یزید ص ۴۹)

یا کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا۔ اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب یزید پلید، ہرگز متقی، پرہیزگار، پابندِ صوم و صلوة اور صالح نہیں تھا بلکہ فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا۔ اس کے فاسق و فاجر اور شرابی وغیرہ ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ ہاں اس کے کافر ہونے اور اس پر لعنت وغیرہ کرنے میں اختلاف ہے۔ قدر تفصیل ملاحظہ ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ آپ نے مخلوقات کی ابتدا سے لے کر جنتوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے سب حالات اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرما دیئے تھے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

فَاخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ
 حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْازِلَهُمْ
 وَأَهْلُ النَّارِ مَنْازِلَهُمْ حِفْظَ
 ذَلِكَ مِنْ حِفْظَةٍ وَنَسِيهِ
 مِنْ نَسِيهِ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء خلق
 سے لیکر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے
 اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک
 ہمیں سب کچھ بتا دیا۔ یاد رکھا اس کو
 جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اس کو جس
 نے بھلا دیا۔

بخاری شریف

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَ شَيْئًا يَكُونُ
 فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ
 (المحدث بہ (مسلم شریف ص ۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں
 قیام فرما کر کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت
 تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا سب بیان
 فرما دیا۔

انہی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:-

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ قَائِدٍ فَتَنَةٍ إِلَى
 أَنْ تَنْقُضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مِنْ مَعَهُ
 ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا إِلَّا قَدَسَّمَاهُ لَنَا
 بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَاسْمِ قَبِيلَتِهِ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختتام دنیا
 تک کسی فتنہ کے بانی کو نہ چھوڑا مگر ہمیں
 اس کا نام اور اس کے باپ کا نام
 اور اس کے قبیلے کا نام تک بھی بتا دیا
 تھا کہ وہ تین سو سے زیادہ ہوں گے

مشکوٰۃ ص ۲۱۳

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ابتداء خلق سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے
 والا تھا اور جتنے بانیانِ فتنہ و فساد ہونے والے تھے ان کے متعلق بھی حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ بیان فرما دیا تھا۔ چنانچہ یزیدی فتنہ کی خبر بھی آپ نے دی
 ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی اُمیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائیگا۔

حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا۔

فرماتے تھے پہلا وہ شخص جو میرے طریقے کو بدلے گا وہ بنی اُمیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا۔ فرمایا۔

پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا بنی اُمیہ میں سے ہوگا۔

حدیث کی شہرہ آفاق کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میری امت کی ہلاکت چند بیوقوف لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی

اور اس باب کے تحت حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ میں نے الصادق المصدق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔

کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو (یہ سن کر)

لَا يَزَالُ أَمْرًا مِّنِي فَأَيُّهَا بِالْقِسْطِ حَتَّى
يَكُونَ أَوَّلُ مَنْ يَتْلُمُهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي
أُمَّيَّةَ يَقَالُ لَهُ يَزِيدُ

البدایہ والنہایہ ص ۲۳۱ الصواعق المحرقة ص ۲۱۹

يَقُولُ مَنْ يَبْدَلُ سُنَّتِي رَجُلٌ
مِّنْ بَنِي أُمَّيَّةَ يَقَالُ لَهُ يَزِيدُ

الصواعق المحرقة ص ۲۱۹

أَوَّلُ مَنْ يُغَيِّرُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي
أُمَّيَّةَ (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۱)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ أَعْيَلِمَةٍ
سَفَهَاءَ

هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى أَيْدِي غِلْمَةٍ
مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ

ابنہ علیہم غلۃ فقال ابوہریرۃ
لو شئت ان اقول بنی فلاں و
بنی فلاں لفعلت
مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت
ہو۔ تو ابوہریرہ نے فرمایا اگر میں چاہوں
تو بتا دوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور

بخاری شریف ص ۱۲۶

فلاں بن فلاں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ اُمت کی ہلاکت و تباہی
کا سبب چند قریشی لڑکے نہیں گے۔ اس حدیث سے مراد نابالغ لڑکے نہیں بلکہ وہ
بالغ مراد ہیں جو عمر کے لحاظ سے تو بالغ ہیں مگر عقل و فہم اور تدبیر کے لحاظ سے نابالغ
ہیں چنانچہ علامہ حافظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے
ہیں :-

قُلْتُ وَقَدْ يُطَلَّقُ الصَّبِيُّ وَالْغُلِيمُ
بِالصَّغِيرِ عَلَى الضَّعِيفِ الْعَقْلِ وَالتَّيْبِرِ
وَالدِّينِ وَلَوْ كَانَ مُحْتَلِمًا وَهُوَ الْمُرَادُ هُنَا
فَإِنَّ الْخُلَفَاءَ بَنِي أُمَّتِهِ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ
مَنْ اسْتُخْلِفَ وَهُوَ دُونَ الْبُلُوغِ
فتح الباری ص ۱۳

میں کہتا ہوں کہ صبی اور غُلیم (لڑکا) کا
لفظ تصغیر کے ساتھ اس پر بھی بولا جاتا
ہے جو عقل و تدبیر اور دین میں کمزور اور
ضعیف ہو۔ اگرچہ وہ جوان ہو اور یہاں
یہی مراد ہے کیونکہ خلفاء بنو اُمیہ میں کوئی
ایسا نہ تھا جو عمر کے لحاظ سے نابالغ ہوتا۔

اس حدیث میں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ فرمایا ان بد عقل لڑکوں
کے ہاتھوں میری اُمت کی تباہی ہوگی یعنی ان کی بد عقلی و بد فہمی کی وجہ سے جو کچھ ہوگا
اس سے چند افراد ہی ہلاک نہ ہوں گے بلکہ پوری اُمت اس طرح ہلاکت کا شکار
ہوگی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اتحاد و اتفاق کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپس میں اس
قسم کے اختلافات پیدا ہوں گے جو ہمیشہ اُمت کی تباہی و بربادی کا سبب بنتے رہیں
گے۔ یزید کے حامیوں سے یہ سوال ہے کہ قریش کے وہ چند لڑکے جو اُمت کی

ہلاکت و تباہی کا سبب بنے وہ کون تھے؟ اگر ان کو معلوم نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر امت کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق مجدد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں

فرماتے ہیں:-

کہ مجمع البحار میں لائے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ان لڑکوں کو ان کج ناموں اور صورتوں سے پہچانتے تھے مگر ڈر اور فساد کی وجہ سے ان کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے اور مراد یزید بن معاویہ اور ابن زیاد اور انکی مثل بنی امیہ کے دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ انکو ذلیل کرنے بلاشبہ ان ہی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل اور انکا قید کرنا اور خیار مہاجر و انصار کا قتل کرنا ظہور میں آیا ہے اور حجاج جو عبد الملک بن مروان کا امیر الامراء تھا اور سلیمان بن عبد الملک اور اس کی اولاد سے جو لوگوں کی جان و مال کی تباہی و بربادی ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

در مجمع البحار آوردہ کہ ابوہریرہ می شناخت ایشان را با سمار اشخاص ایشان و سکوت می کرد از تعیین و نام بردن ایشان از جہت ترس و مفسدہ و مراد یزید بن معاویہ و عبید اللہ بن زیاد و مانند ایشان انداز احداث و نوسالان بنی امیہ خذلیم اللہ و تحقیق صادر شد از ایشان از قتل اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و بند کردن ایشان و کشتن خیار مہاجرین و انصار آنچه شد و صادر شد از حجاج کہ امیر الامراء عبد الملک بن مروان بود و از سلیمان بن عبد الملک و اولاد او از ریختن خونہما و تلف کردن مالہما آنچه پوشیدہ نیست برہنہ چکس۔

(اشعة المعات ص ۲۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔

نہیں لڑکوں کی امارت (حکومت) سے پناہ مانگنا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا لڑکوں کی امارت کیسی ہوگی؟ فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو (دین کے معاملے میں) ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں (تمہاری دنیا کے بارے میں) جان لے کر یا مال لے کر یا دونوں لے کر ہلاک کر دیں گے۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ أِمَارَةِ
الصَّبِيَّانِ؛ قَالُوا وَمَا أِمَارَةُ الصَّبِيَّانِ؟
قَالَ إِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ هَلَكْتُمْ رَأَى فِي
دِينِكُمْ، وَإِنْ عَصَيْتُمُوهُمْ أَهَلَكُوكُمْ
رَأَى فِي دُنْيَاكُمْ، بِإِذْهَابِ
النَّفْسِ أَوْ بِإِذْهَابِ الْمَالِ
أَوْ بِهَمَا۔

فتح الباری ص ۱۳

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا فرمایا:-

وہ ناخلف ساٹھ ہجری کے بعد ہوں گے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غی (جہنم کی ایک سخت وادی) میں ڈالے جائیں گے۔

يَكُونُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ
سِتِّينَ سَنَةً أَضَاعُوا الصَّلَاةَ
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ
يَلْقَوْنَ غِيًّا۔

البدایہ والنہایہ ص ۲۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:-

ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت و حکومت سے اللہ کی پناہ مانگو۔

تَعُوذُ وَاللَّهِ مِنْ سَنَةِ سِتِّينَ
وَمِنْ أِمَارَةِ الصَّبِيَّانِ البدایہ والنہایہ ص ۲۳

انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اور اہل عرب بچے بچے ہلاکت ہے

وَيُلُّ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرِّ

قَدْ اقْتَرَبَ عَلَى رَأْسِ
سِتِّينَ تَصِيْرًا لَامَانَةً
غَنِيْمَةً وَالصَّدَقَةَ غَرَامَةً
وَالشَّهَادَةَ بِالمَعْرِفَةِ وَالْحَكْمِ
بِالهُوَى۔

کنز العمال ص ۲۵

بسبب اس شرک کے جو ۶۰ھ سے
شروع ہوگا۔ اس وقت امانت کو
مالِ غنیمت اور صدقہ و زکوٰۃ کو تاوان
سمجھیں گے اور گواہی دینا اس کیلئے
ہوگا جس کے ساتھ جان پہچان ہوگی
اور حکم ہوگا ساتھ خواہشاتِ نفسانی کے

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ ان بدعقل لڑکوں کی حکومت و امارت
۶۰ھ سے شروع ہوگی اور یزید پدید ۶۰ھ ہی میں تخت نشین ہوا، اور ان لوگوں
کی حکومت و امارت کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی اطاعت سے دین کی تباہی اور ان کی
نافرمانی سے جان و مال کی تباہی ہوگی چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:-

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بیوقوفوں کی

حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بیوقوفوں
کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے
امرا ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ
بولیں گے اور عمل کریں گے تو ظلم کریں گے
پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ
کی تصدیق کر لے گا اور ان کے ظلم پر انکی
مدد کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں
اس سے نہیں اور نہ وہ کل (قیامت

يَا كَعْبَ بْنَ عَجْرَةَ اَعِيْذُكَ
بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهَاءِ
قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا
اِمَارَةُ السُّفَهَاءِ قَالَ
يُوْشِكُ اَنْ تَكُوْنَ اَمْرًا
اِنْ حَدَّثُوْا كَذِبًا
وَ اِنْ عَمَلُوْا ظُلْمًا
فَمَنْ جَاءَهُمْ فَصَدَّقَهُمْ
بِكُذِبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ
عَلَى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّيْ

وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَا يَرُدُّ عَلَيَّ حَوْضِي
غَدَا وَمَنْ لَمْ يَأْتِهِمْ وَلَمْ
يُصَدِّقْهُمْ وَلَمْ يُعْنِهِمْ عَلَيَّ
ظُلْمِهِمْ فَهُوَ مِنِّي وَ أَنَا مِنْهُ
وَهُوَ يَرُدُّ عَلَيَّ حَوْضِي غَدَاً۔

کنز العمال ص ۴۴۴

کے دن) میرے حوض کوثر پر آئے گا
اور جو ان کے پاس نہیں آئے گا اور نہ
انکی تصدیق کرے گا اور نہ ان کے ظلم پر
انکی اعانت کریگا وہ مجھ سے ہے اور میں
اس سے ہوں اور وہ کل (قیامت کے دن)
میرے حوض کوثر پر آئے گا۔

اس حدیث میں ان بد عقل امارہ کی نشانیاں بیان ہوئی ہیں کہ وہ جھوٹ
بولیں گے اور ظلم کریں گے اور جو ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے اور ان کے ظلم میں
انکی مدد کریں گے وہ مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں اور نہ ان کو میرے حوض کوثر
پر آنا نصیب ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ بیوقوف، جھوٹے اور ظالم صبیان امارہ
کون ہیں جن کے ہاتھوں امت کی اور دین و دنیا کی تباہی و بربادی کی خبریں دی گئی
ہیں تو حافظ ابن حجر عسقلانی ابن ابی شیبہ کی روایت بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ
يَمْسِي فِي الشُّوقِ وَيَقُولُ
اللَّهُمَّ لَا تُدْرِكْنِي سَنَةٌ
سَيِّئَةٌ وَلَا إِمَارَةٌ
الصَّبِيَّانِ

سنج الباری ص ۱۳

کہ حضرت ابو ہریرہ بازار میں چلتے ہوئے
بھی (اللہ کی بارگاہ میں یہ) عرض کیا کرتے
تھے کہ اے اللہ! مجھے سٹاٹھ (بھری)
کا سال اور صبیان کی امارت و حکومت
نہ پائے یعنی اس سے پہلے مجھے وفات
دے دے۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَ كَانَ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ عِلْمٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

یزید کے بارے میں مذکورہ بالا باتیں
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا مَرَّ عَنْهُ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَزِيدَ
 فَإِنَّهُ كَانَ يَدْعُو لِلَّهِ
 إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ رَأْسِ السِّتِينِ
 وَإِمَارَةِ الصَّبِيَّانِ فَاسْتَجَابَ اللَّهُ
 فَتَوَفَّاهُ لَهُ سَنَةٌ تِسْعٌ وَخَمْسِينَ وَ
 كَانَتْ وَفَاةً مُعَاوِيَةَ وَوَلَايَةَ ابْنِهِ
 سَنَةً سِتِّينَ فَعَلِمَ أَبُو هُرَيْرَةَ بَوَلَايَةَ
 يَزِيدَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ فَاسْتَعَاذَ مِنْهَا
 لِمَا عَلِمَهُ مِنْ قَبِيحِ أَحْوَالِهِ بِوِاسِطَتِهِ
 أَهْلَامِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ -

(صواعق محرقة ص ۲۱۹)

ہوئی ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کا
 علم تھا۔ اسی لیے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ
 اے اللہ! میں سنہ ۶۰ کی ابتدا اور چھوڑ کر
 کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
 اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو
 ۶۰ میں وفات دے دی اور سنہ
 میں امیر معاویہ کی وفات ہوئی۔ اور
 یزید کی حکومت ہوئی اور ابو ہریرہ جانتے
 تھے کہ سنہ ۶۰ میں یزید کی حکومت ہو
 گی اور یزید کے قبیح حالات کو وہ صادق
 مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے
 سے جانتے تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے
 اس سال سے اللہ کی پناہ طلب کی۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "إِمَارَةُ الصَّبِيَّانِ" کی شرح میں فرماتے

ہیں :-

أَمْرٌ مِنْ حُكُومَةِ الصَّغَارِ لِلْجُهَالِ
 كِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَأَوْلَادِ حَكِيمِ
 بْنِ مَرْوَانَ وَأَمْثَالِهِمْ قِيلَ رَأَى
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ فِي مَنْامِهِ
 يَلْعَبُونَ عَلَى مِنْبَرِهِ -

اس سے مراد جاہل چھوڑ کر کی حکومت
 ہے جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان
 کی اولاد اور دیگر ان جیسے۔ اور کہا گیا
 ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
 خواب میں ان کو اپنے منبر پر کھیل کو دیکھتے
 دیکھا۔

اس حدیث کو لکھ کر امام حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :-

وَفِي هَذِهِ الْإِشَارَةِ إِلَى أَنَّ أَوَّلَ الْأَخْلِيَّةِ
كَانَ فِي سَنَةِ سِتِّينَ وَهُوَ كَذَلِكَ
فَإِنَّ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ اسْتَخْلَفَ فِيهَا
وَبَقِيَ الْحَسَنَةُ أَرْبَعٌ وَسِتِّينَ فَمَا
فَتَحَ الْبَارِي ۱۳

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ان لوگوں
میں سے پہلا لڑکا شاہد بصری میں ہوگا۔
چنانچہ وہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ
شاہد ہی میں خلیفہ بنا اور چونتیسویں بصری
تک باقی رہا پھر مر گیا۔

اور یہی امام حافظ ابن حجر عسقلانی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

وَإِنَّ أَوَّلَهُمْ يَزِيدُ كَمَا دَلَّ
عَلَيْهِ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَأْسُ
سِتِّينَ وَإِمَارَةُ الصَّبِيَّانِ فَإِنَّ
يَزِيدَ كَانَ غَالِبًا يَنْزِعُ الشُّيُوخَ
مِنْ إِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارِ وَ
يُوَلِّيهِمُ الْأَصَاغِرَ مِنْ أَقَارِبِهِ
فَتَحَ الْبَارِي ۱۳

اور ان لڑکوں میں پہلا یزید ہے جیسا
کہ حضرت ابو ہریرہ کا قول راس ستین اہل
امارۃ الصبیان اس پر دلالت کرتا ہے
کیونکہ یزید اکثر حالات میں بزرگوں کو بڑے
بڑے شہروں کی حکومت سے الگ کر کے
انکی جگہ اپنے اقارب میں سے نوجوانوں کو
(عہدوں پر) مقرر کرتا تھا۔

علامہ بدر الدین عینی اور علامہ کرمانی حدیث ہلک اکتی علی یدی

اغلیمة سفہا کی شرح میں فرماتے ہیں :-

وَ أَوْلَهُمْ يَزِيدٌ عَلَيْهِ مَا
يَسْتَحِقُّ وَ كَانَ غَالِبًا يَنْزِعُ الشُّيُوخَ
مِنْ إِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارِ وَ
يُوَلِّيهِمُ الْأَصَاغِرَ مِنْ
أَقَارِبِهِ

اور ان لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے
اس پر وہی پڑے جس کا وہ مستحق ہے
وہ اکثر احوال میں بزرگوں کو بڑے بڑے
شہروں کی حکومت و امارت سے ہٹا کر
انکی جگہ اپنے عزیز و اقارب میں سے نوجوان

(عمدة القاری شرح بخاری ص ۱۸ و حاشیہ بخاری) لڑکوں کو مقرر کرتا تھا۔

اسی حدیث کی شرح میں امام ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ :-

قَوْلُهُ عَلَى يَدَي أُغَيْمَةَ أَيْ عَلَى أَيْدِي
شَبَّانِ الَّذِينَ مَا وَصَلُوا إِلَى مَرْتَبَةِ كَمَالِ
الْعَقْلِ وَاحْدَاتِ السِّنِّ الَّذِينَ لَا مَبَالَاهَ لَهُمْ
بِأَصْحَابِ الْوَقَارِ وَالظَّاهِرَانِ الْمُرَادَ مَا وَقَعَ
بَيْنَ عُثْمَانَ وَقَلْبَتِهِ وَبَيْنَ عَلِيٍّ وَالْحُسَيْنِ وَ
مَنْ قَاتَلَهُمْ قَالَ الْمَطْهَرُ لَعَلَّهُ أُرِيدَ بِهِمْ
الَّذِينَ كَانُوا بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
مِثْلَ يَزِيدَ وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ
مُرْوَانَ وَغَيْرِهِمَا

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) قول ای غیلہ
سے مراد وہ نوجوان ہیں جو کمال عقل کے
مرتبہ تک نہیں پہنچے اور وہ نوعمر ہیں جو
باوقار اصحاب کی پرواہ نہیں کرتے تھے
اور ظاہر ہے کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت
عثمان کو قتل کیا اور حضرت علی اور حضرت
حسین سے قتال کیا۔ المظہر نے فرمایا ان
سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین
کے بعد ہوئے جیسے یزید اور عبد الملک
بن مروان وغیرہما۔

(مرقاۃ)

اسی حدیث کی شرح میں یہی امام ملا علی قاری اپنی دوسری تصنیف میں

فرماتے ہیں :-

وَالْمُرَادُ يَزِيدُ بْنُ
مَعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ بَعَثَ إِلَى
الْمَدِينَةِ التَّكِينَةَ مُسَلِّمًا
بَنَ عُقْبَةَ فَأَبَاحَهَا ثَلَاثَةَ
أَيَّامٍ فَقَتَلَ مِنْ خِيَارِ أَهْلِهَا كَثِيرًا

اور (اس حدیث کے) مراد یزید بن معاویہ
ہے کیونکہ اسی نے مسلم بن عقبہ کو (لشکر
دے کر) مدینہ سکینہ کی طرف بھیجا اور
اس مدینہ کو (لشکر) کے واسطے تین
روز کے لیے مباح کر دیا۔ اور خیار
اہل مدینہ کو کثیر تعداد میں قتل کیا۔

شرح شفا ص ۱۹۴

اسی حدیث کی شرح میں علامہ علی بن احمد فرماتے ہیں :-

مِنْهُمْ يَزِيدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ وَاضْرَابُهُ
مِنْ أَعْدَاتِ مُلُوكِ بَنِي أُمَيَّةَ
فَقَدْ كَانَ مِنْهُمْ مَا كَانَ مَنْ
قَتَلَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَأَكَابِرَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْمُرَادُ أَنَّهُمْ يُهْلِكُونَ النَّاسَ بِسَبَبِ
طَلَبِهِمُ الْمُلْكَ وَالْقِتَالَ -

ان میں یزید بن معاویہ اور اس کی
مشق دوسرے نوجوان ملوک بنی امیہ ہیں
اور بیشک انھوں نے ہی اہل بیت نبوت
اور اکابر مہاجرین کو قتل کیا۔ اور حدیث
کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہلاک
کریں گے بسبب ملک و حکومت کی طلب

اور حرص کے،

سراج منیر شرح جامع صغیر ص ۲۹۱

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمُؤَيِّكِرُهُ ثَلَاثَةٌ أَحْيَاءُ ثَقِيفٍ
وَبَنِي حَنِيفَةَ وَبَنِي أُمَيَّةَ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
حال میں وفات پائی کہ آپ تین قبیلوں
کو ناپسند فرماتے تھے ایک قبیلہ ثقیف
دوسرا بنی حنیفہ اور تیسرا بنی امیہ۔

ترمذی دمشق مشکوٰۃ ص ۵۵

اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف میں ظالم حجاج بن یوسف ہوا جس نے ایک
لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قید کر کے قتل کیا۔ اور بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب ہوا جس
نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بنی امیہ میں یزید اور ابن زیاد جیسے ظالم ہوئے جنھوں
نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ابن زیاد نے جو کچھ بھی کیا یزید کے
حکم اور اس کی رضا سے کیا اور ایک یزید اور ابن زیاد ہی پر کیا بس ہے باقی
بنی امیہ نے بھی اپنی اپنی سیاہ کاریوں میں کوئی کجی نہیں کی ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ

و در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت

علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ

در خواب دید کہ بوزنہ یا بر منبر شریف

صلی اللہ علیہ وسلم بازی میکند و تعبیر
اس نے اس خواب کی تعبیر بنی اُمیہ ہی کو
است چہ گوید۔
(اشعۃ اللمعات ص ۶۲۳)

کے منبر شریف پر بند رکھیں کو رہے ہیں
اپ نے اس خواب کی تعبیر بنی اُمیہ ہی کو
قرار دیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی
باتیں ہیں۔ کیا کہا جائے۔

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّكُونُ
بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرُّ قَالَ
نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَالَ
السَّيْفُ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ
السَّيْفِ بَقِيَّةٌ قَالَ
نَعَمْ تَكُونُ إِمَارَةً
عَلَى أَقْدَاءٍ وَمُدْنَةٍ
عَلَى دُخَانٍ قُلْتُ ثُمَّ
مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَنْشَأُ
دَعَاةُ الضَّلَالِ فَإِنْ
كَانَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ
خَلِيفَةَ جَدِّ ظَهْرَكَ
وَأَخَذَ مَالَكَ فَاطِعَهُ
وَإِلَّا فَمُتَّ وَأَنْتَ عَاضٌ
عَلَى جَذَلِ شَجَرَةٍ

یا رسول اللہ! کیا اسلام کی خوبی و بہتری
کے بعد پھر برائی و بدی ہوگی جیسا کہ اسلام
سے پہلے تھی؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض
کیا اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ فرمایا
تلوار یعنی بذریعہ جنگ۔ میں نے عرض کیا
تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے
گی؟ فرمایا ہاں! اس طرح کہ حکومت،
غلط طریقے سے قائم ہوگی لوگ اس کو
خوش دلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ
بہ جبر و اکراہ اور کفر و فساد سے صلح ہوگی
میں نے عرض کی پھر کیا ہوگا؟ فرمایا کچھ
لوگ پھر گمراہی کی طرف بلائیں گے۔ پس
اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو
تمہاری پیٹھ پر ڈرے مارے اور تمہارا
مال ضبط کر لے تو بھی تم اسکی اطاعت کرو
وگرنہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے گوشہ

گیری کی حالت میں مر جاؤ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

وَدَعَاَ الضَّلَّالَ يَزِيدُ
بِالسَّامِ وَالْمُخْتَارِ بِالْعِرَاقِ وَنَحْوِ
ذَلِكَ حجة الله البالغة ﷺ
وہ گمراہی کی طرف بلانے والا شام میں
یزید تھا اور عراق میں مختار تھا اور ایسے
ہی انکی مثل دوسرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے

قول (جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے) اور شارحین کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ

وہ مغیر السنہ، بیوقوف، ناجذبہ کار، جھوٹے، ظالم، داعی ضلالت اور نوعمر لڑکے جن

کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبریں دی ہیں ان میں پہلا یزید ہے جس سے امت کی تباہی

کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ اس کے چار سالہ دور حکومت کی یہ کاریوں کا اجمالی خاکہ

یہ ہے کہ ۱۳ھ میں کربلا کا واقعہ ہوا جس میں اہل بیت نبوت، جگر گوشہ خاتم رسالت

نور دیدہ خاتون جنت، راحت جان شہنشاہ ولایت، سردار نوجوانان اہل جنت حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں، بھتیجیوں، بھائیوں اور دوستوں کو دن

دھاڑے بھوکے پیاسے عالم غربت و بے کسی میں عورتوں اور بچوں کھانسنے انتہائی بردہ

کے ساتھ شہید کر دیا گیا اور ان کی مقدس لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ خیموں کو لوٹا اور

جلایا گیا۔ عورتوں کی چادریں تک اتار لی گئیں۔ بعد ازیں ان رسول زادوں کو اونٹوں

پر بٹھا کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا اور ابن زیاد اور یزید کے دربار میں غیروں کی موجودگی

میں پیش کیا گیا اور اس طرح خاندان نبوت کی انتہائی توہین کی گئی۔

۱۳ھ میں واقعہ حصرہ ہوا جس میں سات سو صحابہ کرام اور انکی اولاد اور

اہل مدینہ چھوٹے بڑے دس ہزار کی تعداد میں ظلم و تشدد کے ساتھ موت کے گھاٹ

اتار دیئے گئے۔ یمن دن کے لیے مدینہ منورہ کو مباح قرار دے کر یزیدی فوج نے

گھروں میں گھس گھس کر جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے والی پاک دامن عورتوں کی عزت و آبرو کو لوٹا۔

۳۴ھ میں مکہ مکرمہ پر حملہ ہوا۔ جس میں بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی ہوئی منجیق کے ذریعے بیت اللہ پر سنگ باری کی گئی جس سے بیت اللہ کی دیواریں ہل گئیں غلاف شریف جل گیا۔ علاوہ ازیں بعض حرام کو حلال کر دیا گیا۔ انھی ظالمانہ اور انتہائی شرمناک واقعات کی بنا پر جنہوں نے ”دنیاے اسلام کو لرزہ بر اندام کر دیا تھا“ بعض اکابرین اُمت نے یزید پر کفر تک کا حکم لگا دیا اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دے دیا۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے حضرت صالح نے یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد نے فرمایا :-

يا بَنِي وَهَلْ تَوَلَّيْتَ يَزِيدَ أَحَدٌ مِّنْ
بِاللَّهِ وَلِمَ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ اللَّهُ
فِي كِتَابِهِ فَقُلْتُ وَابْنَ لَعْنِ اللَّهِ
يَزِيدًا فِي كِتَابِهِ فَقَالَ
فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَهَلْ
عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ
تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ
الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ
وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ فَهَلْ
يَكُونُ فِسَادٌ أَعْظَمَ

بیٹا! کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا
بھی ہوگا جو یزید سے دوستی رکھے اور
میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر
اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔
میں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں
یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا اس
آیت میں فَهَلْ عَسَيْتُمْ الْآيَةَ، کہ پھر
تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت
مل جائے تو تم ملک میں فساد برپا کرو
گے اور قطع رحمی کرو گے۔ ایسے ہی لوگ
وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا (پھر امام
نے فرمایا بیٹا! کیا اس قتل (حسین)
سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟

مِنْ هَذَا الْقَتْلِ -

الصواعق المحرقة

ص ۲۲۰

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو
حقیقت میں اس نے مجھے اذیت پہنچائی
اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے
درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

مَنْ أَذَى مُسْلِمًا فَقَدْ

أَذَى وَمَنْ أَذَى

فَقَدْ أَذَى اللَّهَ -

سراج المنیر شرح جامع صغیر ص ۲۸۰

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت
پہنچائی اس نے حقیقت میں مجھے اذیت
پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس
نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ ابو نعیم کی روایت
میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

مَنْ أَذَى شَعْرَةً مِنِّي

فَقَدْ أَذَى وَمَنْ أَذَى فَقَدْ

أَذَى اللَّهُ زَادَ أَبُو نَعِيمٍ

فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

سراج المنیر شرح جامع صغیر ص ۲۸۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی سبیعہ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! لوگ مجھے
کہتے ہیں کہ تو دوزخ کے ایندھن کی بیٹی ہے۔ یہ سُن کر :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے

اور آپ سخت غصے میں تھے۔ فرمایا ان

لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت

کے بارے میں مجھے اذیت پہنچاتے

فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَغْضَبٌ

فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُؤْذُونَنِي

فِي قَرَابَتِي وَمَنْ أَذَى

ہیں۔ یاد رکھو! جس نے مجھے اذیت پہنچائی
اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

فقد اذی اللہ

زرقاتی عنہ انوارہب ص ۱۸۱

خوب غور کیجئے! ابولہب بلاشبہ جہنم کا ایندھن ہے ارشادِ خداوندی ہے۔

سَيَصْلِي نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ، اب پڑے گا بھڑکتی ہوئی آگ میں۔

لیکن جب لوگوں نے اسکی بیٹی حضرت سبیحہ کو جہنم کے ایندھن کی بیٹی کہا تو یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا سبب بنی اور حضور کی اذیت اللہ تعالیٰ کی اذیت کا باعث ہے حالانکہ واقع میں تو بات غلط نہ تھی۔ البتہ لوگوں کا اس طرح کہنا درست نہ تھا تو اس سے اندازہ کیجئے کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے وہ کس قدر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اذیت کا باعث بنے۔

عرض ان احادیث مبارکہ میں اہل بیت اطہار کی تعظیم و تکریم کی ترغیب اور ان کو اذیت و تکلیف دینے میں سخت وعید ہے کیونکہ جب ایک مسلمان اور آپ کے ہال مبارک اور آپ کے اہل قربت کو اذیت پہنچانا حقیقت میں آپ کو اور اللہ جل شانہ کو اذیت پہنچانا ہے تو خاص آپ کی اولاد کو جو آپ کے اجزائے بدن ہیں ، تکلیف پہنچانا بلاشک و شبہ اللہ و رسول کو اذیت پہنچانا ہے اور جو اللہ و رسول کو اذیت پہنچائے اس پر قرآن میں صریح طور پر لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ
أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا القرآن
بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو
اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں
اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انزلت فی عبد اللہ بن ابی کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق اور اس

و ناسٍ مَعَهُ قَدْ فُؤَا عَائِشَةَ
رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَخَطَبَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَالَ مَنْ يَعْذِرُنِي فِي
رَجُلٍ يُؤْذِينِي،

کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی
جبکہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنها پر تہمت لگائی تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا کون میری مدد کرتا
ہے اس شخص کے بارے میں جس نے (میری بیوی پر
تہمت لگا کر) مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

درمنثور ص ۲۲۰

تو جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کو ستایا اس نے اللہ ورسول
کو اذیت دی اور مستحق لعنت ہوا اور یزید اور اس کے اعوان و انصار نے تو اہل
بیت نبوت کی وہ توہین کی اور ان کو ایسی تکلیف و اذیت پہنچائی کہ اس کے تصور
ہی سے روح تڑپ اٹھتی ہے لہذا وہ بلا شک و شبہ مستحق لعنت ہیں۔
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:-

مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ
أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ
فِي الْمَاءِ (مسلم شریف ص ۲۲۲)

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے
اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس
طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

لَا يُرِيدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ
إِلَّا أَذَابَهُ اللهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ
الرَّمَاصِ (مسلم شریف ص ۲۲۱)

جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ
کرے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں
رانگ کی طرح پگھلا دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَخَافَهُ
جو اہل مدینہ کو ڈرانے کا اللہ اس کو قیامت کے

اللَّهُ زَادَ فِي رِوَايَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَفِي أُخْرَى
وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَغَضَبُهُ رِيحُ بَنِي سُلَيْمَانَ
دن ڈرائے گا اور ایک روایت میں ہے
کہ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔

مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ ظُلْمًا أَخَافَهُ
اللَّهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.
جو اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے گا
اللہ اسکو خوفزدہ کریگا اور اس پر اللہ اور
فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت
کے دن نہ اسکی فرضی عبادت قبول ہوگی
نہ نفل۔

دفاع الوفا ص ۲۲ جذب القلوب ص ۳۳

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مَنْ أَذَى أَهْلَ الْمَدِينَةِ إِذَا هُوَ اللَّهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ
اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ
جو اہل مدینہ کو اذیت دے گا اللہ اسکو
اذیت دیگا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور
تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اسکا فرض
قبول ہوگا اور نہ نفل۔

سراج البیہر ص ۲۸

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جو اہل مدینہ کو ڈرائے، ان کو اذیت
دے بلکہ ان سے بُرائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نارِ دوزخ میں پگھلا
دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔
اور اسکی کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ یزید نے
اہل مدینہ پر حملہ کر دیا اور ان پر وہ ظلم و ستم کر دیا جس سے انسانیت بھی شرمائے۔
ان احادیث کی رو سے بھی وہ اور اس کے اعوان و انصار مستحق لعنت ہوئے۔
حضرت علامہ علی قاری محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کا قول نقل فرماتے ہیں۔

امام ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ یزید کے کافر ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے اسے کافر کہا۔ اس لیے کہ اس سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو اسکے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال کرنا اور حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے ان سے بدلہ لیا ہے۔ اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انھوں نے بدلہ میں کئے تھے یا ایسی ہی اور باتیں شاید اسی جیسے امام احمد بن حنبل نے اسے تکفیر کی ہے کہ ان کے نزدیک اسکی اس بات کی نقل ثابت ہوگی۔

قَالَ ابْنُ هَمَامٍ وَاخْتَلَفَ فِي
اِكْفَارِ يَزِيدَ قِيلَ نَعَمْ لِمَا رَوَى
عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلَى كُفْرِهِ مِنْ
تَحْلِيلِ الْخَمْرِ وَمَنْ تَفَوُّهُهُ بَعْدَ
قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاصْحَابِهِ اِنِّي
جَازِيْتُهُمْ بِمَا فَعَلُوا بِاشْيَاخِ
وَصَنَادِيْدِهِمْ فِي بَدْرِ
وَ اَمْثَالِ ذٰلِكَ وَ لَعَلَّهٗ وَجْهٌ
مَا قَالِ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بِتَكْفِيْرِهِ
لَمَا ثَبَتَ عِنْدَهُ نَقْلُ تَقْرِيرِهِ
شرح فقہ اکبر ص ۸۸

علامہ سعد الدین تفتازانی صاحب شرح عقائد فرماتے ہیں :-

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا ان لموؤں میں سے ہے جو تواریخ معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ انکی تفصیل احاد میں تو اب ہم توقف نہیں کرتے اسکی شان میں بلکہ اسکے ایمان میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے اور دوستوں پر۔

وَالْحَقُّ اَنْ رَضِيَ يَزِيدٌ بِقَتْلِ
الْحُسَيْنِ وَاسْتَبْشَارِهِ بِذِي الْحِجَّةِ
وَ اَهَانَةِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ
مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا
اِحَادًا فَهِنَّ لَا نَتَوَقَّفُ فِي شَأْنِهِ بَلْ فِي
اِيْمَانِهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلَى اَنْصَارِهِ
وَ اَعْوَابِهِ شرح عقائد ص ۱۲۰

صاحب نبراس شرح عقائد فرماتے ہیں :-

وَبَعْضُهُمْ أَطْلَقَ اللَّعْنَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ ابْنُ
الْجَوْزِيِّ الْمُحَدِّثُ وَصَنَفَ كِتَابًا بِاسْمِهِ
الرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِيدِ الْمَانِعِ عَنْ
ذِمِّ الْيَزِيدِ وَمِنْهُمْ الْإِمَامُ أَحْمَدُ
بْنُ حَنْبَلٍ وَمِنْهُمْ الْقَاضِي أَبُو يَعْلَى

اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق

ثابت کیا ہے ان میں سے ایک محدث ابن جوزی

ہیں جنہوں نے اس مسئلہ میں ایک کتاب لکھی ہے

جس کا نام انہوں نے رکھا ہے۔ ”الرّد علی

المتعصب العنيد المانع عن ذم اليزيد“

اور انھی میں احمد بن حنبل، قاضی ابو یعلیٰ بھی ہیں

یہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی وہ مشہور و معتبر کتب ہیں جن پر عقائد اہل سنت

کا دار و مدار ہے۔

نبراس علی شرح عقائد ص ۵۳

علامہ امام ابن حجر مکی جو شافعیوں کے مرجع خلائق ہیں جن کے متعلق علامہ امام تلامی
قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں رقم طراز ہیں شیخنا العالم العلامة والبحر الفہام شیخ الاسلام و
مفتی الانام صاحب التصانیف الکثیرہ والتالیف الشہیرہ مولانا وسیدنا وسندنا شیخ
شہاب الدین بن حجر المکی رحمۃ اللہ علیہ وہ فرماتے ہیں :-

جان لو اہل سنت و جماعت کا یزید بن

معاویہ کے کافر ہونے اور امیر معاویہ کے

بعد ولیعہد ہونے میں اختلاف ہوا ہے یا

گروہ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہے چنانچہ سبط

ابن الجوزی وغیرہ کا قول مشہور ہے کیونکہ

یزید کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا

سر مبارک آیا تو اس نے اہل شام کو

جمع کیا اور خیزران کی لکڑی جو اس کے ہاتھ

میں تھی اس کے امام کے سر انور کو الٹ پلٹ

إِعْلَمَ أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ

اُخْتَلَفُوا فِي تَكْفِيرِ يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ

وَوَلِيِّعَهْدِهِ مِنْ بَعْدِهِ فَقَالَتْ

طَائِفَةٌ إِنَّهُ كَافِرٌ لِقَوْلِ سِبْطِ

ابْنِ الْجَوْزِيِّ وَغَيْرِهِ الْمَشْهُورِ إِنَّهُ

لَمَّا جَاءَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

جَمَعَ أَهْلَ الشَّامِ وَجَعَلَ يَتَكْتُمُ رَأْسَهُ

بِالْخِيزَرَانِ وَيُنْشِدُ آيَاتِ

الزُّبَيْرِ هـ لَيْتَ أَشْيَاخِي يَبْدُرُ

شَهِدَ وَالْأَبْيَاتِ الْمَعْرُوفَةَ وَ
 زَادَ فِيهَا بَيْتَيْنِ مُشْتَمِلَيْنِ عَلَى
 صَرِيحِ الْكُفْرِ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ
 فِيمَا حَكَاهُ سَبَطُهُ عَنْهُ لَيْسَ
 الْعَجَبُ مِنْ قِتَالِ ابْنِ زِيَادٍ لِلْحُسَيْنِ
 وَإِنَّمَا الْعَجَبُ مِنْ خَذْلَانَ يَزِيدَ
 وَضَرْبِهِ بِإِنْقِضَابِ ثَنَائِيَا
 الْحُسَيْنِ وَحَيْلِهِ أَلْ رَسُولِ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَبَّيَا عَلَى أَقْتَابِ الْجِهَالِ
 وَذَكَرَ أَشْيَاءَ مِنْ
 قَبِيحٍ مَا أَشْتَمَرَ عَنْهُ وَ
 رَدَّهِ الرَّأْسِ إِلَى الْمَدِينَةِ
 وَقَدْ تَغَيَّرَتْ رِيحُهُ ثُمَّ
 قَالَ وَمَا كَانَ مَقْصُودَهُ
 إِلَّا الْفَضِيحَةَ وَإِظْهَارَ
 الرَّأْسِ فَيَجُوزُ أَنْ يُفْعَلَ هَذَا
 بِالْخَوَارِجِ وَالْبُغَاةِ يَكْفُونُ وَيُصَلُّ
 عَلَيْهِمْ وَيُدْفَنُونَ وَلَوْ لَمْ
 يَكُنْ فِي قَلْبِهِ أَحْقَادُ جَاهِلِيَّةٍ
 وَأَضْغَانُ بَدْرِيَّةٍ لَأَحْتَرَمَ الرَّأْسَ

کرتا تھا اور زبیری کے یہ اشعار جو مشہور
 ہیں پڑھتا تھا (اے کاش میرے بزرگ
 جو بدر میں مارے گئے آج زندہ و موجود ہوتے
 اور اس نئے شعروں میں دُشعرا اور زیادہ کئے
 جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں ابن جوزی
 نے کہا کہ ابن زیاد کا امام حسین کو قتل کرنا
 اس قدر تعجب خیز نہیں تعجب خیز تو یزید کا
 خذلان ہے اور اس کا امام کے ہاتھوں پر لکڑی
 مارنا اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قیدی بنا
 کے اونٹوں کے پالانوں پر بٹھانا ہے! ابن
 جوزی نے اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں
 کا ذکر کیا ہے جو اس یزید کے بارے میں
 مشہور ہیں۔ پھر یزید نے امام کا سر اس وقت
 مدینہ منورہ میں واپس لوٹایا جبکہ اسکی ہاتھ
 ہو چکی تھی تو اس سے اسکا مقصد سوائے
 فضیحت اور سرانور کی توہین کے اور کیا تھا۔ حالانکہ
 خارجیوں اور باغیوں کی تمیز و تکمین اور نمازِ جنازہ
 بھی جائز ہے (چہ جائیکہ فرزندِ رسول کے
 ساتھ یہ سلوک کیا جاتا) اور اگر اس کے دل میں
 جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگِ بدر کا ارتقا
 جذبہ نہ ہوتا تو جب اسکے پاس امام کا سر انور

لَمَّا وَصَلَ إِلَيْهِ وَكَفَّنَهُ وَدَقَّنَهُ وَ
أَحْسَنَ إِلَى آلِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(الصواعق المحرقة ص ۲۱۸)

پہنچا تھا وہ اس کا احترام کرتا اور اس کو کفن میں کر
دفن کرتا اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نہایت اچھا سلوک کرتا۔

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں :-

وَقَدْ قَالَ الْأَمَامُ أَحْمَدُ
يَكْفِرُهُ وَنَاهَيْكَ بِهِ وَرُعَا وَ
عِلْمًا يَقْتَضِيَانِ أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ
ذَلِكَ إِلَّا لِمَا ثَبَتَ عِنْدَهُ مِنْ
أُمُورٍ صَرِيحَةٍ وَقَعَتْ مِنْهُ
تُوجِبُ ذَلِكَ وَفَقَّهُ عَلَى ذَلِكَ
جَمَاعَةٌ كَابْنِ الْجَوَازِيِّ وَغَيْرِهِمْ وَ
أَمَّا فَسَقُهُ فَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَيْهِ
وَاجَازَ قَوْمٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ لَعْنَهُ
بِخُصُوصِ اسْمِهِ وَرُويَ ذَلِكَ
عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ قَالَ
ابْنُ الْجَوَازِيِّ صَنَّفَ الْقَاضِي
أَبُو يَعْقُوبَ كِتَابًا بِأَيِّمَنْ كَانَ يَسْتَحِقُّ
الْلَعْنََةَ وَذَكَرَ مِنْهُمْ يَزِيدَ

(اسعاف الراغبین ص ۱۱۱)

اور بیشک امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل
ہیں اور ان کا علم اور ورع اس بات کا مقتضی
ہے کہ انھوں نے یزید کو کافر اسی وقت کہا ہو گا
جبکہ ان کے نزدیک صریح طور پر وہ امور ثابت
ہو گئے ہوں اور یزید سے وہ باتیں واقع
ہوتی ہوں گی جو موجب کفر ہیں اور کفر یزید کے
کے قول پر علماء کی ایک جماعت نے انکی
موافقت کی جیسے ابن جوزی وغیرہ اور ہا
یزید کا فاسق ہونا تو بلاشبہ اس پر تو علماء کا
اجماع ہے اور بہت سے علماء نے تو یزید کا نام
کے اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے اور
امام احمد سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی
نے کہا ہے کہ امام قاضی ابو یعلیٰ نے سختی
لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے
ان میں یزید کا بھی ذکر کیا ہے۔

قطب القطاب، غوث الثقلین، شیخ شیوخ العالم، امام الاصفیاء، محی الدین ابو محمد سید

عبد القادر احسنی و احمسنی ابجیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

اور ہم عاشورا کے فضائل میں سے بیان کرتے ہیں کہ بیشک یوم عاشورا میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید کئے گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے کہ حضرت حسین آپ کے پاس آئے تو میں نے دروازے سے ان دونوں کو دیکھا تو حضرت حسین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر کھیل رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھوڑی سی مٹی تھی اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر جب حسین چلے گئے تو میں نے آپ کے پاس آکر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ میں نے آپ کے ہاتھ میں مٹی اور آپ کو روتے ہوئے دیکھا ہے اپنے مجھ سے فرمایا کہ جب حسین میرے سینے پر کھیل رہے تھے اور میں اس کے سر پر ہوتا تھا تو میرے پاس حیرتوں میں آئے اور انھوں نے مجھے یہ مٹی دی (اور کہا کہ) اس پر حسین قتل کیا جائیگا۔ اس لیے میں رویا ہوں اور حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک نے نبی کریم صلی

وَتَذَكُرُ مِنْ فَضَائِلِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَنَّ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قُتِلَ فِيهِ رُوي عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِي إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ الْحُسَيْنُ فَطَالَعَتْ عَلَيْهِمَا مِنَ الْبَابِ وَإِذْ الْحُسَيْنُ عَلَى صَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْعَبُ وَفِي يَدَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةً مِنْ طِينٍ وَدُمُوعُهُ تَجْرِي فَلَمَّا خَرَجَ الْحُسَيْنُ دَخَلْتُ فَقُلْتُ يَا بِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ طَالَعْتُ عَلَيْكَ وَفِي يَدِكَ طِينَةٌ وَأَنْتَ تَبْكِي فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي فَلَمَّا فَرِحْتُ بِهِ وَهُوَ عَلَى صَدْرِي يَلْعَبُ أَنَا فِي جَبْرِئِيلُ وَنَا وَلِي الطِّينَةَ الَّتِي يُقْتَلُ عَلَيْهَا فَلَمَّا لَدَّ بَكَيْتُ وَرُوي عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ إِنَّتِ سُلَيْمَانَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اسکو بشارت دیتے ہیں اور اس نے سلف و کرم فرمایا ہے میں صبح اس نے حضرت حسن بصری سے اس خواب کے متعلق پوچھا تو حضرت حسن بصری نے اس سے کہا کہ شاید تو نے کوئی نیکی اہل بیت نبوت سے کی ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے حضرت حسین بن علی کا سر یزید بن معاویہ کے مخزنانہ میں پایا تو میں نے سر مبارک کو پانچ ریشمی کھن پہنا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کو نماز پڑھی اور اسکو دفن کیا ہے تو حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ بلاشبہ تیرے اس فعل کے سبب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے راضی ہوئے ہیں اور آپ نے تجھ پر مہربانی فرمائی اور تجھے بشارت دی ہے۔ سلیمان بن عبد الملک نے حضرت حسن پر احسان کیا اور بہت سے انعامات و ہدیے پیش کئے۔ اور حضرت حمزہ بن زبیر سے روایت وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ دونوں حضرت حسین بن علی کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں اور ہم کو خبر دی ابو نصر نے اپنے

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ يُبَشِّرُهُ وَيُلَاطِفُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ سَأَلَ الْحَسَنَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ لَعَلَّكَ فَعَلْتَ إِلَى أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرُوفًا فَقَالَ نَعَمْ وَجِدْتُ رَأْسَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ فِي خَزَانَةِ يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَكَسَوْتُهُ خَمْسَةً مِنَ الدِّيَابِاجِ وَصَلَيْتُ عَلَيْهِ مَعَ جَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِي وَقَبْرَتَهُ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ لَقَدْ رَضِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْكَ بِسَبَبِ ذَلِكَ فَأَحْسَنَ إِلَيَّ الْحَسَنُ رَحْمَةً اللَّهُ وَأَمْرًا لُهُ بِالْجَوَائِزِ وَرَوَى عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الرَّيَّاتِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَنَامِ يُصَلِّيَانِ عَلَى قَبْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ عَنْ وَالِدِهِ بِأَسْنَادِهِ عَنْ إِسَامَةَ عَنْ

والد سے اپنی اسناد سے حضرت امام سے
انہوں نے حضرت امام جعفر صادق بن امام
محمد باقر سے وہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت
حسین بن علی شہید ہوئے اس دن ستر ہزار
فرشتے انکی قبر پر اترے وہ قیامت تک ان
پر روئیں گے۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے بیٹے کی شہادت کے لیے وہ دن منتخب کیا
جو دنوں میں بہت عظیم اور بہت بلند دن
ہے تاکہ اس کے سبب سے ان (امام حسین)
کے درجات اور انکی بزرگیوں میں اور
اضافہ کرے اور انکو خلفاء راشدین کے مرتبوں
پر فائز فرمائے جو شہادت کا درجہ حاصل کیے
شہید ہوئے۔ اور اگر حضرت حسین کی شہادت
کے دن کو مصیبت کا دن بنانا جائز ہوتا تو
دوشنبہ (پیر) کا دن اس سے زیادہ لائق تھا
کہ اسکو مصیبت کا دن قرار دیا جانا کیونکہ
اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو قبض فرمایا۔

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ هَبَطَ عَلَيَّ قَبْرِ
الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ يَوْمَ أُصَيْبِ
سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَبْكُونَ عَلَيْهِ
الْحَيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

غنية الطالبين

باب فضائل عاشوراء

اس کے بعد فرماتے ہیں :-

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى اخْتَارَ لِسَبْطِ
بَيْتِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الشَّهَادَةَ فِي أَشْرَفِ الْأَيَّامِ وَأَعْظَمِهَا
وَأَجْلَاهَا وَارْفَعَهَا عِنْدَهُ لِيَزِيدَهُ
بِذَلِكَ رِفْعَةً فِي دَرَجَاتِهِ وَ
كَرَامَاتِهِ مِصَافَةً إِلَى كَرَامَتِهِ
وَبَلَّغَهُ مَنَازِلَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
الشُّهَدَاءِ بِالشَّهَادَةِ وَلَوْ جَازَانِ
يَتَّخَذُ يَوْمَ مَوْتِهِ يَوْمَ مُصِيبَتِهِ
لَكَانَ يَوْمَ الْإِثْنِينَ أَوْلَى
بِذَلِكَ إِذْ قَبِضَ اللَّهُ تَعَالَى بَيْتَهُ
مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غنية الطالبين

بعض علماء یزید بد بخت کے بارے میں
 (لعنت کرنے میں) توقف کرتے ہیں اور
 بعض لوگ تو براہِ غلو و افراط یزید کے معاملے
 میں اور اسکی دوستی میں اس قدر بہہ گئے
 ہیں کہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے اتفاق سے
 امیر ہوا تھا اور اسکی اطاعت امام حسین
 پر واجب تھی۔ ہم اس قول اور اس اعتقاد
 سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حاشا کہ وہ
 یزید امام حسین کے ہوتے ہوئے کیونکر امام
 امیر ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کا اتفاق بھی
 اس پر کب ہوا صحابہ کرام اور تابعین جو
 اس کے زمانے میں تھے سب اس کے منکر
 اور اس کی اطاعت سے خارج تھے۔
 مدینہ طیبہ سے ایک جماعت جبراً و کرہاً اس
 کے پاس شام میں گئی تھی اس نے انکی
 بہت آؤ بھگت اور خاطر مدارات کی اور
 ان کو تحفے تحائف دیئے لیکن جب انہوں
 نے اس کے بدترین کارناموں اور اس کے
 خطرناک انجام پر غور کیا تو مدینہ میں واپس
 آکر اسکی بیعت توڑ دی اور اعلان کیا کہ
 (یزید) اللہ کا دشمن، شرابی، تارک الصلوٰۃ،

بعضے در یزید شقی نیز توقف کنندہ و بعضے براہ
 غلو و افراط در شانِ وے و مولات وے روند
 و گویند کہ وے بعد ازاں کہ باتفاق
 مسلمانان امیر شد اطاعت وے بر امام حسین
 واجب شد فعوذ باللہ من هذا القول و
 من هذا الاعتقاد حاشا کہ وے باوجود
 امام حسین امام و امیر شود و اتفاق مسلمانان
 بر وے کے شد و جمعی صحابہ کہ در زمان
 یزید پیدا بودند و اولاد اصحاب ہم منکر و
 خارج از اطاعت وے بودند نعم جماعتی
 از مدینہ مطہرہ بشام نزد وے کر ہوا و جبراً
 رفتند و او جائز ہائے سنی و فائدہ ہائے
 ہنی نزد ایشان نہاد بعد از انکہ حال قباحت
 مال اور ایدند بدینہ باز آمدند و خلع
 بیعت وے کردند و گفتند کہ وے عدو اللہ
 و شارب الخمر و تارک الصلوٰۃ و زانی و
 فاسق و ستمل محارم است و بعضے دیگر
 گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت مکروہ و
 و بدای راضی نبوده و بعد از قتل وے و
 اہل بیت وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 و مستبشر شدہ اس سخن مردود و باطل است

زانی فاسق اور حرام چیزوں کا حلال کرنے والا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس (زید) نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور ہوا۔ یہ بات بھی مردود اور باص ہے اس لیے کہ اس شقی کا اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجہ تو اترا کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکابره یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے اس لیے کہ نفس مومن و مومنہ کا قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی باتیں بنانے والوں پر افسوس ہے کہ وہ صریح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر نہیں رکھتے کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض رکھنا اور ان کو ایذا پہنچانا اور ان کی توہین کرنا حقیقت

چہ عداوت آل بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار و بے یقین ایشاں و اذلال و اہانت اور ایشاں و ابد جزا تو اترا معنوی رسیدہ است و انکار آن تکلف و مکابره است و بعضے گویند کہ قتل امام گناہ کبیرہ است چہ قتل نفس مومن یا مومنہ بناحق کبیرہ است نہ کفر و لعنت مخصوص بہ کافراں است ولایت شعری کہ ارباباں اقادیل با حدیث نبوی کہ ناطق اند با آنکہ بعض و ایذا و اہانت فاطمہ و اولاد و ذریعہ بغض و عداوت و اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہ میگویند۔ و آل سبب کفر و موجب لعن و خلود نار جہنم است بلا شک و ریب انّ الذین یؤذون اللہ و رسولہ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فی الدنیا و الآخرة و اعدّ لہم عذابا مہینا و بعضے دیگر گویند کہ خاتمت مے معلوم نیست شاید بعد از ارتکاب آن کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و در نفس آخر توبہ رفتہ باشد و میل امام محمد غزالی در احیاء العلوم باہن حکایت است و بعضے از علماء سلف و اعلام امت مثل امام

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 بغض رکھنا اور آپ کو ایذا پہنچانا اور
 آپ کی توہین کرنا ہے اور یہ بلا شک و شبہ
 موجب کفر و لعنت و خلودِ نارِ جہنم ہے۔ اللہ
 کا فرمان ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور
 اُس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن پر
 دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اُن
 کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ اور بعض
 کہتے ہیں کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم
 نہیں شاید اس ارتکابِ کفر و معصیت کے
 بعد اس نے توبہ کر لی ہو اور خاتمہ اسکا
 توبہ کی حالت میں ہوا ہو اور امام محمد
 غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان
 ہے اور بعض علماء سلف و اکابرین امت
 مثلاً امام احمد بن حنبل اور ان جیسے دوسرے
 جلیل القدر ائمہ کرام نے اور ابن جوزی کہ
 حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ
 سخت ہیں اپنی کتاب میں سلف صاحبین
 سے یزید پر لعنت کرنا نقل کیا ہے اور
 بعض نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے
 اور بعض توقف کرتے ہیں الحاصل ہمارے

احمد حنبل و امثال او برے لعنت کردہ
 اندو ابن جوزی کہ کمال شدت و تعصب در
 در حفظ سنت و شریعت دارد در کتاب خود
 لعن وے از سلف نقل کرده و بعضے منع
 کرده اند و بعضے متوقف مانده اند و باجملہ
 وے مبعوض ترین مردم است نزد ما و کار
 مائیکہ آل بے سعادت دریں امت کردہ
 پیچ کس نکرده و بعد از قتل امام حسین و اہل بیت
 اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل
 اہل آل فرستادہ و بقیہ از اصحاب و تابعین
 را امر بقتل کردہ و بعد از تخریب مدینہ منورہ
 امر بہ انہدام حرم مکہ معظمہ و قتل عبداللہ بن
 زبیر کردہ و ہم در اثنائے ایں حالت از
 دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع اورا
 خداوند حق تعالیٰ دل ہائے مارا و تمامہ
 مسلمان ہارا از محبت و موالات وے و
 احوان و انصار وے و ہر کہ با اہل بیت نبوت
 بد بودہ و بد اندیشیدہ و حق ایشان با پمال
 کردہ و با ایشان براہ محبت و صدق عقیدت
 نیست و نبودہ نگاہ دارد و مارا و دوستان
 مارا اور زمرہ مجبان ایشان محشور گرداند و

در دنیا و آخرت بر دین و کیش ایشان بدار
وَمَنْتَهُ وَكَرَمَهُ وَهُوَ قَرِيبٌ حَبِيبٌ، آمین

(تکمیل الایمان ص ۹۷)

نزدیک یزید سب سے زیادہ مبغوض ہے
اس شقی نے اس امت میں وہ کام کئے کہ

کسی اور نے نہیں کئے۔ (مثلاً) امام حسین

کے قتل اور اہل بیت کی اہانت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب کے لیے لشکر کا بھیجنا

اور صحابہ و تابعین کے قتل کا حکم کرنا اور مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد حرم مکہ کو ڈھانے

کا حکم دینا وغیرہ اور اسی اثنا میں وہ مر گیا۔ تو ایسے حال میں اسکی توبہ و رجوع کا احتمال

خدا ہی جان سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو اسکی اور اس کے

دوستوں اور مددگاروں کی محبت و دوستی سے محفوظ رکھے اور ہر اس شخص جس نے اہل

بیت نبوت سے برائی کی ہو اور ان کا بُرا چاہا ہو اور ان کا حق پامال کیا ہو اور ان سے

سچی عقیدت و محبت کی راہ نہ چلا ہو کی محبت سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ہم کو اور ہمارے دوستوں کو قیامت کے دن اہل

بیت نبوت کے سچے محبوبوں میں اٹھائے اور دنیا و آخرت میں دین اسلام اور ان کے

طریقہ پر رکھے۔ وَهُوَ قَرِيبٌ حَبِيبٌ۔ آمین

امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق

کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی

کا یزید پر لعنت کرنا نقل کیا گیا ہے اس

لیے کہ جب اس نے امام حسین کے قتل کا حکم

دیا تھا وہ کافر ہو گیا تھا اور عبور علماء اس کے

متفق ہیں کہ جس نے امام کو قتل کیا اور جس نے

قتل کا حکم دیا اور جس نے اسکی اجازت دی اور

وَقَدْ اَطْلَقَ بَعْضُهُمْ فِيمَا نَقَلَهُ

السَّوْلِيُّ سَعْدُ الدِّينِ اللُّعْنَ عَلٰی

يَزِيْدٍ لِمَا اَنَّهُ كَفَرَ حِيْنَ اَمَرَ

بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ اتَّفَقُوا عَلٰی

جَوَازِ اللُّعْنِ عَلٰی مَنْ قَتَلَهُ اَوْ اَمَرَ

بِهٖ اَوْ اَجَازَهُ وَ رَضِيَ بِهٖ وَ الْحَقُّ

اِنَّ رَضًا يَزِيْدُ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ

جو ان کے قتل پر راضی ہوا اس پر لعنت
 کرنا جائز ہے اور حق بات یہی ہے کہ یزید کا
 امام کے قتل پر راضی ہونا اور اس پر خوش
 ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 توہین کرنا تو اتر معنوی کے ساتھ ثابت ہو
 چکا ہے اگرچہ اسکی تفصیل احادیث میں
 ہم نہیں توقف کرتے اسکی شان میں بلکہ
 اس کے ایمان میں اللہ کی لعنت ہو اس پر
 اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر۔

اسْتَبْشَارُهُ بِذَلِكَ وَاهَانَهُ
 اَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ
 وَإِنْ كَانَ تَفَاصِيلُهَا أَحَادًا
 فَحَنْ لَا نَتَوَقَّفُ فِي شَأْنِهِ
 بَلْ فِي إِيمَانِهِ لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِ
 وَعَلَى أَنْصَارِهِ وَأَعْوَانِهِ

ارشاد الساری

۱۱

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :-

اللہ کی لعنت ہو امام حسین کے قاتل ابن
 زیاد اور یزید پر۔ امام کربلا میں شہید ہوئے
 اور آپکی شہادت کا قصہ طویل ہے۔ قلب اسکے
 ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

لَعْنَةُ اللهِ قَاتِلِهِ وَابْنِ زِيَادٍ مَعَهُ وَيَزِيدٍ
 اَيْضًا وَكَانَ قَتْلُهُ بِكُرْبَلَاءَ وَفِي قَلْبِهِ قِصَّةٌ
 فِيهَا طَوْلٌ لَا يَحْتَمِلُ الْقَلْبُ ذِكْرَهَا فَإِنَّا
 لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ تَارِيخُ الْخُلَفَاءِ ۸

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :-

اور جو شخص یزید کو امام ابن امام کہتا ہے تو
 اگر اس سے اسکی مراد صرف یہ ہے کہ دو گنے
 اموی اور عباسی خلفاء کی طرح اس نے بھی
 حکومت کی تو یہ صحیح ہے لیکن وہ اس معاملے
 میں کسی طرح دشنا اور تعظیم و تفضیل کا مستحق
 نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو حکومت و

وَمَنْ قَالَ أَنَّهُ إِمَامُ ابْنِ
 إِمَامٍ فَإِنْ أَرَادَ بِذَلِكَ أَنَّهُ تَوَلَّى
 الْخِلَافَةَ كَمَا تَوَلَّاهَا سَائِرُ خُلَفَاءِ
 بَنِي أُمَيَّةَ وَالْعَبَّاسِ فَهَذَا صَحِيحٌ
 لَكِنْ لَيْسَ فِي ذَلِكَ مَا يُوجِبُ
 مَدْحَهُ وَتَعْظِيمَهُ وَالشَّنَاءَ

سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے
 وہ خلفاء راشدین مہدیین میں سے نہیں ہوتا
 صرف لوگوں پر حکمران ہو جانے سے انسان قبل
 مدح و ستائش نہیں ہو جاتا اور نہ اس پر
 مستحق اجر و ثواب ہو جاتا ہے مدح و ثواب
 کے لائق تو وہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ عدل
 انصاف، حق و صداقت امر بالمعروف، نہی
 عن المنکر اور جہاد اور حدود اللہ کو قائم کرنے
 اسی طرح ظلم و کذب امر بالمنکر، نہی عن المعروف
 حدود اللہ کو معطل اور حقوق العباد کو ضائع
 اور جہاد کو ترک کرنے سے انسان قابل مدح
 گرفت ہو جاتا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل
 سے یزید کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اس سے
 حدیث روایت کی جائے؟ تو انہوں نے فرمایا
 نہیں! اس کا یہ مقام نہیں۔ کیا یہ وہی شخص
 نہیں ہے جس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا جو کیا؟
 اور ان کے فرزند نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم
 یزید کو محبوب سمجھتے ہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا
 کیا کوئی شخص جس میں ذرا بھی خیر و بھلائی ہو
 وہ یزید کو محبوب رکھ سکتا ہے؟ تو ان کے
 فرزند نے کہا پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں

عَلَيْهِ وَتَقْدِيمَهُ فَلَيْسَ كُلُّ مَنْ
 تَوَلَّى كَانَ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
 وَالْإِمَامَةِ الْمَهْدِيِّينَ فَجُرَدَ الْوِلَايَةُ
 عَلَى النَّاسِ لَا يُسَدَّحُ بِهَا الْإِنْسَانُ
 وَلَا يَسْتَحِقُّ عَلَى ذَلِكَ الثَّوَابَ
 وَإِنَّمَا يُسَدَّحُ وَثِيَابُ عَلَى مَا
 يُفَعَلُ مِنَ الْعَدْلِ وَالصِّدْقِ
 وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْجِهَادِ وَإِقَامَةِ
 الْحُدُودِ كَمَا يَدْمُ وَيُعَاقَبُ
 عَلَى مَا يُفَعَلُ مِنَ الظُّلْمِ وَ
 الْكُذْبِ وَالْأَمْرِ بِالْمُنْكَرِ
 وَالنَّهْيِ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَتَعْطِيلِ الْحُدُودِ
 تَضْيِيعِ الْحَقُوقِ وَتَعْطِيلِ الْجِهَادِ
 وَقَدْ سُئِلَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
 عَنْ يَزِيدَ أَيَكْتَبُ عَنْهُ الْحَدِيثُ؟
 فَقَالَ لَا؛ وَلَا كِرَامَةٌ أَيْسَ هُوَ
 الَّذِي فَعَلَ بِأَهْلِ الْحَرَّةِ مَا فَعَلَ
 وَقَالَ ابْنُ أَنَسٍ إِنَّ قَوْمًا يَقُولُونَ إِنَّا نَحِبُّ
 يَزِيدَ؟ فَقَالَ هَلْ يُحِبُّ يَزِيدَ أَحَدٌ

خَيْرَ قَبِيلٍ لَهُ فَلَمَّا ذَا لَلْعَنَةُ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتَ
 اَبَاكَ يَلْعَنُ أَحَدًا (یزید بن معاویہ ۲۹ ابن تیمیہ اکیڈمی لاہور)

کرتے؛ فرمایا کیا تم نے اپنے باپ کو کسی پر
 لعنت کرتے دیکھا ہے۔

ف! ابن تیمیہ کی اس روایت کے آخری الفاظ کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیا
 تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرنے دیکھا ہے" کا یہ مطلب نہیں کہ یزید مستحق لعنت نہیں ہے
 گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے قرآن کریم سے یزید پر لعنت ثلثت
 کی۔ غواص بحر حقیقت حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں:-

از بیروں طعنہ زنی بر بایزید! واز درونت ننگ می دارد یزید

تو باہر سے بایزید پر طعنہ زنی کرتا ہے اور تیرے باطن سے یزید کو بھی شرم آتی ہے

علامہ امام حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں:-

وَقَدْ رَوَى أَنَّ يَزِيدَ كَانَ قَدِ
 اشْتَهَرَ بِالْمَعَارِيفِ وَ شَرِبَ الْخَمْرَ
 وَالْغِنَا وَالصَّيْدَ وَ اتَّخَذَ الْغِلْمَانَ
 وَالْقِيَانَ وَ الْكِلَابَ وَ الْبِظَاحَ
 بَيْنَ الْكَبَاشِ وَ الدَّبَابِ وَ الْقُرُودِ
 وَ مَا مِنْ يَوْمٍ إِلَّا يَصْبَحُ فِيهِ
 مَخْمُورًا وَ كَانَ يَشُدُّ الْقِرَدَ
 عَلَى فَرَسٍ مُسْرِجَةٍ بِجَمَالٍ وَ
 يَسُوقُ بِهِ وَ يَلْبَسُ الْقِرَدَ
 قَلَانِسَ الذَّهَبِ وَ كَذَلِكَ
 الْغِلْمَانَ وَ كَانَ يُسَاقُ بَيْنَ
 الْخَيْلِ وَ كَانَ إِذَا مَاتَ الْقِرَدُ حَزَنَ

اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید مشہور
 تھا آلاتِ لہو و لعب کے ساتھ اور شراب کے پینے
 اور گانا بجانا سننے اور شکار کھیلنے اور بے
 ریش لڑکوں کو رکھنے اور چھینے بجانے اور کتوں
 کے رکھنے میں اور سینگوں والے دنبوں اور
 ریکھوں اور بندوں کو آپس میں لڑانے میں اور
 کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جبکہ وہ شراب سے
 مخمور نہ ہوتا۔ اور بندوں کو زین شدہ گھوڑوں
 پر سوار کر کے دوڑاتا تھا اور بندوں کے سروں
 پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا اور ایسے ہی لڑکوں
 کے سروں پر بھی اور گھوڑوں کی دوڑ کرانا
 اور جب کوئی بند مر جاتا تھا تو اسکو اس کے

عَلَيْهِ وَقِيلَ إِنَّ سَبَبَ مَوْتِهِ أَنَّهُ
حَمَلُ قِرْدَةٍ وَجَعَلَ يَنْقُزُهَا
فَعَضَّتْهُ وَذَكَرُوا عَنْهُ غَيْرَ
ذَلِكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذَلِكَ

البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵

مرنے کا صدمہ ہوتا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ
اسکی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بند
کو اٹھایا ہوا تھا اور اسکو ہچھالتا تھا کہ اس
اسکو کاٹ لیا۔ مورخین نے اس کے علاوہ بھی
اس کے قبائح بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم،

شافعیوں کے امام اور جلیل القدر فقیہ علامہ الکیا المرسی رحمۃ اللہ علیہ سے یزید کے
بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یزید صحابہ میں سے ہے اور کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟
تو انھوں نے جواب دیا۔

أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنَ الصَّحَابَةِ
لِأَنَّهُ وُلِدَ فِي أَيَّامِ عُثْمَانَ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ أَمَا
قَوْلُ السَّلَفِ فِيهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ
مَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَ مَالِكٍ وَ أَحْمَدَ
قَوْلَانِ تَصْرِيحٌ وَ تَلْوِيحٌ وَ لَنَا
قَوْلٌ وَ أَحَدُ النَّصِيحِ دُونَ
التَّلْوِيحِ وَ كَيْفَ لَا يَكُونُ كَذَلِكَ
وَ هُوَ الْمُتَصَيِّدُ بِالْفَهْدِ وَ يُلَاعِبُ
بِالنَّزْدِ وَ مُدِّ مِنَ الْخَيْرِ وَ مِنْ
شَعْرِهِ فِي الْخَيْرِ

کہ وہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ
اسکی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ رہا اس پر لعنت کرنا
تو اس میں سلف صالحین امام ابو حنیفہ، امام مالک
اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں
ایک تصریح کے ساتھ (یعنی اسکا نام لیکر
لعنت کرنا) دوسرا تلویح کے ساتھ (یعنی بغیر
نام لیے اشارۃً جیسے اللہ امام کے قاتلوں اور
دشمنوں پر لعنت کرے) لیکن ہمارے نزدیک
ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح اور
کیوں نہ ہو جبکہ وہ یزید چیتوں کا شکار کھیلتا
اور زرد سے کھیلتا اور ہمیشہ شراب پیتا تھا چنانچہ
اسی کے اشعار میں سے ایک شراب کے بارے میں

خَذُوا بِنَصِيبٍ مِّنْ نَّعِيمٍ وَلَذَّةَ
فَكْلٍ وَإِن طَالَ الْمُدُّ يَتَصَرَّمُ
وَكَتَبَ فَصْلًا طَوِيلًا أَحْرَبْنَا
عَنْ ذِكْرِهِ ثُمَّ قَلَّبَ الْوَرْقَةَ وَ
كَتَبَ وَلَوْ مَدَدَتْ بِيَاضُ
لَا طَلَقَتْ الْعَنَانَ وَبَسَطَتْ
الْكَلَامَ فِي مَخَازِي هَذَا الرَّجُلِ

حیوة المیوان ۲۲۵

یہ ہے۔

کہ میں اپنے ساتھیوں کے کہتا ہوں جن کو دور
جام و شراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی گرمیاں
ترجم سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں اور لذتوں
کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو
جائے گا خواہ اسکی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ
(لہذا جو عیش کرنا ہے کر لو پھر وقت ہاتھ نہیں
آئیگا) اور اس پر فقیہ المرسی نے ایک لمبی

فصل لکھی ہے جس کے ذکر کو ہم نے (طول کی وجہ سے) چھوڑ دیا ہے۔ پھر انھوں نے ایک
ورق پٹا اور لکھا کہ اگر اس میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیل چھوڑ دیتا اور
کافی تفصیل سے اس شخص (یزید) کی رسوائیاں لکھتا۔

امام ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کہنے

کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فَلَا يَجُوزُ اصْلًا بَخْلَافِ يَزِيدَ
وَ ابْنِ زِيَادٍ وَ امثالِهَا هَا نَ بَعْضَ
الْعُلَمَاءِ جُوزَ وَ الْعَنُهَا بَلِ الْاِمَامُ
اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ بِكُفْرِ يَزِيدَ
لَكِنْ جَمْهُورُ اَهْلِ السُّنَّةِ لَا
بِجُوزِ لَعْنَةِ لَعْنَهُ حَيْثُ لَمْ
يُثْبِتْ كُفْرَهُ عِنْدَهُمْ

شرح شفاء ۵۱۶

پس ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہاں یزید اور ابن
زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر جائز
ہے کیونکہ بعض علماء کرام نے ان دونوں پر
لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے بلکہ امام احمد
بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں۔ لیکن جمہور
اہل سنت یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے
کیونکہ ان کے نزدیک اس کا کفر ثابت

نہیں ہوا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی
 او کرا سخن است کارے کہ آن بدبخت کردہ
 بیچ کافر فرنگ نہ کند۔ بعضے از علماء اہل سنت
 کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ ازوے
 راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ
 کردہ اند۔

(مکتوبات شریف ص ۵۴)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

یزید بے دولت از زمرہ فسق است۔ توقف
 در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است
 کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ
 کردہ اند مگر آنکہ یہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر
 بودہ کابی لہب الجہنمی وامرأتہ
 نہ آنکہ او شایان لعنت نیست ان الذین
 یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی
 الدنیا والآخرۃ،

(مکتوبات شریف ص ۲۵۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ :-

بعضے در شان وے براہ افراط و موالات
 رفتہ میگویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاق
 بعض لوگ یزید کے معاملے میں براہ افراط و
 دوستی کہتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے اتفاق

یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں اسکی
 بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت
 نے کئے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا
 بعض علماء اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف
 کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں
 بلکہ اس رعایت کے رجوع و توبہ کا احتمال ہو
 سکتا ہے۔

مسلماناں امیر شد اطاعتش را بر امام حسین واجب شد و نہ استند کہ وے با وجود امام حسین امیر شود اتفاق مسلماناں کے شد۔ جماعتے از صحابہ و اولاد صحابہ خارج از اطاعت او بودند و برخے کہ حلقہ اطاعت او بگردن انداختند چون حال او از شرب خمر و ترک صلوة و زنا و استحلال محارم معاینہ کردند بمدینہ منورہ باز آمدند و خلع بیعت کردند و بعضے گویند کہ وے امر بقتل امام حسین نکرده و نہ بدای راضی بودند و نہ بعد از قتل وے و اہل بیت وے مستبشر شد و این سخن نیز باطل است قال العلامة التفزازانی فی شرح العقائد النسفیة والحق۔ الخ و بعضے دیگر گویند کہ قبل امام حسین گناہ کبیرہ است نہ کفر و لعنت مخصوص بہ کفار است و نازم بر فطانت ایشان نہ استند کہ کفر یک طرف خود ایدائے رسول شقیلین چہ ثمرہ می وارد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤَدُّونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعْنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ و بعضے دیگر گویند کہ حال خاتمہ وے

سے امیر مقرر ہوا تھا لہذا اسکی اطاعت امام حسین پر واجب تھی ایسے لوگ نہیں جانتے کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کیسے امیر ہو سکتا تھا اور اسکی امارت پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؛ صحابہ کرام کی ایک جماعت اور ان کی اولاد اسکی اطاعت سے خارج تھی اور کچھ لوگ جنہوں نے اسکی اطاعت قبول کی جب انہوں نے اس کے شرب تہنہ تارک الصلوة ہونے، زنا کار ہونے اور محارم کا حلال کرنے والا ہونے کا معائنہ کیا تو مدینہ منورہ واپس آکر خلع بیعت کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اسے راضی تھا اور نہ وہ آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش ہوا یہ سخن بھی باطل ہے۔ علامہ تفزازانی شرح عقاید نسفیہ میں فرماتے ہیں (آگے شرح عقائد کی وہ عبارت ہے، جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے)

اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت مخصوص بکفار ہے ایسے لوگوں کی فطانت پر افسوس

ان کو یہ نہیں معلوم کہ کفر تو دوسری چیز ہے
خود ایزائے رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کیا
نتیجہ و ثمرہ رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
کہ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا
پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی
لعنت ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا
عذاب ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمے کا حال
معلوم نہیں۔ شاید اس نے کفر و معصیت کے
ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو اور اسکی آخری
سانس توبہ پر نکلی ہو۔ اور امام غزالی کا خیال
العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور مخفی
نہ رہے کہ معاصی سے توبہ اور رجوع کا
صرف احتمال ہی احتمال ہے ورنہ اس
بے سعادت نے اس امت میں جو کچھ کیا ہے
وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ امام حسین کے قتل
کے بعد اہل بیت کی اہانت اور مدینہ منورہ
کے خراب کرنے اور وہاں کے رہنے والوں
کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور اس واقعہ
حرمہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و
نماز رہی اور اس کے بعد اس لشکر نے حرم
مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور اس معرکہ میں عین

معلوم نیست شاید کہ وے بعد از ارتکاب
این کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و نفسِ اخیر
وے بر توبہ رفتہ باشد و میل امام غزالی در حیا
العلوم باین طرف است و مخفی باد کہ احتمال
توبہ و رجوع از معاصی احتمالے ست و الا
آن بے سعادت آنچه دریں امت کردہ بچکس
نہ کردہ باشد بعد از قتل امام حسین اہانت
اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل
اہل آن فرستاد و در واقعہ حرمہ تا سہ روز مسجد
نبوی بے اذان و نماز ماند و من بعد لشکر کشی
بحرم مکہ معظمہ کردہ و شہادت عبد اللہ بن زبیر
دریں معرکہ در عین حرم مکہ واقع شد و بچھو
مشاغل شغلی می داشت کہ مرد این جہاں با
پاک کرد و پسرش معاویہ بر سر منبر زشتی
حال پدر خود بیان کرد و اللہ اعلم بما
فی الضمائر و بعضے بیباکانہ بلعن آل شقی
تجویزی سازند از سلف و اعلام امت
امام احمد بن حنبل و امثال ایشان بروے
لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال عصیبت
در حفظ سنت و شریعت می دارد در کتاب
خود لعن ویرا از سلف منقول کردہ و علامہ

حرم کے اندر عبداللہ بن زبیر شہید ہونے (یزید)
 اسی قسم کے مشاغل میں مصروف تھا کہ مر گیا
 اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے
 معاویہ (اصغر) نے برسرِ منبر اس کے بڑے
 احوال بیان کئے اور پوشیدہ حالات کو
 اللہ ہی خوب جانتا ہے اور بعض کھلم کھلا
 اس شقی پر لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف
 اور اعلام ائمت سے امام احمد بن حنبل اور
 انکی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی

تفازانی بحال جویش و خروش برے و
 براعوان و انصارے لعنت کردہ اندو بعضے
 توقف کردہ اندو براہ سکوت رفتہ اندو مسلک
 اسلم آنت کہ اس شقی را مغفرت و ترجم ہرگز
 یاد نہ باید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص
 بہ کفار گشتہ زبان خود را آلودہ نہ باید کرد
 در کف لسان از لعن ابلیس لعین باوجود منصوصیت
 کفرش ہم بیچ خطر نیست، فضلا عن یزید
 البلید (مجموعۃ الفتاویٰ ص ۳۶)

ہے۔ ابن جوزی نے جو حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید
 پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید
 اور اس کے انصار و اعوان پر لعنت کی ہے اور بعض نے توقف کیا ہے اور سکوت کی راہ
 اختیار کی ہے اور سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور ترجم کے ساتھ ہرگز
 یاد نہ کرنا چاہیے اور نہ ہی اس پر لعنت کر کے جو کہ عرف میں کفار کے ساتھ مختص ہے
 اپنی زبان کو آلودہ کرنا چاہیے جیسا کہ ابلیس لعین کے لعن سے باوجود اس کے کہ اس
 کا کفر منصوص ہے زبان روکنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ فضلا عن یزید البلید۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

پس انکار کیا امام حسین علیہ السلام نے
 یزید کی بیعت سے کیونکہ وہ فاسق شرابی
 اور ظالم تھا۔ اور امام حسین مکہ تشریف
 لے گئے۔

فَامْتَنَعَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ
 بَيْعَتِهِ لِأَنَّهُ كَانَ فَاسِقًا مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ
 وَخَرَجَ الْحُسَيْنُ إِلَى مَكَّةَ -

سراشاد تین ص ۱۱

اور یہی شاہ صاحب اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:-
سوال: یزید پر لعن کرنے کے بارے میں بعض سے توقف منقول ہے تو اس
بارہ میں تحقیق کیا ہے؟

جواب: اور اس حکم میں کہ یزید پر لعن کرنا چاہیے یا نہیں، توقف اس وجہ سے
ہے کہ روایات متعارضہ و متخالفہ یزید پلید کے بارہ میں شہادت حضرت امام حسین
علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام
علیہ السلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت سے خوش ہوا اور
اُس نے اہل بیت اور خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ تو جن علماء
کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجم ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا۔
چنانچہ احمد بن حنبل اور کیا ہر اسی جو فقہائے شافعیہ سے ہوئے ہیں اور دیگر علماء کثیر
نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت
سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور شہادت کی وجہ سے یزید نے ابن زیاد اور اس کے
اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے
ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات
مرجم ہیں تو ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ
الرحمۃ اور دیگر علماء شافعیہ اور اکثر علماء حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع کیا ہے اور بعض
علمائے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی
وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے
تو ان علماء نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہووے
اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لیے نہ ہو تو علماء پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے
میں توقف کرنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ البتہ شمر و ابن زیاد پر

پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اس واسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے راضی تھے اور آپ کی شہادت سے وہ دونوں خوش ہوئے اور اس بارہ میں روایات میں تعارض نہیں اس لیے شمر و ابن زیاد پر لعن کرنے میں علماء سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بد نہاد پر لعن کرنا جائز ہے
(فتاویٰ عزیزی اردو ص ۲۵۲)

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

اہل بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے یہ لوازم سنت اور محبت اہل بیت سے ہے کہ مردان علیہ اللعنة کو برا کہنا چاہیے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیے علی الخصوص اس نے نہایت بد سلوکی حضرت امام حسین اور اہل بیت کے ساتھ کی اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیے (فتاویٰ عزیزی اردو ص ۲۴۲)

حضرت ابو علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :-

بہر دنیا آں یزید ناخلف دین خود کردہ برائے اوتلف

اس نالائق ناخلف یزید نے دنیا کی خاطر اپنے دین کو برباد کیا !

زال دنیا چوں درآمد نکاح کرد بر خود خون آں سید مباح

جب مکار دنیا کی بڑھیا اس کے نکاح میں آئی تو اس نے جگر گوشہ رسول سید حسین کے خون کو اپنے اوپر مباح کر لیا (مثنوی ص ۱)

خاتمة المحققین عمدة المدققین مفتی بغداد العلامة ابی الفضل شہاب الدین السید

محمد اوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یزید پید کے بارے میں فرماتے :-

وَ اَنَا اَقُولُ الَّذِي يَغْلِبُ عَلَيَّ ظَنِّي
اور میں کہتا ہوں جو میرے گمان

پر غالب ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے والا نہیں تھا۔ بیشک اس کا مجموعی عمل جو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم پاک کے رہنے والوں کے ساتھ کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طیب و طاهر عورت یعنی اولاد کے ساتھ ان کی زندگی اور انکی وفات کے بعد جو کچھ زوار رکھا اور جو کچھ اس سے ذلت آمیز افعال صادر ہوئے ہیں یہ زیادہ دلالت کرنے والے ہیں اسکی عدم تصدیق پر اس شخص کے عمل سے کہ جس نے قرآن پاک کے اوراق کو نجاست میں پھینکا اور نہیں یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کا حال اس وقت کے جلیل القدر مسلمانوں پر مخفی تھا۔ لیکن وہ مغلوب و مقهور تھے اور ان کے لیے سوائے صبر کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا (لِيقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا) تاکہ تقدیر الہی پوری ہو کر رہے۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ نبی مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا کہ اس نے

أَنَّ الْجَيْثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا
بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَّ مَجْمُوعَ مَا فَعَلَ مَعَ أَهْلِ حَرَمِ
اللَّهِ تَعَالَى وَأَهْلِ حَرَمِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَالسَّلَامُ وَعَشْرَتِهِ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ
الْمَوْتِ وَمَا صَدَرَ مِنْ
الْمَخَازِي لَيْسَ بِأُصْعَفِ دَلَالَةٍ
عَلَى عَدَمِ تَصَدِّيقِهِ مِنَ الْقَاءِ
وَرُقِيَةِ مِنَ الْمُصْحَفِ الشَّرِيفِ
فِي قَدْرٍ وَلَا أَظُنُّ أَنَّ أَمْرَهُ
كَانَ خَافِيًا عَلَى أَجَلِيَّةِ
الْمُسْلِمِينَ إِذْ ذَاكَ وَلَكِنْ
كَانُوا مَغْلُوبِينَ مَقْمُورِينَ
لَمْ يَتَّعَهُمْ إِلَّا الصَّبْرَ
لِيقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا
وَلَوْ سَلِمَ أَنَّ الْجَيْثَ كَانَ
مُسْلِمًا فَهُوَ مُسْلِمٌ جَمَعَ مِنَ
الْكِبَائِرِ مَا لَا يُحِيطُ بِهِ نِطَاقُ
الْبَيَانِ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى جَوَازِ

لے تمام فقہانے لکھا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کے اوراق کو نجاست میں پھینکے وہ کافر ہے۔ المؤلف

لَعْنٌ مِثْلِهِ عَلَى التَّعِينِ وَ لَوْلَمْ
 يَتَصَوَّرَ أَنْ يَكُونَ لَهُ
 مِثْلٌ مِنَ الْفَاسِقِينَ
 وَالظَّاهِرُ أَنَّ لَهُ لَمْ يَتَّبِ
 وَ اِحْتِمَالُ تَوْبَتِهِ أَوْ ضَعْفُ
 مِنْ إِيْمَانِهِ وَيُلْحَقُ بِهِ ابْنُ
 زِيَادٍ وَ ابْنُ سَعْدٍ وَ جَمَاعَةٌ
 فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَ عَلَى أَنْصَارِهِمْ
 وَ أَعْوَانِهِمْ وَ شِيَعَتِهِمْ وَ
 مَنْ مَالَ إِلَيْهِمْ الْيَوْمَ
 الدِّينَ مَا دَمَعَتْ عَيْنُ عَلِيٍّ
 ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنِ -

اپنے لیے اتنے کبیرہ گناہ جمع کر لیے تھے کہ
 احاطہ بیان سے باہر ہیں اور میرے نزدیک
 یزید جیسے شخص معین پر لعنت کرنا جائز و
 درست ہے۔ اگرچہ اس جیسا کوئی فاسق بھی
 متصور نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ
 اس نے توبہ نہیں کی اسکی توبہ کا احتمال اس
 کے ایمان کے احتمال سے بھی کمزور ہے۔
 یزید کے ساتھ ابن زیاد۔ ابن سعد۔ اور
 اسکی جماعت کو بھی لاحق و شامل کیا جائے گا۔
 پس اللہ عزوجل کی لعنت ہو ان سب پر اور
 انکے اعوان و انصار پر اور انکے گروہ پر اور
 جو بھی انکی طرف مائل ہو قیامت تک اور
 اس وقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابو عبد اللہ

تفسیر روح المعانی ص ۶۶

حسین رضی اللہ عنہ پر آنسو بہائے۔

یہی محقق، مدتی مفسر علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر فرماتے
 ہیں کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان اور
 بغض رکھنا علامت نفاق ہے چنانچہ ائمہ المؤمنین حضرت ائمہ سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) علی سے فرمایا اے علی
 لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ
 إِلَّا مُنَافِقٌ نسائی شریف
 تجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور
 تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

حضرت ذر بن جیش فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

وَاللّٰهُ الَّذِي فَتَقَ الْحِجَّةَ وَبَرَّءَ
النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَمْرٍَا النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَىٰ أَنْ لَا يُحِبُّنِي
إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا
مُنَافِقٌ

احمد، ترمذی۔ نسائی۔ مسلم

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

فَيَأْتِيَتْ شَعْرِي مَاذَا تَقُولُ فِي
يَزِيدَ الطَّرِيدِ كَانَ يُحِبُّ عَلِيًّا كَرَّمَ
اللّٰهُ تَعَالَىٰ وَجْهَهُ أَمْ كَانَ يُبْغِضُهُ
وَلَا أَظُنُّكَ فِي مَرِيَّةٍ مِنْ أَنَّهُ عَلَيْهِ
اللَّعْنَةُ كَانَ يُبْغِضُهُ رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالَىٰ عَنْهُ أَشَدَّ الْبُغْضِ وَكَذَا
يُبْغِضُ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ
عَلَىٰ جَدِّهِمَا وَأَبَوَيْهِمَا وَعَلَيْهِمَا
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَمَا تَدُلُّ عَلَىٰ ذَٰلِكَ
الْآثَارُ الْمُتَوَاتِرَةُ مَعْنَىٰ وَجَيْدٌ لَا جَمَالَكَ
عَنِ الْقَوْلِ بَانَ اللَّيْنُ كَانَ مُنَافِقًا رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت علامہ قاضی ثنار اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ثُمَّ كَفَرِيزِيدُ وَمَنْ مَعَهُ بِمَا انْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَانْتَصَبُوا الْعَدَاوَةَ إِلَيَّ

یزید اور اس کے ساتھیوں نے اس نعمت
کا کفر کیا جو اللہ نے ان پر کی تھی اور بنی

قسم ہے اس ذات کی جو دلنے کو پھاڑ کر
درخت پیدا کرتا ہے اور آدمی کو ظاہر فرماتا
ہے مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
عہد ہے کہ مجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر
مومن اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر
منافق۔

(اے مخاطب) تو کیا کہے گا یزید مردود کے
بارے میں کیا وہ (حضرت) علی کریم اللہ
وجہ سے محبت رکھتا تھا یا بغض؟ میں
گمان کرتا ہوں کہ تو اس میں شک و شبہ
نہ کہے گا وہ یزید علیہ اللعنة حضرت علی کے
ساتھ سخت بغض و عداوت رکھتا تھا اور
اسی طرح ان کے دونوں بیٹوں حسن و
حسین کے ساتھ بھی بغض و عداوت رکھتا
تھا جیسا کہ معنوی طور پر احادیث متواترہ
اس پر دلالت کرتی ہیں تو پھر تیرے لیے
ضروری ہے یہ کہنا کہ وہ لعین منافق تھا

صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی عداوت میں
 کھڑے ہو گئے اور انھوں نے حضرت حسین
 رضی اللہ عنہ کو ظلم سے شہید کیا اور یزید نے
 دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا
 یہاں تک کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ
 عنہ کے قتل کے وقت یہ اشعار کہے کہ
 ہیں میرے بزرگ کہ وہ میرا بدلہ لینا دیکھ
 لیں آل محمد اور بنی ہاشم سے " اور آخری
 شعر یہ ہے "میں جناب کی اولاد میں سے
 نہیں ہوں گا اگر میں احمد کی اولاد سے
 بدلہ نہ لوں جو کچھ انھوں نے کیا۔" نیز اس
 نے شراب کو حلال کیا اور شراب کچے بارے
 میں اس کے یہ اشعار ہیں "شراب کا خزانہ ایسے
 برتن میں ہے جو کہ مثل چاندی کے ہے اور
 انگور کی شاخ انگوروں کے ساتھ لدی ہوئی
 ہے جو کہ مثل ستاروں کے ہیں انگور کی بیل
 کی گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے
 اس آفتاب (شراب) کا مشرق ساقی کا ہاتھ
 ہے اور (شراب) کے غروب ہو نیکی جگہ میرا منہ
 ہے۔ پس اگر یہ شراب دین احمد میں ایک
 دن حرام ہوئی ہے تو اسے کوئی مسیح ابن مریم کے دین پر لے لے یعنی حلال سمجھ۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَقَتَلُوا حُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ ظُلْمًا وَكُفْرًا يَزِيدُ
 بَدِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ حَتَّى انْشَدَ أَبْيَاتًا جِنَنَ
 قَتَلَ حُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ مَضْمُونُهَا
 أَشْيَاخِي يَنْظُرُونَ اتِّعَامِي
 بِأَلِ مُحَمَّدٍ وَبَنِي هَاشِمٍ
 وَآخِرُ الْأَبْيَاتِ هـ
 وَلَسْتُ مِنْ جَنْدٍ إِنْ لَمْ
 أَنْتَقِمْ، مِنْ بَنِي أَحْمَدَ
 مَا كَانَ فَعَلَ وَإِيضًا
 أَحَلَّ الْخَمْرُ وَقَالَ هـ مُدَامَ
 كَنْزٍ فِي آثَاءِ كِفْضَةٍ وَسَاقِ
 كَبِدٍ مَعَ مُدَامِ كَجَمِ وَشَمْسِهِ
 كَوْمِ بَرْجُهَا قَعْرُهَا وَمَشْرِقِهَا
 السَّاقِ وَمَغْرِبِهَا فَبِي فَا نَحْرَمَتِ
 يَوْمَا عَلِي دِينَ أَحْمَدَ فَخَذَهَا عَلِي دِينَ
 الْمَسِيحِ بْنِ مَرْيَمَ - تَفْسِيرُ مِظْهَرِي ص ۲۱۰

دن حرام ہوئی ہے تو اسے کوئی مسیح ابن مریم کے دین پر لے لے یعنی حلال سمجھ۔

اور یہی قاضی صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں :-

غرضیکہ کفر بیزید از روایت معتبرہ ثابت
 می شود پس اوستحق لعن است اگرچہ در
 غرضیکہ بیزید کا کفر معتبر روایت سے ثابت
 ہے۔ پس وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت
 کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن لعنت
 فی اللہ والبعض فی اللہ مقتضی است۔
 واللہ اعلم، (مکتوبات ص ۲۱)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں :-

”اس طائفہ حائفہ خصوصاً ان کے پیشوا کا حال مثل بیزید پید علیہ ما علیہ ہے کہ
 محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں بیزید مرید اور ان کے امام عنید میں اتنا
 فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم و فسق متواتر مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرت سے یہ سب
 کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر پر ہیں۔“ (الکوثر الشہابیہ ص ۳۱)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

”کہ بیزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے اور خود نہ کہیں گے۔“ (الملفوظ ص ۳۱)

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

”اوس خبیث (بیزید) نے مسلم بن عقبہ مری کو مدینہ سیکھنے پر بھیج کر سترہ سو مہاجرین
 و انصار و تابعین کبار کو شہید کرایا اور اہل مدینہ ٹوٹ اور قتل اور انواع مصائب میں
 مبتلا رہے اور فوج اشقیار نے مسجد اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز
 نہ پڑھنے دی۔ اہل حرم سے بیزید کی غلامی پر جبر بیعت لیا کہ چاہے بیچے چاہے آزاد کرے۔
 جو کتابیں خدا و رسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے۔ جب رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کی بے حرمتی کر چکے خانہ خدا پر چلے۔ راہ میں مسلم بن عقبہ مر گیا۔

حصین بن نمیر نے مع فوج کثیر مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کو جلا دیا اور وہاں کے رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم و ستم کیا۔ (حسن الوعار ص ۵۲)

چوتھے مقام پر فرماتے ہیں :-

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ و رسول یزید بخش جائے گا یا نہیں ؟

الجواب :- یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی۔ اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت ص ۴۸) پانچویں مقام پر فرماتے ہیں :-

سوال ! کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو بُرا نہ کہا جاتے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے وہاں نہ جانا چاہیے تھا کیوں کہتے اور یہ ملکی جنگ تھی۔

الجواب :- یزید پلید علیہ ما یتحققہ من العزیز المجدید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَ تَقَطَّعُوا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاصْمَتْ لَهُمْ وَاَعْمٰٓ اَبْصَارَهُمْ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طینین و خود کعبہ معظمہ و
روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی بید اور پیشاب
منبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی۔ مکہ و مدینہ
و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔ خلاف شریف
پھاڑا اور جلایا مدینہ طیبہ کی پاک دامن پار سائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے
تیغِ ظلم سے پیسا ذبح کیا؛ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تین نازنین
پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سرِ اولاد کہ محمد صلی
اللہ تعالیٰ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم محذرات
مشکوئے رسالت قید کئے گئے۔ اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے
گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات
کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن کریم میں صراحتاً اس پر لَعْنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا۔ لہذا امام احمد اور
ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و
تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال
نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر۔ اور امثال و عیادت مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ
فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اَلَا مَنَّ تَابٌ اور توبہ تادم غرغره مقبول ہے اور اس کے عدم پر جرم
نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام
رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بددینی صاف ہے بلکہ
امضافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمع ہو سو
سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ شک نہیں کہ اس کا قائل نا صبی مردود
اور اہل سنت کا عدو و عنود ہے۔ ایسے گمراہ بددین سے مسدہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے۔

اسکی غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دشت کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا علی مرتضیٰ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے۔ اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے، وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(عرفان شریعت ص ۳۱)

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

یزید پید فاسق فاجر مرتکب کبار تھا۔ معاذ اللہ اس سے ریحانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت، آجکل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے مقابلہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا کہنے والا مردود خارجی، ناصبی، مستحق جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماء اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔ (بہار شریعت ص ۳۱)

اس سلسلے میں مولوی اشرف علی صاحب مٹھانوی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال :- امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت محض تقلید الشیعہ حضرات اہل سنت و الجماعت مانتے ہیں یا اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور محض شیعوں کی تقلید سے یہ بات مانی جاتی ہے کیونکہ صرف جان دینا شہادت نہیں بلکہ جان دینا واسطے اعلان کلمۃ اللہ کے شہادت ہے (کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من قال فی سبیل اللہ لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا) اور کربلا کے معرکہ میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے وہاں تو صرف یہ بات تھی کہ یزید کے لشکر نے حکیم یزید یہ چاہا کہ آپ یزید کی سلطنت میں داخل

ہو جائیے اور یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کر لیجئے! مگر امام حسین نے یزید کو بادشاہِ وقت نہیں
 تسلیم کیا اور صاف انکار کر کے یہ فرمایا (ما عندی لہذا جواب) پس ایسی صورت میں یزید
 کے لشکر اگر سیاست سے کام نہ لیتے تو کیا کرتے۔ کیونکہ اسلام میں بھی تو سیاسی احکام
 موجود ہیں اور سیاست کا اقتضا تو یہی ہے کہ جو کوئی بادشاہِ وقت کی سلطنت سے انکار
 کرے اور بادشاہ کا مد مقابل بننا چاہے تو اس کو مار ڈالو۔ چنانچہ صحاحِ ستہ میں تقریباً
 انہیں الفاظ کی حدیث ہے۔ (اذا اجتمع امرکم احد ثم جاء الاخر یدعی الامر
 فاضربوا عنقه) یعنی جبکہ امر سلطنت کسی ایک پر مجتمع ہو اور سلطنت کی باگ کسی ایک
 کے قبضہ میں آوے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص مد مقابل بننا چاہے تو اسکی گردن
 مارو۔ اور اس میں شک نہیں کہ احکامِ شریعت عام ہیں۔ اہل بیت وغیرہ سب اس
 میں یکساں شامل ہیں۔ پس اگر یزید کے لشکر نے اس حدیث پر عمل کیا اور امام حسینؑ جو ان کے
 مد مقابل بننا چاہتے تھے تو انہوں نے کیا بے جا کیا؟ کیونکہ امام حسینؑ مکہ معظمہ سے اسی خیال پر
 گئے تھے کہ تخت نصیب ہو گا باوجودیکہ ابن عباس وغیرہ تجربہ کار صحابہ کرام ان کو منع کرتے
 تھے اور کہتے تھے کہ آپ اہل کوفہ کے خطوط پر نہ اعتماد کیجئے مگر امام حسین نے نہیں مانا اور
 اہل کوفہ نے جو متعدد خطوط ان کو لکھے تھے کہ آپ آئیے جب آپ تشریف لائیں گے تو
 ہم سب تمہارے ساتھ ہو جائیں گے اور یزیدیوں کو نکال کر آپ کو تخت پر بٹھائیں گے
 چنانچہ آپ نے ان کے خطوط پر بھروسہ کیا اور گئے مگر اہل کوفہ نے وفا نہیں کی اور کسی نے
 ساتھ نہیں دیا اور اس لیے (کوفی لا یوفی) مشہور ہوا۔ چونکہ یزیدیوں کو خبر لگی کہ امام حسین
 ہمارے مد مقابل بننے کے لیے آئے۔ اس لیے انہوں نے یہ چالاک کی کہ آپ کو کوفہ میں
 آنے ہی نہیں دیا بلکہ راہ میں اور فراط کے اس پار آپ کو روک دیا۔ طرح طرح کی کوشش
 کی کہ امام حسین یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کریں اور قتال کی نوبت نہیں آئے۔ چنانچہ پانی بند کیا
 اور قسم قسم کی تکالیف دیں تاکہ امام صاحب کسی طرح مان جائیں اور قتال کا موقع درمیان

میں نہ آئے جب یزیدی مجبور ہوئے تو انھوں نے عملاً باحدیث المذکور سیاست سے کام لیا۔ پس شہادت کیوں ہوئی اور یہ بھی نہیں کہا جاتا کہ یزید کو بادشاہ تسلیم کرنا ناجائز تھا۔ اس لیے امام حسین نے تسلیم نہیں کیا۔ اور جان دے دی۔ کیونکہ یزید کو بہت سے صحابہ کرام نے بادشاہ وقت مان لیا تھا اور ان میں سے بہت ایسے بھی تھے جو مرتبے میں حکم قرآن امام حسین سے بڑے تھے (قال الله تعالى لا يستوي منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين أنفقوا من بعد وقاتلوا) یعنی فتح سے قبل جنھوں نے جہاد مال و نفسی کیا ہے ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے ان لوگوں سے جنھوں نے بعد فتح مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام حسین و نیز امام حسن نے نہ جہاد مالی اور نہ نفسی قبل فتح مکہ کئے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو قبل فتح مکہ کے کم سن بچے تھے۔ پس وہ اصحاب کرام جنھوں نے قبل فتح مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں حکم قرآن مرتبے میں بڑے ہوئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حضرات صحابہ میں سے بہت سے یزید کی سلطنت میں شامل تھے اور اس کو بادشاہ وقت تسلیم کر لیا تھا۔ اس لیے یہ کہنا بھی غیر ممکن ہے کہ یزید کو بادشاہ وقت ماننا گناہ کبیرہ تھا اور اس حدیث پر (الاطاعة لخلق في معصية الخالق) امام حسین نے عمل کیا اور جان دے دی۔ کیونکہ اگر ایسا مانا جائے گا تو ان صحابہ پر فسق کا الزام عائد ہوگا جس کو کوئی سستی کہہ نہیں سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یزید کو بادشاہ وقت تسلیم کرنا گناہ نہ تھا کیونکہ یزید دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو فاسق مسلمان مانا جائے گا یا کافر مانا جائے گا۔ اگر کافر بھی مانا جائے گا تو کافر کی اطاعت بھی فی غیر معصیتہ در وقت مجبوری جائز ہے۔ (قال الله تعالى لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء إلا أن تتقوا منهم فقة) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعہ کربلا میں یزید کے غلبہ کو دیکھ کر ضرور یہ کہنا صحیح ہے کہ امام حسین کو اس آیت

پر عمل کرنا ضرور جائز تھا مگر انھوں نے کیوں عمل نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی شان میں وارد ہے (سَيِّدِ اشْبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ) کیونکہ اس سے اور شہادت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ حدیث بھی بہ تقدیرِ صحت کے بطورِ عموم کے قابل نہیں کیونکہ صحابہ کرام میں سے بہت سے شباب ہوں گے جو (مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٍ) میں داخل ہیں پس ان کا مرتبہ یقیناً حسین سے بڑا ہے اور یہ بھی نہیں کہ شہادت پر اجماع ہے کیونکہ اجماع کے لیے سند درکار ہے (وَابْنُ هُوَ) یہ البتہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ امام حسین سے غلطی اجتہادی ہوئی اس لیے انھوں نے جان دے دی مگر اس میں میرا کلام نہیں کلام تو اس میں ہے کہ ہم لوگ کس دلیل کی بنا پر ان کو شہید سمجھیں گے۔ کیونکہ مجتہد کی غلطی صرف ان کے حق میں کام آنے والی ہے کہ کم از کم ایک اجر ان کو ملا۔ غیروں کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔ فقط۔ جناب کی عادت شریفہ یہ ہے کہ ضرور جواب دیتے ہیں مگر نہ معلوم کس وجہ سے مجھے جواب نہیں دیتے ہیں بہر حال ملتئم ہوں کہ جواب سے ارشاد فرمائیے۔ جواب تفصیلی ہوتا کہ دوبارہ تکلیف دہی کی نوبت نہ آئے۔ فقط۔

جواب :- یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا۔ حضرت امام نے ناجائز سمجھا۔ اور گواہی میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک باحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کھینچ کر اتنا تھا خصوص جبکہ حضرت امام آفریں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا ہی تھی۔ اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا

کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل و عقد کسی کو خلیفہ بناتے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۶)

ف: سائل نے اپنے سوال میں جو شبہات وارد کئے ہیں ان کا تفصیلی جواب اس کتاب کے گزشتہ اور آئندہ صفحات میں بفضلہ تعالیٰ قارئین کو واضح طور پر مل جائے گا۔ اس فتویٰ کے نقل کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ جناب تھانوی صاحب کے نزدیک یزید کی حیثیت کیا ہے اور آج بعض دیوبندی کملانے والے یزید کو کیا سمجھ رہے ہیں۔ اور سنئے ایک سوال کے جواب میں یہی تھانوی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

فی الحقیقت واقعہ جانکاہ جناب سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و
عَنْ أَجَابِهِ وَسَخَطَ عَلَيَّ قَاتِلِيهِ وَأَعْدَائِهِ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان و حور و ملک و
جن و انس و جمادات و نباتات و حیوانات قیامت تک یہ کہہ کر روویں کہ
صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْلَا نَحْتُ
صَبَّتْ عَلَيَّ الْآيَامُ صِرْنَ لَيَالِيَا

تو بھی تھوڑا ہے مگر خیال کرنے کی بات ہے کہ جہلی محبت میں روویں پٹیں تو جو حرکات ان کے خلاف طبع ہوں ان کا ارتکاب ان حضرت کے ساتھ سخت عداوت کرنا ہے۔
(بقدر ضرورت) فتاویٰ اشرفیہ ص ۶

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:-

بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتل حسین کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید حلال قتل کو جاننا تھا محقق نہیں لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶)

یہی گنگوہی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار سے

اور قرآن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفسد سے راضی و خوش تھا اور ان کو مستحسن اور
 اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یونہی
 ہے۔ اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا اس کے بعد ان افعال
 کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہو یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدون تحقیق اس امر کے
 لعن جائز نہیں۔ لہذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں
 اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جواز لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو
 احتیاط سکوت میں ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن
 نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود بخود
 ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں :-

با کلمہ بر اصول اہل سنت حال یزید نسبت	الحاصل اہل سنت کے اصول پر یزید کی
سابق متبدل شود نزد بعض کافر شد و نزد	پہلی حالت بدل گئی۔ بعض کے نزدیک وہ
بعض کفر و متحقق نہ گشت۔ اسلام سابق	کافر ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس کا کفر متحقق
مخلوط بفسق لاحق شد۔ اگر حضرت امام	نہ ہوا بلکہ اس کا پہلا اسلام فسق کے ساتھ مخلوط
کافر شش پنداشتند در خروج بروچہ	ہو گیا۔ اگر امام حسینؑ اس کو کافر سمجھا تو اس پر
خطا کردند۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اہمیں	خروج کرنے میں کیا غلطی کی؟ امام احمد
خاطر پسند خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن است	رحمۃ اللہ علیہ کو یہی بات پسند آئی چنانچہ
کہ کفر کے نزدیک متحقق شود و نزدیک	ممکن ہے کہ کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے
نشود ہمچنین خروج بروچہ حق ایں دال مختلف	نزدیک ثابت ہو اور دوسرے کے نزدیک ثابت
خواہد بود۔ اتفاق در تکفیر و تفسیق و تعدیل	نہ ہو۔ اسی طرح اس پر خروج کرنے میں بھی اختلاف
و تخریج کے از ضروریات دینی یا زہدیتا	ہو جائیگا اور تکفیر تفسیق تعدیل اور تخریج

عقل نیست۔
(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۵۸) بدیہات عقلی میں سے نہیں ہے۔

مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:-
بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں خواہ مبہین
ہوں یا مخالفین۔ پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین محدثین فقہار
مثل علامہ قسطلانی۔ علامہ بدرالدین عینی۔ علامہ ہنتمی۔ علامہ ابن جوزی۔ علامہ سعد الدین
تفنازانی۔ محقق ابن ہمام۔ حافظ ابن کثیر۔ علامہ الکیا المرسی جیسے محققین یزید کے فسق پر
علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ تو اس سے زیادہ
یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

(شہید کربلا اور یزید ص ۱۸۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

فسق تو فسق بعض ائمہ کے یہاں تو یزید کی تکفیر تک کا مسئلہ بھی زیر بحث آ گیا یعنی
جن کو ان کے قلبی دوائی اور اندرونی جذبات کھلنے پر ان کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے
اس پر کفر تک کا حکم لگا دیا گویا جمہور کا مسلک نہیں لیکن اس سے کم از کم اس کے فسق
کی تصدیق اور تائید تو ضرور ہو جاتی ہے۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۴۳)

غیر المقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:-

ابن عباس کہتے ہیں میں نے حضرت کو خواب میں وقت دوپہر کے پریشاں موئے
گرد آلودہ دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی اس میں خون تھا میں نے کہا اے رسول
خدا یہ کیا ہے فرمایا خون ہے حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کا میں اس کو پاس اللہ عزوجل کے
لیے جاتا ہوں۔ بعد چند روز کے خبر آئی کہ وہ اسی دن اسی گھڑی مارے گئے راہ ابیہقی
لوگوں نے جنات کا نوحہ حسینؑ پر سنا کہا اخرجہ ابو نعیم وغیرہ۔ اور بہت سے لوگوں نے ذکر

کیا ہے کہ جب ان کے سر شریف کو پاس یزید بن معاویہ کے لے چلے راہ میں ایک جگہ
اترے وہاں ایک بت خانہ تھا وہاں قبولہ کیا اس کی دیوار پر لکھا پایا ہے

اَرْجُوا امَّةً قَتَلَتْ حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

مقریزی نے خط میں ذکر کیا ہے کہ جب حسینؑ مارے گئے آسمان رویا۔ اس کا رونا
یہی سرخی فلک کی ہے عطا نے اس آیت میں فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ کہا ہے
بِكَافٍ هَامِرَةٌ أَطْرَافِهَا زَهْرِي نے کہا ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ دن قتل حسین کے کوئی
پتھر اجار بیت المقدس میں کانہیں اٹھایا گیا لیکن نیچے اس کے خون سرخ تازہ نکلا اور
دنیا میں دن تک تاریک رہی لشکر حسینؑ کے اونٹوں کو نخر کر کے پکایا تھا وہ علقم کی طرح
ہو گئے کوئی شخص ان کا گوشت نہ کھا سکا اور آسمان سے خون برسائی ہر شے خون آلودہ
ہو گئی انتہی۔ زہری نے کہا قاتلان حسین میں سے کوئی شخص نہ بچا لیکن آخرت سے پہلے
دنیا میں بھی معاقب ہوا یا تو مارا گیا یا رُوسیاہ ہو گیا یا اسکی خلقت مغیر ہو گئی یا مدت
سیر میں اس کا ملک زائل ہو گیا۔ سبط ابن الجوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی
فقط اس معرکہ میں حاضر ہوا تھا وہ اندھا ہو گیا اس سے پوچھا کیا سبب ہے کہا میں نے حضرتؑ
کو دیکھا کہ ذراغ برہنہ کئے ہوئے ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہیں اور ایک نطع ہے اور اس
پر دس نفر جنھوں نے حسینؑ کو قتل کیا تھا مذبح پر پڑے ہیں پھر مجھ پر لعنت کی اور برا
کہا اور ایک سلاخی خون حسینؑ کی میری آنکھوں میں پھیر دی میں صبح کو اندھا اٹھا یہ بھی سبط
ابن الجوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سر مبارک حسینؑ کو گردن اسپے لٹکایا تھا
بعد چند روز کے وہ قار سے بھی زیادہ سیاہ رُو ہو گیا اور بہت بُری حالت پر مرا ایک
شخص نے یہ حکایت سُکر انکار کیا آگ لپک کر اس کے بدن میں جا لگی اور اس کو جلا
دیا (تشریف البشر بذکر الائمة الاثنی عشر۔ ص ۴۹)

ابن عباس کہتے ہیں اللہ نے حضرتؑ کو دھی کی کہ میں نے بچی بن کر یا کے عوض

ستر ہزار قتل کئے اور میں عوض تمہارے نواسے کے دو بار ستر ستر ہزار قتل کروں گا۔
 اخرجہ الحاکم وصححه وقال الذہبی فی التلخیص علی شرط مسلحہ
 حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ایک طریق ضعیف سے آیا ہے کہ علی نے رفعا کہا ہے کہ قاتل
 حسین ایک تابوت نار میں ہے اسکو نصف عذاب اہل دنیا کا ہوتا ہے۔ سیوطی نے محضراً
 و محادرات میں کہا ہے کہ کوفہ میں ایک سال چھپک ہوئی ڈیڑھ ہزار ذریت ان لوگوں کی
 جو حاضر و قاتل حسین تھے اندھی ہو گئی نساء اللہ العافیۃ۔

ف؟ قصہ شہادت امام حسین کا تفصیل وار بروایات صحیحہ کتاب سر الشہادتین
 میں لکھا ہے اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے۔ لعن یزید میں اختلاف ہے ایک گروہ اہل
 علم کے نزدیک امر و رضا یزید دربارہ قتل امام ثابت نہیں ہے وہ لعن سے منع کرتے
 ہیں۔ غزالی وغیرہ کا میل اسی طرف ہے وہ کہتے ہیں ابلیس بالاجماع ملعون ہے لیکن
 اس پر لعنت کرنا مطلوب نہیں ہے اور نہ یہ لعنت کوئی عبادت و فضیلت رکھتی ہے یزید
 جانے اور اللہ جانے۔ دوسرا گروہ جس کے نزدیک یہ فعل یزید کا تھا وہ لعن کو جائز
 کہتا ہے تفتازانی اسی طرف گئے ہیں اور کہا ہے نحن لا نتوقف فی شأنہ بل فی ایمانہ
 لعنة اللہ علیہ وعلیٰ انصارہ واعوانہ۔ راجح یہی ہے کہ سکوت افضل ہے اس
 شغل سے رہا یہ فقرہ بعض اشخاص کا کہ قتل اکھین لبیف جدہ سوا اس سے اہل ایمان
 کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہے مجرد و سورہ ظلم
 ہے۔ (تشریف البشر ص ۵۲)

جناب ابوالاعلیٰ مودودی سابق امیر جماعت اسلامی لکھتے ہیں :-

یزید کے دور میں تین ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے پوری دنیائے اسلام کو
 لرزہ بر اندام کر دیا۔

پہلا واقعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ بلاشبہ وہ اہل عراق

کی دعوت پر یزید کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ اور یزید کی حکومت انہیں برسرِ بغاوت سمجھتی تھی۔ ہم اس سوال سے تھوڑی دیر کے لیے قطع نظر کئے لیے ہیں کہ اصول اسلام کے لحاظ سے حضرت حسین کا یہ خروج جائز تھا یا نہیں۔ اگرچہ اہل زندگی میں اور ان کے بعد صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک شخص کا بھی یہ قول نہیں ملتا کہ ان کا خروج ناجائز تھا اور وہ ایک فعلِ حرام کا ارتکاب کرنے جا رہے تھے۔ صحابہ میں سے جس نے بھی ان کو نکلنے سے روکا وہ اس بنا پر تھا کہ تدبیر کے لحاظ سے یہ اقدام نامناسب ہے۔ تاہم اس معاملہ میں یزید کی حکومت کا نقطہ نظر ہی صحیح مان لیا جائے تب بھی یہ تو امر واقعہ ہے کہ وہ کوئی فوج لیکر نہیں جا رہے تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ ان کے بال بچے تھے اور صرف ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے۔ اسے کوئی شخص بھی فوجی چڑھائی نہیں کہہ سکتا ان کے مقابلہ میں عمر بن سعد بن ابی وقاص کے تحت جو فوج کوفہ سے بھیجی گئی تھی اسکی تعداد ۴ ہزار تھی۔ کوئی ضرورت نہ تھی کہ اتنی بڑی فوج اس چھوٹی سی جمعیت سے جنگ ہی کرتی اور اسے قتل کر ڈالتی وہ اسے محصور کر کے باسانی گرفتار کر سکتی تھی۔ پھر حضرت حسین نے آخر وقت میں جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ یا تو مجھے واپس جانے دو یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو یا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی نہ مانی گئی اور اصرار کیا گیا کہ آپ عبید اللہ بن زیاد (کوفہ کے گورنر) ہی کے پاس چلنا ہوگا۔ حضرت حسین اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ کیونکہ مسلم بن عقیل کے ساتھ جو کچھ وہ کر چکا تھا وہ انہیں معلوم تھا آخر کار ان سے جنگ کی گئی جب ان کے سارے ساتھی شہید ہو چکے تھے اور وہ میدان جنگ میں تنہا رہ گئے تھے اسوقت بھی ان پر حملہ کرنا ہی ضروری سمجھا گیا اور جب وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے اسوقت ان کو ذبح کیا گیا۔ پھر ان کے جسم پر جو کچھ تھا وہ لوٹا گیا حتیٰ کہ ان کی لاش پر سے کپڑے تک اتار لیے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑا کر اسے روند گیا۔ اس کے بعد ان کی قیام گاہ کو لوٹا گیا اور خوامین کے جسم

پر سے چادریں تک اتار لی گئیں۔ اس کے بعد ان سمیت تمام شہدائے کربلا کے سر کاٹ کر کوفہ لے جائے گئے اور ابن زیاد نے نہ صرف برسر عام انکی نمائش کی بلکہ جامع مسجد میں ممبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَظْهَرَ الْحَقَّ وَ اَهْلَهُ وَ نَصَرَ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
 يَزِيْدَ وَ حَزْبَهُ وَقَلَ الْكَذَّابُ ابْنُ الْكَذَّابِ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ وَ شَيْعَتَهُ۔ پھر سارے سریزید کے پاس دمشق بھیجے گئے اور اس نے بھرے دربار میں انکی نمائش کی

(اس پوری داستان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الطبری ج ۴ ص ۲۰۹ تا ۲۵۶۔ ابن اثیر ج ۳، ص ۲۸۲ تا ۲۹۹۔ البدایہ ج ۸، ص ۱۶۰ تا ۲۰۴۔)

فرض کیجئے کہ حضرت حسین یزید کے نقطہ نظر کے مطابق برسر بغاوت ہی تھے، تب بھی کیا اسلام میں حکومت کے خلاف خروج کرنیوالوں کے لئے کوئی قانون نہ تھا؟ فقہ کی تمام مبسوط کتابوں میں یہ قانون لکھا ہوا موجود ہے مثال کے طور پر صرف ہدایہ اور اسکی شرح فتح القدیر، باب البغاة میں اسکو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس قانون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ ساری کارروائی جو میدان کربلا سے لیکر کوفہ اور دمشق کے درباروں تک کی گئی اس کا ایک ایک جز قطعاً حرام اور سخت ظلم تھا۔ دمشق کے دربار میں جو کچھ یزید نے کیا اور کہا اس کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ لیکن ان سب روایتوں کو چھوڑ کر ہم یہی روایت صحیح مان لیتے ہیں کہ وہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کے سر دیکھ کر ابدیدہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں حسین کے قتل کے بغیر بھی تم لوگوں کی طاعت سے راضی تھا۔ اللہ کی لعنت ہو ابن زیاد پر، خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا اور یہ کہ خدا کی قسم اے حسین میں تمہارے مقابلے میں ہوتا تو تمہیں قتل نہ کرتا۔ پھر یہ بھی سوال لازماً پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم عظیم پر اس نے اپنے سر پھرے گورز کو کیا سزا دی؟ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس نے ابن زیاد کو نہ کوئی سزا دی۔ نہ اسے معزول کیا نہ اسے ملامت ہی کا کوئی خط لکھا اسلام تو خیر بدرجہا بلند چیز ہے۔ یزید میں اگر انسانی

شرافت کی بھی کوئی رمت ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا اور اسکی حکومت نے ان کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

اس کے بعد دوسرا سخت المناک واقعہ جنگ حرة کا تھا جو ۶۳ھ کے آخر اور خود یزید کی زندگی کے آخری ایام میں پیش آیا اس واقعہ کی مختصر رواد یہ ہے کہ اہل مدینہ نے یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم قرار دیکر اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کے عامل کو شہر سے نکال دیا اور عبد اللہ بن حنظلہ کو اپنا سربراہ بنا لیا۔ یزید کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ المری کو (جسے سلف صالحین مشرف بن عقبہ کہتے ہیں) ۱۲ ہزار فوج دیکر مدینہ پر چڑھائی کے لیے بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ تین دن تک اہل شہر کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دیتے رہنا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا اور جب فتح پالو تو تین دن کے لیے مدینہ کو فوج پر مباح کر دینا۔ اس ہدایت پر یہ فوج گئی جنگ ہوئی۔ مدینہ فتح ہوا اور اس کے بعد یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لیے فوج کو اجازت دے دی گئی کہ شہر میں جو کچھ چاہے کرے ان تین دنوں میں شہر کے اندر ہر طرف لوٹ مار کی گئی۔ شہر کے باشندوں کا قتل عام کیا گیا۔ جس میں امام زہری کی روایت کے مطابق سات سو معززین (صحابہ) اور دس ہزار کے قریب عوام مارے گئے۔ اور غضب یہ ہے کہ وحشی فوجیوں نے گھروں میں گھس گھس کر بے دریغ عورتوں کی عصمت دری کی۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حتی قبل انہ حملت الف امرة في تلك الايام من غير زوج دکما جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں (اس واقعہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الطبری ج ۴۔ ص ۳۶۲ تا ۳۶۹۔ ابن الاثیر ج ۳ ص ۳۱ تا ۳۱۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹ تا ۲۲۱) بالفرض اہل مدینہ کی بغاوت ناجائز ہی تھی مگر کیا کسی باغی مسلمان آبادی بلکہ غیر مسلم باغیوں اور عربی کافروں کے ساتھ بھی

اسلامی قانون کی رُو سے یہ سلوک جائز تھا؟ اور یہاں تو معاملہ کسی اور شہر کا نہیں، خاص
 مدینہ الرسولؐ کا تھا جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات بخاری، مسلم، نسائی
 اور سند احمد میں متعدد صحابہ سے منقول ہوئے ہیں کہ لا یرید احد المدینۃ بسوء الا
 اذابہ اللہ فی النار ذوب الرصاص (مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی بُرائی کا ارادہ کریگا
 اللہ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دیگا) اور من اخاف اهل المدینۃ ظلماً
 اخاف اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم
 القیامۃ صرفاً ولا عدلاً (جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے حق
 زدہ کریگا۔ اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے قیامت کے روز اللہ
 اس سے کوئی چیز اس کے گناہ کے فدیے قبول نہ فرمائے گا)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ انھی احادیث کی بنیاد پر علماء کے ایک گروہ نے یزید
 پر لعنت کو جائز رکھا ہے اور ایک قول انکی تائید میں امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔ مگر ایک
 دوسرا گروہ صرف اس لیے اس سے منع کرتا ہے کہ کہیں اس طرح اس کے والد یا صحابہ
 میں سے کسی اور پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔ حضرت حسن بصری کو ایک مرتبہ
 یہ طعنہ دیا گیا کہ آپ جو بنی امیہ کے خلاف خروج کی کسی تحریک میں شامل نہیں ہوتے
 تو کیا آپ اہل شام (یعنی بنی امیہ) سے راضی ہیں؟ جواب میں انہوں نے فرمایا میں
 اور اہل شام سے راضی ہوں؟ خدا ان کا ناس کرے۔ کیا وہی نہیں ہیں جنہوں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم کو حلال کر لیا اور تین دن تک اس کے باشندوں
 کا قتل عام کرتے پھرے۔ اپنے نبطی اور قبطنی سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کر گزرنے
 کی چھوٹ دے دی اور وہ شریف دیندار خواتین پر حملے کرتے رہے اور کسی حرمت کی
 ہتک کرنے سے نہ رُکے۔ پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے اس پر سنگ باری کی اور اسکو
 آگ لگائی ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ بُرا انجام دیکھیں (ابن الاثیر ص ۱۱۱)

تیسرا واقعہ وہی ہے جس کا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں ذکر کیا ہے
مدینہ سے فارغ ہونے کے بعد وہی فوج جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں
یہ اودھم مچایا تھا حضرت ابن زبیرؓ سے لڑنے کے لیے مکہ پر حملہ آور ہوئی اور اس
نے منجیقیں لگا کر خانہ کعبہ پر سنگ باری کی جس سے کعبہ کی ایک دیوار شکستہ ہو گئی۔ اگر
چہ روایات یہ بھی ہیں کہ انھوں نے کعبہ پر آگ بھی برسائی تھی لیکن آگ لگنے کے کچھ
دوسرے وجوہ بھی بیان کئے جاتے ہیں البتہ سنگ باری کا واقعہ متفق علیہ ہے۔

ان تمام احادیث اور روایات سے یزید کا کردار، اس کی سیرت اور اس کا مقام
اظہر من الشمس ہے تمام صحابہ کرام، ائمہ عظام اور علماء اعلام اس کے فاسق و فاجر اور
ظالم و شرابی ہونے پر متفق ہیں اور جہاں تک اس کے کافر ہونے اور مستحق لعنت ہونے
کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے بعض نے کھلم کھلا اس کی تکفیر کی اور اس پر لعنت
کرنا جائز قرار دیا۔ اور بعض نے اس سے منع اور بعض نے سکوت اختیار کیا۔ کھامر لیکن
یہ کہنا کہ وہ عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، نہایت صالح اور پابندِ صوم و صلوة اور حدیج
کریم النفس اور حلیم الطبع وغیرہ تھا۔ بالکل جھوٹ اور سراسر غلط ہے جس کا اصل
سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسا عقیدہ و نظریہ اسی کا ہو سکتا ہے جس کے دل میں اہل بیت اطہار
رضی اللہ عنہم کے بغض اور نفاق کا مرض ہو۔

اب خود یزید کے ہم عصر حضرات صحابہ و تابعین کا یزید کے متعلق بیان ملاحظہ ہو۔

یزید کے لہم عصر حضرات صحابہ و تابعین کا بڑے متعلق بیان

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ بن عسیر الملائکہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں :-

فَوَاللَّهِ مَا خَرَجْنَا عَلَىٰ يَزِيدٍ
حَتَّىٰ خِفْنَا أَنْ نَرَمَ بِالْحِجَابَةِ
مِنَ السَّمَاءِ إِنْ رَجُلًا يَنْكَحُ
الْأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ
وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَدْعُ الصَّلَاةَ
طَبَقَاتِ ابْنِ سَعْدٍ ص ۶۶

خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت
اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں یہ خوف لاحق
ہو گیا کہ اسکی بد کاریوں کی وجہ سے ہم پر
آسمان سے پھرنہ برس پڑیں۔ کیونکہ یہ
شخص (یزید) ماؤں بیٹیوں اور بہنوں
کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب

پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

ابن اثیر ص ۲۱

حضرت عمر بن سبیتہ فرماتے ہیں کہ یزید نے اپنے والد کے عین حیات میں ایک حج
کیا۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے شراب کی مجلس قائم کی۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ
بن عباس اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور ملاقات کی اجازت چاہی
تو ابن عباس کو توروک دیا گیا اور امام حسین کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ جب آپ
تشریف لائے تو آپ نے کہا سبحان اللہ! یہ خوشبو کیسی ہے؟ یزید نے کہا یہ ایک خوشبو
ہے جو شام میں بنتی ہے!

پھر اس نے شراب کا ایک پیالہ منگوایا اور
پیا۔ پھر دوسرا منگوا کر کہا۔ لو ابو عبد اللہ،
پیو! امام حسین نے فرمایا۔ یہ تو اپنے پاس
ہی رکھ میں دیکھتا بھی نہیں، یزید نے یہ
اشعار پڑھے۔ اے دوست سخت تعجب

ثُمَّ دَعَا بِقَدْحٍ فَشَرِبَهُ ثُمَّ
دَعَا بِآخَرَ فَقَالَ اسْقِ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْكَ
شَرَابُكَ أَيُّهَا الْمَرْءُ لَا عَيْنَ
عَلَيْكَ مِنِّي فَقَالَ يَزِيدُ ه

أَلَا يَا صَاحِبَ الْعَجَبِ - دَعْوَتِكَ
ذَا وَلَمْ تُحِبْ - إِلَى الْفَتَيَاتِ
وَالشَّهَوَاتِ وَالصَّهْبَاءِ وَالطَّرِبِ
وَبَاطِنَةِ مُكَلَّلَةٍ عَلَيْهَا سَادَةٌ
الْعَرَبِ وَفِيهِتِ الَّتِي تَبَلَّتْ
فُؤَادَكَ ثُمَّ لَمْ تَتَّبِ فَهَضَّ
الْحُسَيْنُ وَقَالَ بَلْ فُؤَادَكَ يَا ابْنَ مَعَاوِيَةَ
تَبَلَّتْ ابْنِ ابْنِ مَعَاوِيَةَ

ہے کہ میں تجھ کو عیش کی دعوت دیتا ہوں
اور تو قبول نہیں کرتا۔ نوجوان لڑکیاں، شہوات
طرب اور مرصع خم جن پر عرب کے سردار جمع
ہوتے ہیں۔ ان نازنین عورتوں میں وہ بھی
ہے جس کی تمہارے دل میں مجھتی ہے۔ پھر
بھی تم رجوع نہیں کرتے؛ امام حسین
کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن معاویہ!
بلکہ تمہارے دل پر اس کا قبضہ ہے۔

علامہ ابن جوزی امام قرظی اور امام طبرانی رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا
کے بعد یزید نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر
کیا اور اس کو کہا کہ اہل مدینہ سے میری بیعت لے۔ اس نے مدینہ طیبہ آکر ایک وفد
تیار کیا اور اسکو بغرض بیعت یزید کے پاس بھیجا۔ یزید نے ان کو ہدیے اور تحفے دیئے
مگر بایں ہمہ یزید کے متعلق اس وفد کا بیان یہ ہے :-

فَلَمَّا رَجَعَ الْوَفْدُ أَظْهَرُوا شَمَّ
يَزِيدٍ وَقَالُوا قَدِ مَنَّا مِنْ عِنْدِ
رَجُلٍ لَيْسَ لَهُ دِينَ يُشْرَبُ
الْحَمْرَ وَيَعْرِفُ بِالطَّنَابِيرِ وَيَلْعَبُ
بِالْكَلَابِ وَإِنَّا نَشْهَدُ كَمَا أَنَا قَدْ
خَلَعْنَاهُ..... وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ
أَبِي عُمَرَ بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُخَزُّومِيِّ قَدْ
خَلَعْتُ يَزِيدَ كَمَا خَلَعْتُ عَمَّا

پس جب وہ وفد واپس لوٹا تو انھوں نے یزید
کی برائیاں ظاہر کیں اور کہا کہ ہم ایسے شخص کے
پاس سے آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں وہ شراب
پیتا اور طنپورے بجاتا کہ گانے بجانے والا اس
کے پاس بیٹھے گاتے بجاتے رہتے ہیں اور
وہ کتوں کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے ہم تمہارے
سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اسکی بیعت
توڑ دی..... عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص

مخزومی نے کہا اگرچہ یزید نے مجھے صلہ انعام
 دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دشمن خدا
 شرابی ہے اور میں اس کی بیعت سے اس طرح لگ
 ہوتا ہوں جس طرح اپنا یہ عمار اپنے سر لگ
 کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا عمارہ سر لگ کر دیا۔
 ایک اور شخص نے کہا میں اسکی بیعت سے اس طرح نکلتا
 ہوں جس طرح میں اپنی اس جوئی سے نکلتا ہوں
 پھر سب اس طرح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ عماروں
 اور جوئیوں کا ڈھیر ہو گیا۔

مَتِي وَ نَزَعَهَا عَنْ رَاسِهِ
 وَ اِنِّي لَا قَوْلَ هَذَا وَ
 قَدْ وَصَلَنِي وَ اَحْسَنَ

جَائِزَتِي وَ لَكِنُّ عَدُوَّ اللَّهِ
 سَكِيرٌ وَقَالَ اٰخَرُ قَدْ خَلَعْتُهُ
 كَمَا خَلَعْتُ نَعْلِي حَتَّى كَثُرَتْ
 الْعَمَائِمُ وَ النَّعَالُ

وفاء الوفا ص ۸۹

حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے کہا۔

کہ بیشک یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم انعام دیا
 ہے مگر اسکا یہ سلوک مجھے اس امر سے باز نہیں
 رکھ سکتا کہ میں تمہیں اس کا حال نہ سناؤں خدا
 کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور اسے اس قدر
 نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔

اِنَّهُ قَدْ اَجَازَنِي بِسَائَةِ الْفِي وَلَا
 يَنْعَنِي مَا صَنَعَ بِي اَنَّ اَخْبَرَكُمْ
 خَبْرَهُ وَاللَّهِ اِنَّهُ يَشْرَبُ الْخَمْرَ
 وَاللَّهِ اِنَّهُ لَيَسْكُرُ حَتَّى يَدْعَ
 الصَّلَاةَ (ابن اثیر ص ۲۲) وفاء الوفا ص ۸۹

اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا جو حد
 درجے کا نشہ باز شرابی، ریشمی کپڑے پہنتا
 اور طنبورے بجاتا تھا۔

وَ اسْتَخْلَفُهُ بَعْدَهُ ابْنَهُ سَكِرًا خَمِيرًا
 يَلْبَسُ الْحَرِيرَ وَيَضْرِبُ بِالطَّنَابِيرِ

ابن اثیر ص ۱۹۳

جب امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا اور مختلف شہروں سے

لوگوں کو جمع کیا تو اس اجتماع میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ یزید بن مقفع العذری نے کہا۔

یہ امیر المؤمنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد
یہ یزید امیر المؤمنین ہوگا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو
اس کا فیصلہ یہ تلوار کریگی۔ امیر معاویہ نے
کہا۔ آپ بیٹھ جلیئے آپ سید الخطباء ہیں۔

فَقَالَ هَذَا امِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَاشَارَ اِلَى مُعَاوِيَةَ
فَاِنْ هَلَكَ فِهَذَا وَاشَارَ اِلَى يَزِيدٍ وَمَنْ اَبَى
فَهَذَا وَاشَارَ اِلَى سَيْفِهِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اِحْبِسْ
فَاَنْتَ سَيِّدُ الْمُخَطِّبَاءِ، ابن اثیر ص ۳۱

حضرت امیر معاویہ نے حضرت احنف بن قیس بصری سے جو ابھی تک خاموش تھے فرمایا

ابوالجر! تم کیا کہتے ہو؟

انہوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لگوں گا
ڈر ہے اور اگر جھوٹ کہیں تو اللہ کا خوف ہے
امیر المؤمنین! آپ یزید کے لیل و نہار۔ ظاہر و
باطن اور خلوت جلوت سے خوب واقف
ہیں۔ اگر آپ اس کو اللہ تعالیٰ اور اُمّت کے
لیے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس
کے لیے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں
اور اگر آپ اسکے متعلق اسکے علاوہ خیال رکھتے
ہیں تو راہی آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توڑتے
دُنیا بنا کر اس کے حوالے نہ کیجئے، ویسے ہمارا کام
تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کہ ہم
نے سنا اور مانا۔ اس پر شامیوں میں سے
ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے
کہ معدی عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ بات
یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی

فَقَالَ نَحَافِكُمْ اِنْ صَدَقْنَا وَ
نَحَافُ اللّٰهُ اَنْ كَذَبْنَا وَ اَنْتَ يَا
اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْلَمُ بِيَزِيْدٍ
فِي لَيْلٍ وَ نَهَارٍ وَ سِرِّهِ وَ عَلَانِيَتِهِ
وَ مَدْخَلِهِ وَ مَخْرَجِهِ فَاِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَ لِلْاُمَّةِ رِضًا
فَلَا تُشَاوِرِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
فِيْهِ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا تُزَوِّدُ اَلْ
الدُّنْيَا وَ اَنْتَ صَابِرٌ اِلَى
الْاٰخِرَةِ وَ اِنَّمَا عَلَيْنَا اَنْ نَقُوْلَ
سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ قَامَ رَجُلٌ
مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ فَقَالَ مَا نَدْرِيْ
مَا تَقُوْلُ هٰذِهِ الْمَعْدِيَةُ
الْعِرَاقِيَّةُ وَ اِنَّمَا عِنْدَنَا سَمْعٌ
وَ طَاعَةٌ وَ ضَرْبٌ وَ اِزْدِلَافٌ

ابن اثیر ۱۲۱

ہے اور تلوار و قوت بھی ہے۔

حضرت محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ سے آئے تھے، انھوں نے فرمایا:-

إِنَّ كُلَّ رَاعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رِعِيَّتِهِ، فَاَنْظُرْ مَنْ تَوَلَّى أَمْرًا مِنْهُ مُحَمَّدٌ (صلى الله عليه وسلم) فَاخْذْ مَعَاوِيَةَ بِمَوْحِئِهِ جَعَلَتْ يَتَنَفَّسُ فِي يَوْمِ شَاتٍ ثُمَّ وَصَلَهُ وَصَرَفَهُ

کہ بیشک ہر اعلیٰ سے اسکی رعیت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ لہذا آپ دیکھ لیجئے کہ آپ اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امور کا والی کس کو بنا رہا ہے؟ یہ سن کر امیر معاویہ کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر کو جھکائے رکھا اور سردی کے موسم میں ان کا سانس ٹھونسنے لگا پھر ان کو انعام دے کر واپس پھیر دیا۔

ابن اثیر ۱۹۹

حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ یزید کی غیر شرعی حرکات کی وجہ سے اس کے سخت مخالف تھے۔ حضرت معاویہ نے جب یزید کی بیعت کے لیے مالکِ محروسہ سے وفد طلب کئے تو انکو بھی مدینہ والوں کے ساتھ زبردستی بیعت کے لیے بھیجا گیا۔ جب یہ شام پہنچے تو انھوں نے یزید کے ندیم خاص مسلم بن عقبہ مسرف کے سامنے یہ کہا:-

أَفِي خَرَجْتُ كُرْهًا بِبَيْعَةِ هَذَا الرَّجُلِ وَقَدْ كَانَ مِنَ الْقَضَاءِ وَالْقَدْرِ خُرُوجِي إِلَيْهِ رَجُلٌ يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَسْكَحُ الْحَرَمَ ثُمَّ نَالَ مِنْهُ فَلَمْ يَتْرُكْ ثُمَّ قَالَ لِمُسْرَفٍ أَجَبْتُ أَنْ أَضَعَ ذَلِكَ عِنْدَكَ فَقَالَ مُسْرَفٌ أَمَا إِنْ أذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمِي هَذَا فَلَإِي

میں اس شخص (یزید) کی بیعت کیلئے جبر یہ بھیجا گیا ہوں اور میرے آنے کو قضا و قدر کے سوا کیا کہا جائے۔ جو شخص شراب پیتا ہو اور عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہو (وہ کس طرح مستحق بیعت) پھر انھوں نے یزید کی تمام برائیاں کیں اور مسرف کے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ بات تم اپنے تک رکھنا۔ مسرف نے کہا میں آج تو امیر المؤمنین سے اسکا ذکر نہ کروں گا۔

لیکن یہ میں نے پکا عہد کر لیا ہے کہ جب موقع ملے گا اور میں تم پر قابو پا لوں گا تو ایسی ضرب لگاؤں گا جس میں تمہاری آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ یعنی موت کی نیند سلا دوں گا۔

اللہ لَا اَفْعَلُ وَلٰكِنْ لِّلّٰهِ عَلٰی عَهْدٍ وَّ مِيثَاقٍ اَلَا تَتَكَبِّرُنِيْ اِيْمَانُكَ وَاِيْمَانُكَ عَلَيَّكَ مَقْدِرَةٌ اِلَّا ضَرَبْتُ الَّذِيْ فِيْهِ عَيْنَاكَ (طبقات ابن سعد ص ۲۸۳)

دینوری کا بیان ہے کہ حضرت معقل نے یہ بھی کہا تھا کہ میں مدینہ منورہ واپس جا کر اس فاجر و فاسق کی بیعت توڑ کر مہاجرین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ (اخبار الطوال ص ۲۶۱)

چنانچہ انھوں نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا تو انھوں نے بیعت کی۔ مسلم بن عقبہ سرف اس وقت تو ان پر قابو نہ پاسکا لیکن ایامِ حرہ میں جب وہ مدینہ طیبہ آیا اور قتل و غارت کیا تو حضرت معقل بھی مدینہ طیبہ کے لوگوں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ معقل پیسے تھے۔ مسلم نے کہا پیسے معلوم ہوتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! مسلم نے شربت بادام بنانے کا حکم دیا۔ پلا کر کہا کہ اب کسی مفرح چیز کی خواہش نہیں کر سکو گے۔ پھر نوفل بن مساحق کو حکم دیا کہ اٹھ اور اسکی گردن مار دے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور یہ صحابی رسول اس کے ظلم کا شکار ہو گئے۔ (ابن سعد ص ۲۸۳)

خود یزید کے ساتھی ابن زیاد کے نزدیک یزید کا مقام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَبَعَثَ اِلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ
يَا مَرْءُ بِالْمَسِيرِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَمَحَاصِرِ
ابْنِ الزُّبَيْرِ بِسِكِّتَةٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ
لَا جَمْعَ لِهٰمَآ لِلْفَاسِقِ قَتَلَ
ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَغَزَا الْكَعْبَةَ

پھر یزید نے عبید اللہ بن زیاد (گورنر کوفہ) کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لیے قتل ابن رسول اللہ

ثم ارسل اليه يعتذر
(جو پہلے کرچکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دو گویا
کو اپنے لیے جمع نہیں کرونگا۔ پھر اس نے یزید

ابن اشیر ص ۲۵

کی طرف معذرت نامہ بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

کی خبر ملی تو انہوں نے لوگوں کے سامنے جو تقریر کی ملاحظہ ہو:-

”اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے بعد

فرمایا۔ عراق میں سوائے چند افراد کے سب غدار اور فاجر ہیں خصوصاً اہل کوفہ بڑے شریر
ہیں۔ انہوں نے حضرت حسین کو بلایا کہ وہ انکی ضرورت مدد کریں گے اور انکو اپنا والی بنائیں گے

اور جب حضرت حسین ان کے پاس گئے تو وہ دشمن کے ساتھ مل کر ان پر حملہ آور ہو گئے اور

کما تم اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں دے دو تو ہم تمہیں ابن زیاد بن سمیہ کے پاس بھیج دیں

گے تاکہ تمہارے معاملے میں اپنا حکم جاری کرے یا پھر ہم سے جنگ کرو! امام حسین نے دیکھا

کہ وہ اور ان کے اصحاب تعداد میں قلیل ہیں اور ان کے مقابلے میں لوگ بہت زیادہ ہیں۔

بائیں ہم انہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے

اور ان کے قاتل کو ذلیل کرے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اہل عراق نے جو ان کی نافرمانی

کی اور غدار بن کر مخالف کی دوسروں کے لیے نصیحت حاصل کرنے اور اہل عراق سے باز رہنے

کے لیے کافی ہے جو مقدور ہو چکا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ

فرمالتا ہے تو اسے روکا نہیں جاسکتا۔ کیا امام حسین کے واقعے کے بعد ہم اہل عراق سے مطمئن

ہو سکتے ہیں اور ان کو سچا سمجھ سکتے ہیں؟ اور ان کے وعدوں کو قبول سکتے ہیں؟ نہیں خدا

کی قسم! ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے وَاللّٰهِ لَقَدْ قَلَّبُوهُ طَوِيلًا بِاللَّيْلِ قِيَامًا كَثِيرًا

فِي النَّهَارِ صِيَامًا أَحَقُّ بِمَا هُمْ فِيهِ مِنْهُمْ وَأَوْلَىٰ بِهِ فِي الدِّينِ وَالْفَضْلِ أَمَا وَاللّٰهِ مَا

كَانَ يَبْدُلُ بِالْقُرْآنِ غَيًّا وَلَا بِالْبَكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَدًّا وَلَا بِالصِّيَامِ شُرْبَ الْخَمْرِ

وَلَا بِالْمَجَالِسِ فِي حَقِّ الذِّكْرِ بِكَلَابِ الصَّيْدِ يُعْرَضُ بِبِزِيدٍ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ عَنَاءً. (ابن اثیر ص ۳۶)

خدا کی قسم! بلاشبہ انھوں نے ایسے شخص (امام حسین) کو قتل کیا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ جو ان سے ان امور (حکومت) کے زیادہ حقدار تھے اور اپنے دین اور فضیلت و بزرگی میں ان سے بہت بہتر تھے۔ خدا کی قسم! وہ قرآن شریف کے بدلے گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے گریہ و بکا کی کوئی انتہا نہ تھی وہ روزوں کو شراب کے پینے سے نہ بدلا کرتے تھے۔ اور نہ ان کی مجلسوں میں ذکر الہی کی بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ یہ باتیں انھوں نے یزید کے متعلق کسی تھیں۔ پس عنقریب یہ لوگ جہنم کی ادنیٰ غی میں جائیں گے۔

اور انھوں نے ہی یزید کے یہ عیوب بیان کئے :-

و عَابَ بَيْنَ يَدِ بَشْرٍ الْخَنِي	کہ یزید شراب پینے اور کتوں کے ساتھ
وَاللَّعِبِ بِالْكِلَابِ وَاللَّهَّاءِ	کھیلنے اور دین کی تحقیر و توہین کرنے میں
بِالدِّينِ وَ أَظْهَرَ ثَلَبَهُ	مشہور ہے اور اسی طرح اسکی بہت سی
حياة الحيوان ص ۶	برائیاں ظاہر کیں۔

رہا حضرت محمد بن حنفیہ کا یزید کے پاس جا کر قیام کرنا اور اس کے پکا نمازی ہونے، نیکو کار ہونے عالم و فاضل اور بقیع سنت نبوی ہونے کی شہادت دینا۔ اس کے متعلق صرف یہی جواب کافی ہے کہ یہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ ابن کثیر نے بھی البدایہ و النہایہ میں اس کو بلا سند روایت کیا ہے جو معتبر نہیں ہے۔

اموی خلیفہ حضرت عسر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اس کو امیر المؤمنین کہا۔ حضرت عسر بن عبدالعزیز نے سخت ناراض ہو کر فرمایا تقول امیر المؤمنین! و امر بہ ف ضرب عشرین سوطاء۔ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے! پھر اس کو (بطور سزا) بیس کوڑے لگوائے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۶)

سوال نمبر ۱۲

اگر یزید واقعی فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی وغیرہ تھا تو ان صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہوں نے اس کی بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے اسکی بیعت کیوں کی۔ کیا ان پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا؟ اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازماً اختیار کرنا پڑے گا۔

(۱) اگر امام حسین حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے یزید کی بیعت کی یقیناً غلطی پر تھے۔ اور ان پر فسق کا الزام عائد ہوگا۔

(۲) اور اگر وہ صحابہ کرام حق پر تھے تو حضرت امام غلطی پر تھے اور ان پر خروج

و بغاوت کا الزام عائد ہوگا؟

جواب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے یزید کی بیعت کی تھی وہ بھی حق پر تھے اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی حق پر تھے۔ کسی پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ دونوں نے شریعت مطہرہ پر عمل کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت مقدسہ کے احکام دو قسم پر ہیں۔ مبنی بر رخصت اور مبنی بر عزیمت۔ مثلاً

ایک مسلمان ظالموں یا کافروں کے زلفہ میں آجاتا ہے اور وہ اسکو کلمات کفریہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں اور بصورت دیگر اسکو طرح طرح کی دھمکیاں دینے ہیں کہ تجھے مار

دیا جائے گا یا تیری عزت و آبرو لوٹ ل جائے گی۔ یا تیرا مال چھین لیا جائے گا۔ اور وہ مسلمان بھی قوی آثار و علامات سے یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں ان کے کہنے کے مطابق کلمات کفریہ نہیں کہوں گا تو واقعی ان کے ظلم و ستم کا شکار ہو جاؤں گا اور کہہ دوں گا تو بیچ جاؤں گا تو اس بے بسی کے عالم میں شریعت نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ ان کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے زبان سے کفریہ کلمات کہہ دے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا دل ایمان و حق پر مطمئن ہو۔ اس کا نام ہے "رخصت" اس کو چونکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے اور اس نے شریعت کے حکم پر عمل کیا ہے لہذا ہم اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری نادانی ہوگی اور اگر وہ ظالموں اور کافروں کے سامنے حق اور ایمان پر ڈٹ جائے اور ان کے ظلم و ستم کو برداشت کر لے اور زبان پر کلمات کفریہ نہ لائے یہاں تک کہ جان دے دے تو وہ مجاہد اور شہید ہے اور شریعت نے اس کو افضل جہاد قرار دیا ہے۔ اس کا نام ہے "عزیمت" اور یہ رخصت سے افضل ہے۔ تو جس نے شریعت کے حکم کے مطابق افضل جہاد کیا ہے ہمیں ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس پر بھی کسی قسم کا الزام عائد کریں اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری حماقت ہوگی۔

شریعت مطہرہ کے اس اصول کے مطابق جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کر لی تھی اسکو خلیفہ برحق یا امام عادل سمجھ کر نہیں کی تھی بلکہ آپس کے جدال و قتال اور فتنہ و فساد اور اس کے ظلم و شر سے بچنے کے لیے کی تھی۔ لہذا ان کا عمل رخصت پر تھا چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:-

اور جب یزید میں فسق و فجور کی وہ باتیں پیدا	وَلَمَّا حَدَّثَ فِي يَزِيدَ
ہو گئیں جو ہونی تھیں تو صحابہ میں اس کے	مَا حَدَّثَ مِنَ الْفِسْقِ اخْتَلَفَ
بارے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ بعض نے	الصَّحَابَةَ حِينَئِذٍ فِي شَائِرِ
اس کے فسق و فجور کی وجہ سے اس پر خروج	فِيهِمْ مَن رَأَى الْخُرُوجَ

یعنی اس کے خلاف کھڑے ہو جانے اور اسکی بیعت توڑنے کو ضروری سمجھا جیسا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر اور ان کے پیروں نے کیا۔ اور بعض نے فتنہ اور بہت زیادہ قتل و غارت کے خطرات اور ان کے روک تھام سے عجز محسوس کرتے ہوئے اس پر خروج کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ اس وقت یزید کی قوت و شوکت بنی امیہ کی عصبیت تھی۔

عَلَيْهِ وَ نَقَضَ الْبَيْعَةَ مِنْ أَجْلِ
ذَلِكَ كَمَا فَعَلَ الْحُسَيْنُ وَ
عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَ مَنْ
تَبِعَهُمَا فِي ذَلِكَ وَ مِنْهُمْ
مَنْ أَبَاهُ مِمَّا فِيهِ مِنْ إِثَارَةِ
الْفِتْنَةِ وَ كَثْرَةِ الْقَتْلِ مَعَ الْعِزِّ
عَنِ الْوَفَاءِ بِهِ لِأَنَّ شَوْكَةَ يَزِيدَ
يَوْمَئِذٍ هِيَ عَصَابَةُ بَنِي أُمَيَّةِ

مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۱

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ نے یزید کی بیعت کی اور اس پر خروج نہیں کیا۔ وہ اس کے خلیفہ برحق یا امام عادل ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وہی فتنہ و فساد اور قتل و غارت سے بچنے کے لیے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو اس پر قابو پانا مشکل ہو گا لہذا انھوں نے ”رخصت“ پر عمل کر لیا۔

اور امام عالی مقام حق اور ایمان پر ڈٹ گئے اور اس پر خروج کیا اور اس سلسلے میں یزیدیوں کے بے پناہ مظالم برداشت کئے۔ یہاں تک کہ اپنی اور اپنے رفقاء کی جانیں دے دیں مگر قدم پیچھے نہیں ہٹایا آپ کا عمل ”عزیمت“ پر مبنی تھا۔ آپ نے افضل ترین جہاد کیا۔ لہذا آپ مجاہد اعظم اور شہید اکبر ہیں۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو ”عزیمت“ کی مثال کیسے قائم ہوتی اور آنے والی نسلیں کے بہادر افراد، ظالموں اور جابروں کے سامنے حق و صداقت پر ڈٹ جانے والے اولوالعزم مجاہد کس کی استقامت و جاں بازی کو سامنے رکھتے۔ کس کی یاد ایسے مشکل اور کٹھن اوقات میں اُن کا سہارا اور ثابت قدمی کا باعث بنتی۔ اور یہ کیسے معلوم ہوتا کہ ایک فتح و کامرانی

ایسی بھی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تینخ لآچوں از میاں بیرون کشیدا ار رگ ارباب باطل خون کشیدا

نقش لآ اللہ بر صحرا نوشت سطر عنوان نجات ما نوشت

اسی طرح اگر رخصت کی مثال قائم نہ ہوتی تو آنے والی نسوں کے وہ افراد جو حق و صداقت پر قائم تو ہوتے مگر ظالموں اور جاہلوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے یا مسلمانوں کے آپس کے جدال و قتال کو روکنے اور فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے وہ کس کے کردار و عمل کو سامنے رکھ کر رخصت پر عمل کرتے۔ اسی لیے تو رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ ساروں کی مانند ہیں۔ اور ان کی اقتدا ہدایت ہے۔ خواہ رخصت پر ہو یا عزیمت پر۔ چونکہ عزیمت افضل ہے تو عزیمت پر عمل بھی افضل ہوگا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں۔

اب دو صورتیں تھیں یا بخوف جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلاف قرآن و سنت ہو یہ رخصت تھی۔ ثواب کچھ نہ تھا قال تعالیٰ الْآمِنَ اَكْرَهُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ د (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو) یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ عزیمت تھی اور اس پر ثواب عظیم، اور یہی ان کی شان رفیع کے شایان تھی اسی کو اختیار فرمایا۔

(المحجة المؤمنة في آية المتعنه ص ۹)

”رخصت“ کے دلائل

حضرت عوف بن مالک انجمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا :-

الْأَمِّنُ وَوَلِيَّ عَلَيْهِ وَالِ فَرَاهُ يَأْتِي شَيْئًا
مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ فَلْيَكْرَهُ مَا يَأْتِي مِنْ
مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ
طَاعَةِ رَسُولِ اللَّهِ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۹

خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو۔ پھر اس
میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو
اس کو تو ناپسند کرے اور اسکی طاعت
سے ہاتھ نہ کھینچے۔

حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا :-

يَا بَنِيَّ اللَّهُ أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ
عَلَيْنَا أَمْرًا يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ
وَيَسْمَعُونَ حَقَّنَا فَمَا تَأْمُرُنَا
قَالَ اسْمَعُوا واطِيعُوا فَإِنَّا عَلِيمٌ
مَا حَبَلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حَبَلْتُمْ
مسلم شریف ص ۱۱۴

اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے تو اگر ہم پر
ایسے امر مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق
تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک
دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے
ہیں؟ فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان
پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر
تمہارے اعمال کا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہم سے فرمایا :-

إِنَّكُمْ سَتَرُونَ بَعْدِي أُثْرَةً
وَأُمُورًا تُتَكَبَّرُ وَنَهَا قَالُوا فَمَا
تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَدُوا

کہ تم میرے بعد دیکھو گے ناحق تزیج
دینا اور ناپسندیدہ امور۔ صحابہ نے کہا
یا رسول اللہ! اس وقت ہمارے لیے

کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے حقوق انہیں دو۔ اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

إِلَيْهِمْ حَقُّهُمْ وَسَلُوا اللَّهَ حَقَّكُمْ

بخاری و مشکوٰۃ ص ۳۱۹

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب میرے بعد حکام مالِ غنیمت میں ناحق تصرف کریں گے؟ میں نے عرض کیا، اسکی قسم جس نے آپکو برحق مبعوث فرمایا ہے میں اس وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ لوں گا، پھر اس کے ماروں گا۔ یہاں تک کہ آپ کے آملوں کا۔ فرمایا کیا میں تمہیں اس کے اچھی بات نہ بتاؤں؟ تم صبر کرنا حتیٰ کہ مجھ سے آلو۔

كَيْفَ أَنْتُمْ وَأُمَّةٌ مِنْ بَعْدِي يَسْتَأْثِرُونَ بِهَذَا الْفِيءِ قُلْتُ أَمَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ أَصْنَعُ سَيَفِي عَلَى عَاتِقِي ثُمَّ اضْرِبُ بِهِ حَتَّى الْقَاكِ قَالَ أَوْلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذَلِكَ تَصْبِرُ حَتَّى تَلْقَانِي رَابِدًا رَدَدَ مَشْكُوتًا ۲۲۲

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے بعد ایسے امرار ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں ہوں گے اور نہ میری سنت پر عمل پیرا ہوں گے اور عنقریب ان میں ایسے افراد بھی کھڑے ہوں گے کہ ان کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہوں گے۔ یعنی بطامہران اور بیاطن شیطان حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں ان کو پاؤں تو پھر کیسے کروں؟ فرمایا سنبو اور مانو! اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارا جائے

تَكُونُ بَعْدِي أُمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهَدَايِي وَلَا يَسْتَنُونَ بِسُنَّتِي وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جَسْمَانِ الْإِنْسِ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَدْرَكَتُ ذَلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتَطِيعُ وَإِنْ ضَرَبَ ظَهْرَكَ وَآخَذَ مَالَكَ أَتَأْسَمِعُ وَأَطِيعُ -

سلم شریف ۱۱۴

اور تمہارا مال چھین لیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

کیا اسلام کی نیکی کے بعد پھر بدی ہوگی جیسا
کہ اسلام سے پہلے تھی؟ فرمایا ہاں! میں نے
عرض کی اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہوگا؟
فرمایا تلوار یعنی بذریعہ جنگ میں نے عرض
کی تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی ہے
گی؟ فرمایا ہاں اس طرح کہ حکومت غلط
طریقے پر قائم ہوگی لوگ اسکو خوش دلی سے
تسلیم نہیں کریں گے بلکہ جبر و اکراہ اور مکرو
فساد سے صلح ہوگی۔ میں نے عرض کی پھر کیا
ہوگا؟ فرمایا پھر کچھ لوگ گمراہی کی طرف مائل
ہوں گے پس اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری
پٹیٹھ پر درتے مائے اور تمہارا مال ضبط کر لے
تو بھی تم اسکی اطاعت کرنا و گرنہ جنگل میں کسی
درخت کے نیچے گوشہ گیری کی حالت میں مرجانا۔

اَيُّكُونُ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ
شُرُكًا كَانَ قَبْلَهُ شُرًّا؛
قَالَ نَعَمْ؛ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ
قَالَ السَّيْفُ قُلْتُ وَ هَلْ
بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ قَالَ نَعَمْ
تَكُونُ اِمَارَةً عَلَى اِقْدَاءٍ وَ هُدًى
عَلَى دُخْنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا
قَالَ ثُمَّ يَنْشَأُ دَعَاةُ الضَّلَالِ
فَاِنْ كَانَ لِلَّهِ فِي الْاَرْضِ
خَلِيْفَةٌ جَدَّ ظَهْرَكَ وَ اَخَذَ
مَالَكَ فَاطْعَهُ وَ الْاَفْمَتَ
وَ اَنْتَ عَاضُ عَلَى جِدْلِ
شَجْرَةٍ -

مشکوٰۃ ص ۲۶۳

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے اللہ کے
سب مظلوم بندے اسکی طرف پناہ ڈھونڈتے
ہیں پس اگر وہ عدل کرے گا اسکی لیے اجر و
ثواب ہوگا اور رعیت پر شکر لازم ہوگا اور

السُّلْطَانُ ظِلُّ الرَّحْمٰنِ فِي الْاَرْضِ
يَاوِي اِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُوْمٍ مِنْ عِبَادِهِ فَاِنْ
عَدَلَ كَانَ لَهُ الْاَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ
الشُّكْرُ وَاِنْ جَارَ وَاَوْحَافَ وَظَلَمَ كَانَ

اگر وہ ظلم و ستم کریگا اس پر سخت بوجھ ہو
گا اور رعیت پر صبر کرنا لازم ہوگا۔

علیہ الإصر وعلی الرعیۃ الصبر
السنن المنیر شرح جامع الصغیر ۲۴

”عزیمت“ کے دلائل

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةً حَقِّ عِنْدَ
السُّلْطَانِ لِبِئْسَ مَا بَدَأَ ابْنُ آدَمَ
أَفْضَلُ جِهَادِ اسِ كَلِمَةٍ حَقِّ عِنْدَ
السُّلْطَانِ لِبِئْسَ مَا بَدَأَ ابْنُ آدَمَ

پاس حق بات کے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے

فرمایا۔

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بیوقوفوں کی حکومت
سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض
کی یا رسول اللہ! وہ بیوقوفوں کی حکومت
کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے اہرار ہونگے
کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور
عمل کریں گے تو ظلم کریں گے پس جو ان کے
پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا
اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کریگا تو وہ مجھ
سے نہیں اور میں اس سے نہیں ہوں اور نہ وہ
کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئیگا اور
جو ان کے پاس نہیں آئیگا اور نہ انکی تصدیق
کریگا اور نہ ان کے ظلم پر ان کی اعانت کریگا

يَا كَعْبُ بْنُ عَجْرَةَ أُعِيدُكَ
بِاللَّهِ مِنْ إِمَارَةِ السُّفَهَاءِ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا إِمَارَةُ
السُّفَهَاءِ قَالَ يُوشِكُ أَنْ
تَكُونَ أُمْرَاءَ إِنْ حَدَّثُوا كَذِبًا
وَإِنْ عَمِلُوا ظُلْمًا فَمَنْ جَاءَهُمْ
فَصَدَّقَهُمْ بِكَيْدِهِمْ وَأَعَانَهُمْ
عَلَى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ
مِنْهُ وَلَا يَرِدُ عَلَيَّ حَوْضِي غَدًا
وَمَنْ لَمْ يَأْتِهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ
وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَهُوَ مِنِّي
وَإِنَّمَا مِنْهُ وَهُوَ يَرِدُ عَلَيَّ حَوْضِي

غداً

کنز العمال ص ۲۷۷

وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور
وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئیگا۔

نکتہ ! امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے
حُسَيْنٌ مِنِّي وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اور اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان حکام کی تصدیق
اعانت کی فَلَيْسَ مِنِّي وہ مجھ سے نہیں تو امام عالی مقام کس طرح ان کا ساتھ دیتے اگر ساتھ دیتے تو
حُسَيْنٌ مِنِّي نہ رہتے بلکہ فَلَيْسَ مِنِّي ہو جاتے یعنی اس منصب و مقام سے محروم ہو
جاتے۔ لہذا امام عالی مقام نے وہی کیا جو آپ کا منصب و مقام تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

آپ نے فرمایا۔

إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا
عَلَى يَدَيْهِ أَوْ شَكَ أَنْ يُعْتَبَهُمُ اللَّهُ
بِعِقَابٍ ابوداؤد شریف ص ۲۱۷

جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اسکے ہاتھ
نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب
عام بھیج دے۔

حضرت عمرو بن ہشیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا۔

يَقُولُ مَا مِنْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَادِ
ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يَغْتَرُوا ثُمَّ لَا
يَغْتَرُوا إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يُعْتَبَهُمُ اللَّهُ
مِنْهُ بِعِقَابٍ ابوداؤد شریف ص ۲۱۷

فرماتے تھے ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے
لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ
کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں نہ
بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذاب
عام نازل کر دے۔

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔

اهل الجور واعوانهم في النار
المتدرك ص ۸۹
اہل جور وستم اور ان کے مدگار و دوزخ
میں ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
من رأى منكم منكراً
فليغيره بيده فان لم
يستطع فليسانه وان
لم يستطع فقلبه وذلك
اصغف الايما
تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو
چاہیے کہ وہ اپنی قوت بازو سے اسے (نیکی سے)
بدلے اور اگر وہ اسکی طاقت نہیں رکھتا
تو زبان سے اسکی مذمت کرے اور اگر اسکی
بھی استطاعت نہیں ہے تو دل سے بُرا سمجھے

مشکوٰۃ ص ۲۲۶

اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

جس کے گھر سے ایمان و ہدایت اور نیکی و بھلائی کے چشمے جاری ہوئے تھے جن سے
ملت کی تطہیر ہوئی تھی جس کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پناہ تکالیف و مصائب
برداشت کر کے برائیوں کو مٹایا اور بھلائیوں کو رائج کیا تھا وہ یہ کیسے برداشت کر
سکتا تھا کہ وہی برائیاں پھر وجود میں آجائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں
سے منکرات کو دیکھے اور پھر ان کو نہ بدلے۔ اس پر سب سے زیادہ ذمہ داری عائد
ہوتی تھی۔ پھر اس کے بازو میں قوت بھی تھی، اسکی زبان میں استطاعت بھی تھی۔ وہ
بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت و شجاعت کا منظر تھا۔ کما سیاتی۔ اس
نے وقت کی پکار کو سنا اور کہا کہ اگر اس وقت میں نے لبتیک نہ کہا اور ملت کی تطہیر
کے لیے آگے نہ بڑھا تو ایمان و ہدایت اور نیکی و بھلائی کا پاکیزہ چشمہ مکدر اور ناپاک ہو
کر رہ جائیگا۔ اس نے عزم صمیم کر لیا اور کربلا کا ذرہ ذرہ شاہد ہے کہ اس نے وہی کر
دکھایا جو اس کے شایان شان تھا۔

چنانچہ آپ کا وہ خطبہ جو آپ نے لشکر یزید کے سامنے کہا اس کا ایک ایک لفظ

اس حقیقت کی ضمانت اور اس پر مہر تصدیق ہے۔

آپ کا بیزید کے خلاف کھڑے ہونے کا سبب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے

بعد فرمایا:-

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ رَأَى سُلْطَانًا جَائِرًا
مُسْتَحِيلًا لِحُرْمِ اللَّهِ نَاكثًا
لِعَهْدِ اللَّهِ مَخَالِفًا لِسُنَّةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِي
عِبَادِ اللَّهِ بِالْأَثَمِ وَالْعُدْوَانِ
فَلَمْ يَغَيِّرْ مَا عَلَيْهِ
بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ كَانَتْ
حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَدْخُلَهُ
مَدْخَلُهُ أَلَا إِنَّ
هُوَ لَا يَزِيدُ لِرِزْمِ طَاعَةِ
الشَّيْطَانِ وَتَرْكِ طَاعَةِ الرَّحْمَنِ
وَإِظْهَرُوا الْفَسَادَ وَعَطَّلُوا
الْحُدُودَ، وَاسْتَأْثَرُوا بِالْفِيءِ
وَاحْتَلَوْا حُرْمَ اللَّهِ وَحَرَّمُوا
حِلَالَهُ وَأَنَا حَقٌّ مِنْ غَيْرِي

اے لوگو! بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ
کو دیکھے جس نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا ہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت
کی ہو۔ اللہ کے بندوں میں گناہ اور ظلم کے
ساتھ عمل کرتا ہو۔ پھر وہ شخص اپنی قوت و
طاقت کی حد تک اپنے قول اور فعل سے اسکو
نہ بدلے تو اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ اسکو
اس (بادشاہ کے) داخل ہونے کی جگہ میں داخل کر دے خبردار
ہو جاؤ! بیشک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت
کو لازم پکڑ لیا ہے اور زمین کی اطاعت کو چھوڑ
دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے اور
حد و شرعی کو معطل کر دیا ہے اور محاصل کو اپنے
ہی لیے خرچ کرتے ہیں اللہ کی حرام کردہ
باتوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیتے
لہذا میں نسبت کسی اور شخص کے (انکے خلاف)
جہاد کرنے کا زیادہ حق دار ہوں اور بیشک
میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد آئے کہ

تم میری بیعت کرو گے اور ہر طرح میرا ساتھ
 دو گے اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے دو گے
 اور مجھے چھوڑ دو گے نہیں پس اگر تم میری بیعت
 پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے جس حسین بن علی
 اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم ہوں۔

وَقَدْ اتَّيْتُكُمْ وَرَسُولَكُمْ
 بِبَيْعَتِكُمْ وَأَنْكُمْ لَا تَسْلِمُونِي وَلَا
 تَحْزِنُونِي فَإِنْ أَقْتَمْتُمْ عَلَيَّ بَيْعَتِكُمْ
 تَصِيبُوا رُشْدَكُمْ وَأَنَا الْحَسِينُ
 ابْنُ عَلِيٍّ ابْنِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنِ اثِيرٍ ص ۲

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے :-

سَأْمِي وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتَى
 إِذَا مَا نَوَى خَيْرًا وَجَاهِدَ مُسْلِمًا

میں عنقریب مرجاؤں گا اور موت کسی جوان کو کے لیے باعثِ عار نہیں ہے جبکہ
 اسکی نیت میں خیر ہو۔ اور بحالتِ مسلمان جہاد کرتا ہو۔

وَوَاسِيٌ رَجَا لَا صَالِحِينَ بِنَفْسِهِ
 وَخَالَفَ مَشْبُورًا وَفَارَقَ مُجْرِمًا

اور اس نے اپنی جان سے صالحین بندوں کی تائید کی ہو اور تباہ کار کی مخالفت
 اور مجرم سے مفارقت کی ہو۔

فَانْ عَشْتُ لِمَ أَنْدِمُ وَإِنْ مِتُّ لِمَ أَلَمُّ
 كَلْتِي بَكَ ذُلًّا أَنْ تَعِيشَ وَتَرْغَمَا

اگر میں زندہ رہا تو نادم نہ ہوں گا اور اگر مر گیا تو ملامت نہ کیا جاؤں گا لیکن
 (اے دشمن) تیرے لیے یہ ذلت کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل و خوار ہو۔

بلاشبہ آپ نے وہی کیا جو آپ کے بلند مقام کے لائق تھا اور آپ ایسا کیوں نہ
 کرتے جبکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جرات و شجاعت کے منظر تھے چنانچہ حضرت
 سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں اپنے دونوں
 شہزادوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض
 کیا کہ یہ دونوں آپ کے بچے ہیں۔ ان کو بطور ورثہ کچھ عطا فرمائیں؟

ارشاد ہوا۔

اما الحسنُ فله هيبتي وسوددي فاما
الحسين فله جراتي وجودي (ابن عساکر،
ميراثي في الكبير ابن منذ التذیب ۲۲۵ کنز العمال ۱۵)

حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری
ہے اور حسین کے لیے میری جرأت اور میری
سخاوت ہے۔

ابن عساکر کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا۔

اما الحسن فقد نخلته حلي و هيبتي
واما الحسين فقد نخلته
نخله في وجودي

حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور اپنی ہیبت
عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا
کرم بخشا۔

اور العسکری کی تیسری روایت میں ہے کہ فرمایا۔

نخلتُ هذالكبير المهابته والحلم
ونخلتُ هذالكصير المجهته
والرضا

اس بڑے کو میں نے ہیبت و حلم عطا فرمایا
اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت
دی۔

سبحان اللہ! دونوں شاہزادوں سے وہی کچھ ظاہر ہوا جو بارگاہ نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم سے انہیں عطا ہوا تھا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ علم و بردباری میں کمال
تھے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جرأت و شجاعت اور محبت و رضا کا وہ مظاہر
کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مقام پر باطل سے نہیں بے
توجہ ان کی شجاعت و جرأت کا منظر تھا وہ باطل کے سامنے کیسے دب سکتا تھا۔
کتنی ہیبتیں اب بھی شہداء حسین کی آزادی حیات کا یہ سردی اصول،
چڑھ جانے کے سر ترا نیزے کی نوک پر لیکن فاسقوں کی اطاعت نہ قبول
اور یہ روایت کہ امام عالی مقام نے فرمایا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اپنا
تھا اس کے ہاتھ میں رکھ دوں گا یعنی بیعت کر لوں گا، درست نہیں ہے۔ چنانچہ

عقبہ بن سمان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک اور مکہ سے عراق تک امام عالی مقام کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جدا نہ ہوا اور ان کی وہ تمام تقاریب نہیں جو انھوں نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے سامنے کیں۔

فَوَاللّٰهِ مَا اَعْطَاهُمْ مَا يَنْدُرُ
بِهِ النَّاسُ مِنْ اَنْهَ يَضَعُ
يَدَهُ فِي يَدِيْزِيْدٍ وَلَا اَنْ يُسَيِّرُوهُ
اِلَى ثَغْرِ مَنْ ثَغُوْرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَكِنَّهُ
قَالَ دَعُوْنِيْ اَرْجِعْ اِلَى الْمَكَانِ
الَّذِيْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ اَوْ دَعُوْنِيْ
اِذْهَبْ فِيْ هَذِهِ الْاَرْضِ الْعَرِيْضَةِ
حَتّٰى تَنْظُرَ اِلَى مَا يَصِيْرُ اِلَيْهِ اَمْرَ النَّاسِ
فَلَمْ يَفْعَلُوْا (ابن اثیر ص ۱۲۱)

خدا کی قسم! انھوں نے کسی وقت بھی لوگوں سے
یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں رکھ
دوگل اور نہ یہ کہ مجھے تم مسلمانوں کی کسی سرحد
تک چلو بلکہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو
میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤ
یا مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کہیں
نکل جانے دو حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ لوگوں کا فیصلہ
(حکومت کچھ لیے) کس کی طرف لوٹنا ہے پس
انھوں نے نہ مانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
عَنْ قُرَيْبٍ تَمَّ بِرِاْسِهِ لَمَّا رَءَوْا جُؤَارِءَ كُفْرٍ
كَرَّارٍ كَرَّ طَهِيْرٍ كَرَّ اَوْ خِلَافِ سُنَّتِ نَسِيٍّ
بَاتِيْنَ اِيْجَادِ كَرِيْئٍ كَرَّ اِبْنُ مَسُوْدٍ فَرَمَاتِيْ فِيْ
نَسِيٍّ كَرَّ اِسْمُ قُرَيْبٍ كَرَّ اِسْمُ قُرَيْبٍ كَرَّ اِسْمُ قُرَيْبٍ
لَعْنَةُ اِبْنِ اَتَمِّ عَجْدٍ اَتَمِّ مَجْدٍ سَيِّئٍ كَرَّ اِسْمُ قُرَيْبٍ
اِسْمُ قُرَيْبٍ كَرَّ اِسْمُ قُرَيْبٍ سَنُوْجُوْا اللّٰهَ كَمَا نَا فَرَمَانَ هُوَ
اِسْمُ قُرَيْبٍ كَرَّ اِسْمُ قُرَيْبٍ اِسْمُ قُرَيْبٍ كَرَّ اِسْمُ قُرَيْبٍ

سے بیکون علیکم امراء یؤخرون
الصلوة عن مواقيتها و یحدثون
البدع قال ابن مسعود کیف
اصنع قال تسألنی یا ابن ام
عبد کیف تصنع لا طاعة
لمن عصی الله

اس کی اطاعت نہیں۔

حضرت عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امرار مستط ہوں
گے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم
بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے عمل کریں گے
جکو تم برا جانو گے۔ پس وہ تم پر حاکم نہیں یعنی
انکی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ امْرَاءُ
مِنْ بَعْدِي يَأْمُرُونَكُمْ بِمَا لَا
تَعْرِفُونَ وَيَعْمَلُونَ بِمَا تَكْفُرُونَ
فَلَيْسَ أَوْلِيَّكَ عَلَيْكُمْ بِأُمَّةٍ

السراج المنير ۳۱۲

حضرت ابی سلالہ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عنقریب تم پر ایسے امرار ہوں گے جو تمہاری دوزخوں
کے مالک ہوں گے وہ تم سے بات کریں گے
تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو بڑے
کام کریں گے وہ تم سے اس وقت تک راضی
نہ ہوں گے جب تک تم انکی برائیوں کی پھر
اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو گے۔ پس
تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ
اسے گوارا کریں پھر جب وہ اسے تجاوز کر لیا
تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَّةٌ يَبْلُغُونَ
أَرْزَاقَكُمْ يُحَدِّثُونَكُمْ فَيَكْذِبُونَكُمْ
وَيَعْمَلُونَ فَيَسِيئُونَ الْعَمَلُ لَا
يَرْضَوْنَ مِنْكُمْ حَتَّى تَحْسَنُوا
فَيَبْغَهُمْ وَتَصَدَّقُوا كَذِبَهُمْ
فَاعْطَوْهُمْ الْحَقَّ مَا رَضُوا بِهِ
فَإِذَا تَجَاوَزُوا مِنْ قَتْلِ
عَلَى ذَلِكَ فَهُوَ شَهِيدٌ

السراج المنير ۳۱۲

ف۔ اس ارشادِ گرامی کے مطابق بلاشک و شبہ امام عالی مقام شہید ہیں بلکہ

سید الشہدار میں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سید الشہدار حمزہ بن عبد المطلب اور وہ شخص ہے
جو ظالم لیر کے خلاف کھڑا ہوگا اور اسکو نیکی
کا حکم دیگا اور برائی سے منع کریگا۔ پس وہ

سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمِزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
وَرَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ جَائِرٍ فَاَمْرَهُ وَ
نَهَاةَ فَقْتَلَهُ۔

السراج المنیر ص ۳۲۱ المتدرک ص ۱۹۵

(اس جرم میں) قتل کر دیا جائیگا۔

واللہ اعلم! ان دلائلِ حقہ معتبرہ سے ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کر لی تھی ان پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ انھوں نے شریعتِ مقدسہ کے حکم "رخصت" پر عمل کیا۔ اور حضرت امام پر بھی کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ آپ نے بھی شریعتِ مطہرہ کے حکم "عزیمت" پر عمل کیا۔ اور عزیمت پر عمل افضل اور اس پر اجر عظیم ہے۔ لہذا آپ کا مقام بہت بلند اور افضل و اعلیٰ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حُیْنِ ابْنِ عَلِيٍّ نِي كَيْ هِي قَائِمٌ اَكْ مِثَالِ اِيْهِ
 كِه تَقْلِيْدِ اسْ كِي تَقْدِيْرِ حَيَاتِ جَاوِدَانِي هِي

سوال نمبر ۵

یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ لہذا قتل حسین اور اسکی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے کیا یہ درست ہے؟

یہ کہنا غلط ہے کہ یزید پلید نے امام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ بلکہ سب کچھ اس کے حکم اور اسکی رضا سے ہوا۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی صاحب شرح عقائد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

والمحقُّ أنَّ رضاءَ یزیدٍ بقتلِ الحُسَینِ
وإستبشاره بذلکَ وإهانةِ أهلِ بیتِ
النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ متواترَةٌ
مَعْنَاهُ وَإِنْ كَانَ تَفَاصِيلُهَا أَحَادًا
شرح عقائد نسفی ص ۱۱۲

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں۔ اگرچہ انکی تفصیل احاد ہیں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
و بعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت
نکرده و بدان راضی نبوده و بعد از قتل وے
و اہل بیت وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مریز
و مستبشر شدہ۔ این سخن مریز و باطل است

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور انکے عزیزوں کے قتل سے خوش و

چہ عداوت آں بے سعادت با اہل بیت
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار و بقتل
 ایساں و اذلال و اہانت و ماریشاں را
 بدرجہ تواتر معنوی رسیدہ است و انکار
 آں تکلف و مکارہ است۔
 (تکمیل الایمان ص ۹۵)

مسرور ہوا۔ یہ بات مردود اور باطل ہے۔ اہل
 لیے کہ اس شقی کا اہل بیت نبوت رضی اللہ
 عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے
 خوش ہونا اور انکی اہانت کرنا معنوی طور پر درجہ تواتر
 کو پہنچ چکا ہے اور اسکا انکار تکلف و مکارہ
 یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔

علامہ تفتازانی صاحب شرح عقائد اور حضرت شیخ محقق جلیے بزرگوں کے فیصلے
 کے بعد اگرچہ مزید کسی شہادت اور حوالے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن ہم خود یزید کے دست
 راست اور خاص اس مہم کے لیے مقرر کردہ امیر کوفہ ابن زیاد بد نہاد کی شہادت پیش کرتے
 ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

یزید کی موت کے بعد ابن زیاد شام کو روانہ ہوا تو راستہ میں وہ سواری پر کسی گہری
 سوچ میں تھا۔ اس کے رفیق سفر مسافرین شریح نے کہا، کیا آپ کو نیند آرہی ہے؟ ابن زیاد
 نے کہا نہیں میں کچھ سوچ رہا تھا! مسافرین شریح نے کہا۔ میں بتاؤں آپ کیا سوچ رہے تھے؟
 ابن زیاد نے کہا بتاؤ! مسافرین شریح نے کہا کنتَ تَقُولُ لَيْتَنِي لَمْ أَقُلْ حُسَيْنًا، آپ اپنے
 دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ لے کاش، میں نے امام حسین کو قتل نہ کیا ہوتا! ابن زیاد نے
کہا اَمَا قَتَلِي الْحُسَيْنِ فَانَّهُ اَشَارَ اِلَى يَزِيدٍ بِقَتْلِهِ اَوْ قَتَلِي فَلَاخَرْتُ قَتْلَهُ، جہاں تک میرے
امام حسین کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو وہ اس لیے تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں انکو
قتل کروں ورنہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔ تو میں نے ان کے قتل کو اختیار کیا۔ (ابن اثیر ص ۵۵)
 اور سنئے! امام عالی مقام کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں یزید
 کے خلاف جب عام بغاوت ہو گئی تو۔

بَعَثَ اِلَى عَبِيدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ
 یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو مدینہ منورہ پر

يَا مُرَّةَ بِالْمَسِيرِ إِلَى الْمَدِينَةِ
وَمَحَاصِرِ ابْنِ الزَّبِيرِ بِمَكَّةَ
نَقَالَ وَاللَّهِ لَا جَمْعَ لَهَا لِلْفَاسِقِ
قَتَلَ ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ وَغَزَا
الْكَعْبَةَ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ يُعْتَذِرُ
ابن اثیر ص ۲۵

چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر
کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا
خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لیے
ابن رسول اللہ کا قتل (جو پہلے کر چکا ہوں) اور
کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لیے جمع نہیں کروں گا
تو اس نے معذرت کر دی۔

جب امام عالی مقام کو شہید کیا گیا تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ یزید کے خلاف
ہو گئے انھوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ یزید کو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی تو
وہ سمجھا کہ ابن عباس ابن زبیر کے مخالف اور میری بیعت پر قائم ہیں۔ اس نے ابن عباس
کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ملحد ابن زبیر (معاذ اللہ) کی دعوتِ بیعت کو
رد کر دیا ہے۔ لہذا آپ میری بیعت پر قائم رہیں اور وفادار رہیں۔ اور دوسروں کو بھی
وفاداری اور ابن زبیر کی مخالفت کی پُر زور تلقین کریں کیونکہ لوگ آپ کی بات سنتے اور
مانتے ہیں۔ میں آپ کی اس وفاداری اور نیکی کو فراموش نہیں کروں گا اور اس
کا صلہ ادا کروں گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابن عباس نے یزید کو لکھا کہ خدا کی قسم! میں نے
ابن زبیر کی بیعت کو اس لیے ترک نہیں کیا کہ میں تمہاری خوشنودی یا تم سے کوئی صلہ
حاصل کروں بلکہ ترکِ بیعت سے میرا جو مقصود ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔
اور تمہارا یہ گمان کہ میں صلہ و احسان کے لالچ میں آکر لوگوں کو تمہاری دوستی کی دعوت
دوں اور ان کے دلوں میں ابن زبیر کا بغض پیدا کروں اور ان کے چھوڑنے پر مجبور
کروں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ۔

بلاشبہ تو نے حسین اور عبدالمطلب کے جوانوں کو
 قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور
 چمکتے ہوئے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے
 لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ انکو خاک
 خون میں ملا دیا۔ وہ سخت پیاس کی حالت
 میں شہید ہوئے اور ان کے لاشے برہنہ،
 بے کفن کھلے میدان میں پڑے رہے۔ ہوائیں
 ان پر خاک اڑاتیں اور جنگل کے کفار انکی
 بوئیں سونگھتے تھے تا آنکہ ایک قوم کو جوان کی
 خوں یزی میں شریک نہ تھی، اللہ نے توفیق
 دی کہ انھوں نے ان سب کا کفن دفن کیا۔ اگرچہ
 میں تیری مجلس میں بیٹھ کر عزت دینی حاصل
 کرتا ہوں لیکن میں ابھی ان باتوں کو نہیں بھولا
 اور نہ بھولوں گا کہ تو نے حسین کو حرم رسول
 اللہ مدینہ منورہ سے حرم اللہ مکہ مکرمہ کی طرف
 نکالا اور اگلی طرف برابر سوار اور پیادے بھیجتا
 رہا یہاں تک کہ انھوں نے امام کو عراق کی طرف
 نکلنے کیلئے بے قرار دیا۔ چنانچہ وہ مکہ سے بھی
 ڈرتے ہوئے نکلے تو پھر تیرے سواروں نے
 انکو اس عداوت کی بنا پر جو تجھ کو اللہ اور اس کے
 رسول اور اہل بیت رسول جن کو اللہ تعالیٰ نے

قد قتلنا حسينا وفتيات
 عبدالمطلب مصابيح الهدى و
 نجوم الاعلام غادرتهم خيولك
 بامرِكَ في صعيدٍ واحدٍ مزمّلين
 بالدماءِ مسلوبين بالعراءِ
 مقتولين بالطباءِ لا مكفينين
 ولا مستورين تسفى عليهم
 الرياح وينثى بهم عرج
 البطاح حتى اتاح الله
 بقوم لم يشركوا في دمايهم
 كفؤهم و اجنؤهم و جب
 و بهم لو عززت و جلست
 مجلسك الذي جلست قما انسى
 من الاشياء فليست بنا س اطرادك
 حسينا من حرم رسول الله
 صلّى الله عليه وسلم الى حرم
 الله و تسيرك الخيول اليه
 فما زلت بذلك حتى اشخصته
 الى العراق فخرج خائفاً
 يترقب فنزلت به خيلك
 عداوةً منك لله و لرسوله

نے ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک کر کے
 طاہر و مطہر بنا دیا تھا، گھیر لیا۔ امام حسین نے
 تم سے صلح کرنا چاہی اور واپس چلے جانے
 کا سوال کیا مگر تم نے انکے مددگاروں کی قتل
 اور ان کے اہل بیت کے استیصال کے موقع کو
 غنیمت جان کر انکے خلاف اس طرح ایک
 دوسرے کی معاونت کی کہ گویا تم کسی ترک
 یا کافروں کے کسی خاندان کو قتل کرتے ہو۔
 کس قدر تعجب ہے کہ تم مجھ سے دوستی کی توقع
 رکھتے ہو، حالانکہ تم نے میرے باپ کی اولاد
 کو قتل کیا ہے اور تمہاری تلوار سے میرا خون
 ٹپک رہا ہے تم میرے عزیزوں کے قاتل ہو
 اور تم اس پر خوش اور مغرور نہ ہو کہ آج تم
 نے ہم پر غلبہ پایا ہے، ایک دن ہم بھی تم
 پر ضرور فتح یاب ہوں گے۔

وَأَهْلَ بَيْتِهِ الَّذِينَ أَذْهَبَ
 اللَّهُ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ
 تَطْهِيرًا فَطَلَبَ إِلَيْكُمْ الْمَوَادِعَةَ
 وَبَأْسًا لَكُمْ الرِّجْعَةَ فَأَغْتَمْتُمْ
 قَلَّةَ انصَارِهِ وَاسْتِصَالَ
 أَهْلَ بَيْتِهِ وَتَعَاوَنْتُمْ عَلَيْهِ
 كَأَنَّكُمْ قَتَلْتُمْ أَهْلَ بَيْتِ
 مِنَ التَّرِكِ وَالْكَفْرِ فَلَا شَيْءَ
 اعْجَبُ عِنْدِي مَنْ طَلَبْتِكَ
 وَوَدَى وَقَدْ قَتَلْتَ وَلَدُ
 أُنْحَى وَسَيْفُكَ يَقَطُرُ مِنْ
 دَمِي وَأَنْتَ أَحَدُ تَارِي
 وَلَا يُعْجِبُكَ إِنْ ظَفَرْتَ بِنَا
 الْيَوْمَ فَلَنْظَفَرْتَ بِكَ يَوْمًا
 وَالسَّلَامُ ابْنِ إِثْرِ مِثْهُ

چنانچہ علامہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

اور بلاشبہ یزید نے بڑی سخت غلطی کی اپنے
 اس قول میں جو اس نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ
 تین دن تک مدینہ منورہ کو مباح الدم (قتل
 عام وغیرہ) قرار دیتے یہ ایک اور مجرمانہ غلطی
 تھی جس سے (اسکی غلطیوں میں) اور اضافہ

وَقَدْ أَخْطَأَ يَزِيدُ خَطَا
 فَاحْشًا فِي قَوْلِهِ لِمُسْلِمِ بْنِ
 عَقْبَةَ أَنْ يُبَيِّحَ الْمَدِينَةَ
 ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَهَذَا خَطَا
 كَثِيرٌ فَاحْشٌ مَعَ مَا انْضَمَّ إِلَى

ذَلِكَ مِنْ قَتْلِ خَلْقٍ مِنْ
الصَّحَابَةِ وَابْنَاءِهِمْ وَقَدْ
تَقَدَّمَ أَنَّهُ قَتَلَ الْحُسَيْنَ
وَاصْحَابَهُ عَلَى يَدِي عَجِيدِ اللَّهِ
ابْنِ زِيَادٍ وَقَدْ وَقَعَ فِي
هَذِهِ الثَّلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الْمَفَاسِدِ
الْعَظِيمَةِ فِي الْمَدِينَةِ النَّبَوِيَّةِ
مَا لَا يُحَدِّدُ وَلَا يُوصَفُ
مَّا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ عَزَّ
وَجَلَّ وَقَدْ أُرَادَ بِأَرْسَالِ
مُسْلِمِ بْنِ عَقْبَةَ تَوْطِيئَةَ
سُلْطَانِيَّةٍ وَمَلِكِيَّةٍ وَدَوَامِ
أَيَّامِهِ مِنْ غَيْرِ مَنَازَعٍ
فَعَاقِبَةُ اللَّهِ بِنَقِيضِ قَصْدِهِ
وَحَالِ بَيْنِهِ وَبَيْنَ مَكَانِ
يَشْتَهِيهِ فَقَصَمَهُ اللَّهُ قَاصِمِ
الْجَبَابِرَةِ وَأَخَذَهُ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ
وَكَذَلِكَ أَخَذَ رَبُّكَ إِذَا أَخَذَ
الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنََّّ أَخَذَهُ
الْيَوْمَ شَدِيدٌ -

البدایہ والنہایہ ص ۲۲۲

ہوا کہ صحابہ کرام اور انکی اولاد کی ایک
بڑی تعداد قتل ہو گئی۔ اور یہ پہلے آچکا ہے
کہ اس کے حضرت حسین اور ان کے اصحاب کو
ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ اور بیشک
(مدینہ کے) ان تین دنوں میں بڑے بڑے
عظیم مفسد مدینہ منورہ میں نمایاں ہوئے
جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا اور نہ کیفیت
بتلائی جاسکتی ہے (یعنی اس قدر شرم ناک ہیں
کہ انھیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اور یزید
نے تو مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج کر یہ چاہا
تھا کہ اسکی بادشاہی اور حکومت مضبوط اور
دائمی ہو جائے جس میں کوئی خصومت اور جھگڑا
نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے
قصد اور ارادے کے خلاف سزا دی اور جو وہ چاہتا
تھا وہ نہ ہونے دیا اور اسے اسی طرح ہلاک
کیا جس طرح وہ جابرین ظالموں کو ہلاک کیا
کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکو بھی اپنی مضبوط
غالب قدرت سے پکڑا اور تیرے رب کا پکڑنا ایسا
ہی ہے جبکہ اس نے (پہلے بھی) ظالم بستیوں
کو پکڑا۔ بلاشبہ اسکی پکڑ بڑی سخت
الم انگیز ہوتی ہے۔

ان عبارات میں خط کشیدہ الفاظ کو غور سے دیکھیں جن سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا ہے کہ بلاشبہ امام عالی مقام کا قتل یزید کی رضا اور اُسکے حکم سے ہوا تھا۔

اور پھر ابن زیاد بد نہاد جسکو یزید نے کوفہ کا گورنر مقرر ہی اس لیے کیا تھا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اثر جو اہل کوفہ پر ہے ختم کرے اور اس سلسلے میں اُسکو جو کچھ بھی کرنا پڑے وہ کرے خود ابن زیاد کی شہاد اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صلہ لفظ صحابی اور امام اہل سنت علامہ تفتازانی صاحب شرح عقائد نسفی اور علامہ حافظ ابن کثیر اور شیخ محقق کے بیان کے بعد یہ شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے کہ امام عالی مقام کا قتل یزید کی مرضی اور حکم سے نہیں ہوا اور واقعہ کربلا کی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی معمول عقل رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کوئی فوجی افسر یا کسی صوبہ کا گورنر محض اپنی مرضی اور رائے سے ملک کے امیر کے حکم یا اس کی مرضی کے بغیر ملک کی کسی عظیم ترین شخصیت کو قتل نہیں کر سکتا۔ خاندان رسالت کی عظیم ترین ہستیاں یعنی حضرت امام حسین اور ان کے عزیز واقارب اور رفقار کا قتل یزیدی فوج کے کسی افسر یا صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ یزید کے حکم اور رضا سے ہوا اور اسکی پوری پوری ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اسکی نظیر موجود ہے۔ دیکھئے فرعون نے اپنے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کا کوئی بچہ ذبح نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کا قاتل اور ذابح اسی کو قرار دیا کیونکہ تمام بچے اسی کے حکم سے ذبح کئے گئے تھے چنانچہ فرمایا:-

يُذَبِّحُ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَكُمْ (اے اسرائیلیو! جبکہ فرعون تمہارے بچوں کو ذبح کرتا تھا اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتا تھا) ثابت ہوا کہ جس کے حکم اور رضا سے قتل ہو اس حاکم کو حکم قاتل ہی کہا جائے گا۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ یزید حضرت امام

حُیَیْنِ رَضِیُّ الشَّہِیْدَہِ کے قتل سے راضی نہ تھا اور نہ یہ قتل اس کے حکم اور رضا سے ہوا،
بلکہ بلاشبہ یہ سب کچھ یزید پلید کے حکم اور رضا سے ہوا۔

یزید اور اس کے ساتھی خوش ہوئے اس کامیابی پر
نہ عنہم تھا ان کو اجل آلِ اظہر کی تباہی پر
چنانچہ جب شہادت ہو گئی فرزندِ زہرا کی
تو مقصد اس کا برآیا یہی اس کی تمنا تھی

سوال نمبر ۶

اگر امام حسین کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس نے ابن زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہارِ افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیے تھا!

جواب
 جی ہاں! وہ خوش بھی ہوا اور اس نے ابن زیاد پر لعنت بھی کی اور اظہارِ افسوس بھی کیا۔ خوش اس لیے ہوا کہ جس ہستی سے اس کی حکومت اور اقتدار کو خطرہ تھا وہ وجود ختم ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن زیاد کی قدر و منزلت اس کے ہاں زیادہ ہو گئی۔ اگر واقعی اس کے نزدیک امام کا قتل ناجائز اور قاتل ابن زیاد ظالم اور مستحق لعنت تھا تو پھر اس نے ابن زیاد سے اس کا مواخذہ کیوں کیا اور اسکو کوئی سزا کیوں نہ دی۔ کم از کم اسے معزول ہی کر دیتا مگر اس نے کچھ بھی نہ کیا ثابت ہوا کہ قلبی طور پر تو وہ خوش تھا کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا مگر وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ میری پیشانی پر امام کے بے گناہ قتل کا وہ سیاہ داغ لگ چکا ہے کہ دنیائے اسلام قیامت تک مجھے ملامت کرتی رہے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی روانی کے خطرات کے پیش نظر صرف زبانی لعنت بھیجی اور ندامت و افسوس کا اظہار بھی کر دیا۔ جس کو رسمی یا سیاسی لعنت و ندامت کہنا چاہیے۔ ہمارے بیان کی صداقت پر علامہ حافظ ابن کثیر کی شہادت و روایت ملاحظہ ہو۔

نسر مانتے ہیں۔

جب ابن زیاد نے حضرت حسین کو مع انکے
رفقار کے قتل کر دیا اور ان کے سروں کو زینب
کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اولاً
خوش ہوا اور اسکی وجہ سے ابن زیاد کی قدر
منزلت اسکے نزدیک زیادہ ہو گئی مگر وہ
اس خوشی پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا حتیٰ
کہ پھر نادام ہوا۔

لَمَّا قَتَلَ ابْنُ زَيْدٍ الْحُسَيْنَ وَ
مَنْ مَعَهُ بَعَثَ بِرُؤُسِهِمْ إِلَى
يَزِيدٍ فَسُرَّ بِقَتْلِهِ أَوَّلًا وَ
حَسَنَتْ بِذَلِكَ مَنَزَلَتُهُ
ابْنُ زَيْدٍ عِنْدَهُ ثُمَّ لَمَّا
يَلَبَثَ إِلَّا قَلِيلًا حَتَّى نَدِمَ

ابدایہ و النہایہ ص ۲۲۲

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ :-

پس (ابن زیاد نے حضرت امام کے) سر اور
کو مع انکے اہل بیت کے جن میں حضرت زین
العابدین اور انکی چھوٹی بھی حضرت زینب بھی
تھیں، یزید کے پاس بھیجا تو وہ یزید بہت
زیادہ خوش ہوا اور اس نے انکو قیدوں
کے مقام پر کھڑا کیا اور انکی توہین کی اور
لکڑی کی چھڑی سے سر اور کو الٹ پلٹ
کرتا اور مارتا تھا اور کتا تھا لے حسین
تو نے اپنی بغاوت کا انجام دیکھ لیا اور
اس نے خوشی و فرحت میں مبالغہ کیا۔ پھر
وہ نادام ہوا اس وجہ سے کہ اسکے اس فعل
پر مسلمان اس سے بغض رکھیں گے اور
مخلوق اس سے نفرت کرے گی۔

فَارْسَلَهُ وَمَنْ مَعَهُ
مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَى يَزِيدٍ وَ
مِنْهُمْ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ وَ
عَمَّتُهُ زَيْنَبُ فَسَرُّ سُرُورًا
كَثِيرًا وَأَوْقَفَهُمْ مَوْقِفَ الْبَيْبِ
وَإِهَانَهُمْ وَصَارَ يُضْرَبُ
الرَّأْسَ الشَّرِيفَ بِقَضِيبٍ
كَانَ مَعَهُ وَيَقُولُ
لَقَيْتَ بَيْعِكَ يَا حُسَيْنُ وَبَالَغَ
فِي الْفَرْحِ ثُمَّ نَدِمَ كَمَا
مُقَتَّ الْمُسْلِمُونَ عَلَى ذَلِكَ
وَابْغَضَهُ الْعَالَمَ

اسان الراغبین ص ۲۰۷

ان روایتوں سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ یزید اولاً امام عالی مقام کے قتل سے خوش ہوا مگر یہ خوشی زیادہ دیر تک نہ رہی وہ اس لیے کہ بعد میں اس نے سوچا اور اپنی رسوائی کا اندیشہ ہوا جس نے نادم کر دیا۔ اور یہ ندامت امام کے قتل پر نہ تھی بلکہ اپنی رسوائی پر تھی۔ چنانچہ خود یزید کی زبانی سنئے!

لَعْنِ اللَّهِ ابْنَ مَرْجَانَةَ فَإِنْ
اُحْرَجَهُ وَاضْطَرَّهُ وَقَدْ
سَالَهُ أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَهُ
أَوْ يَأْتِيَنِي أَوْ يَكُونَ بِشَفْرِهِ
مَنْ تَفُورُ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ
اللَّهُ فَلَمْ يَفْعَلْ بَلْ أَبِي عَلَيْهِ
وَقَتْلُهُ فَبَغَضَنِي بِقَتْلِهِ الْحَقِّ
الْمُسْلِمِينَ وَزَرَعَ فِي
قُلُوبِهِمُ الْعَدَاوَةَ فَأَبْغَضَنِي
الْبُرِّ وَالْفَاجِرِ بِمَا اسْتَعْظَمَ
النَّاسُ مِنْ قَتْلِ حُسَيْنًا مَالِي
وَلَا بِنِ مَرْجَانَةَ قَتْلَهُ اللَّهُ
وَعَضِبَ عَلَيْهِ

ابداً و النہایہ
۲۳۲
۸

اللہ کی لعنت ہو ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر
کہ اس نے حسین کو تنگ و مجبور کر دیا حالانکہ
حسین نے اس سے سوال کیا تھا کہ یا تو انکو
آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں
یا انکو میرے پاس آنے دیا جائے یا انکو
سرخد کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاں میں
زندگی بسر کریں پس ابن مرجانہ نے نہ مانا
اور انکو قتل کر دیا اور ان کے قتل سے مجھے
مسلمانوں میں مبغوض بنا دیا اور ان کے دلوں
میں میرا بغض اور عداوت پیدا کر دی۔ تو
اب ہرنیک و بد مجھ سے بغض رکھے گا جبکہ
میرا حسین کو قتل کرنا لوگوں پر شاق اور
گراں گزرے گا۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا واسطہ
اللہ اس کا برا کرے اور اس پر غضب
نازل کرے۔

یزید کے اس بیان کے آخری الفاظ میں غور فرمائیے کہ ”اب ہرنیک و بد مجھ سے
اس لیے عداوت رکھے گا کہ میرا حسین کو قتل کرنا ان پر بہت گراں گزرے گا“ اس

میں اس بات کا بھی صاف اعتراف ہے کہ وہ قاتل حسین ہے۔ کیونکہ سب کچھ اس کے حکم سے ہوا۔ رہا ابن زیاد پر لعنت وغیرہ کرنا تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ قاتل امام سے خوش نہیں ہوا تھا بلکہ قاتل امام ہی کی وجہ سے ابن زیاد کا مرتبہ اس نے اپنے یہاں بلند کیا جیسا کہ ذکر ہو چکا اور ابن زیاد پر اس کا لعنت وغیرہ کرنا اسی اپنی رسوائی پر تھا جو آئندہ اس کے حصے میں آنے والی تھی اور آئی چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

وَقَدْ لَعَنُ ابْنَ زِيَادٍ
عَلَىٰ فِعْلِهِ ذَٰلِكَ وَشَتْمُهُ
فِيمَا يَظْهَرُ وَيَبْدُو
وَلَكِنْ لَمْ يَعْزِلْهُ عَلَىٰ
ذَٰلِكَ وَلَا عَاقِبَهُ وَلَا
أَرْسَلَ يَعْيُبُ عَلَيْهِ ذَٰلِكَ،
البدایہ والنہدایہ ص ۲۰۲

بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا بھی کہا، اس وجہ سے کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہوگی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہوگا لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج کر اس کا یہ شرم ناک عیب اس کو بتایا یعنی ملامت کیا۔

”خلافت معاویہ و یزید“ کا مؤلف امام غزالی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ یہ صحیح نہیں کہ یزید نے حسین کو قتل کرایا یا اس کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا۔ پس جبکہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی تو پھر یزید کے ساتھ ایسی بدگمانی رکھنا یا سب و شتم وغیرہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قاتل حسین کا حکم دیا اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا تو وہ شخص پر لے درجے کا احمق ہے۔ ملخصاً (معاویہ و یزید ص ۵۳، ص ۵۵)

گویا امام غزالی کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ یزید کے ساتھ بدگمانی رکھنا یا اس پر لعنت وغیرہ کرنا اس لیے ناجائز و حرام اور حماقت ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ اس نے امام کے قتل کا حکم دیا اور اس پر وہ راضی ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر

امام کا قتل اس کے حکم یا اس کی رضامندی سے ہو تو پھر وہ ضرور بدگمانی اور لعنت وغیرہ کا مستحق ہے (اور اس حقیقت کو ہم نے گزشتہ سطور میں ثابت کر دیا ہے) خلافت معاویہ و یزید کے مؤلف کی دیگر عبارات بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) امیر المؤمنین یزید اول کی خلافت کی حجیت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے خلاف خروج کو خدا اور رسول کے ساتھ سب سے بڑی غداری قرار دیا تھا۔ (تبصرہ محمودی ص ۱۱۱)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑی غداری تھا۔ (معاذ اللہ)

(۲) اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خود بخود باطل ہو گئے اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد ہی قرار پائیں گے۔ (تبصرہ محمودی ص ۱۱۹)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ چونکہ رائے عامہ یزید کے حق میں تھی لہذا امام کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا بغاوت اور فساد برپا کرنا تھا۔ اس لحاظ سے وہ باغی اور مفسد تھے۔ (معاذ اللہ)

(۳) اور جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت کو ماننے لگے ہوں۔ خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ تو اس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا اور اگر اس خروج کی حالت میں اسکی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔ (تبصرہ محمودی ص ۱۱۸)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف

خروج کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے بھی خلاف کیا اور مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کیا اور معاذ اللہ وہ جاہلیت کی موت مرے (یعنی کفر کی موت) کیونکہ وہ چھ حالت خروج میں شہید ہوئے (معاذ اللہ)

(۴) چوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ (تبصرہ محمودی ص ۶۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام (یزید) پر خروج کیا۔ لہذا ان کا یہ گناہ چوری اور زنا اور دوسرے کبائر سے بڑا تھا (معاذ اللہ)

(۵) ان حضرات پر خلفاء اسلام کا یہ احسان ہے کہ انھیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل ان کے جرم عظیم کا کفارہ ہو گیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جائے (تبصرہ محمودی ص ۶۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ خلیفہ اسلام یزید نے حضرت امام حسین کو قتل کرنے کے ان پر احسان کیا ورنہ امام خروج کرنے کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔ (معاذ اللہ) قارئین کرام! ان پانچ ناپاک عبارات کو غور سے دیکھیں جن سے ایک مومن کی روح تڑپ اٹھتی ہے کہ اس یزیدی خارجی مؤلف نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کیسی کیسی ناپاک تہمتیں لگائیں۔ معاذ اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری کرنے والا، مفسد، باغی، جاہلیت کی موت مرنے والا چوری اور زنا سے بڑھ کر گناہ کرنے والا، جرم عظیم کا مرتکب قرار دیا ہے۔ اور آخر میں کہا ہے کہ اگر یزید ان کو قتل کر کے ان پر یہ احسان نہ کرتا تو وہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔ (معاذ اللہ تم معاذ اللہ)

اب ایک طرف امام غزالی کے قول کو جو اس مؤلف نے لکھا ہے سامنے

رہئے اور ایک طرف اس کی ناپاک عبارات کو رکھ لیجئے اور اسی مؤلف سے سوال کیجئے کہ
 اگر امام ایسے ہی تھے جیسا کہ تو نے لکھا ہے تو پھر بقول تیرے امیر المؤمنین و خلیفہ
 المسلمین یزید پر لازم و ضروری تھا کہ وہ آپ کو قتل کرانا اور اس پر فخر کرتا کیونکہ ایسے
 باغی و مفسد و غدار کا قتل کیا جانا ہی ضروری تھا۔ اور اس نے قتل کرایا جو اس پر لازم
 تھا۔ پھر بقول امام غزالی کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتل حسین کا حکم دیا اور اس
 پر راضی ہوا تو وہ شخص پر لے درجے کا احمق ہے۔ ثابت ہوا کہ تو خود ہی پر لے درجے
 کا احمق ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

یزیدی ٹولہ یزید پید کی حمایت میں سر توڑ کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح یزید کو بڑا
 متقی، صالح، امام عادل اور خلیفہ راشد ثابت کر دے، اور اس سلسلے میں کبھی کسی کا
 اور کبھی کسی کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ جس کا بھی سہارا پکڑتے ہیں وہی ان کا
 آرزوؤں اور حسرتوں کا خون کر کے ان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ آجکل بڑے زور و شور
 سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ شائع کر رہے ہیں اور ان کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ
 ائمہ اربعہ کے بعد سب بڑے عالم بزرگ امام غزالی کا فتویٰ۔ کہ یزید مسلمان تھا اور
 مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب
 صرف یہ ہے کہ از روئے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مومن لعان یعنی لعنت کئے گئے والا
 نہیں ہوتا۔ نیز شخص معین پر لعنت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وہ لعنت کا مستحق ہو چنانچہ
 وہ فرماتے ہیں:-

اور جو صفات لعنت کی مقتضی ہیں وہ تین

ہیں۔ کفر، بدعت اور فسق۔ اور ان میں

لعنت کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی

وَالصِّفَاتُ الْمُقْتَضِيَةُ لِلْعَنْ

ثَلَاثَةٌ، الْكُفْرُ وَالْبِدْعَةُ وَالْفِسْقُ

وَاللَّعْنُ فِي كُلِّ وَاحِدٍ ثَلَاثٌ

صورت یہ ہے کہ وصف عام کے ساتھ لعنت کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ کافروں۔ بدعتیوں اور فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ^۲ دوسری صورت یہ ہے کہ وصف خاص کے ساتھ لعنت کرے مثلاً یوں کہے کہ یہود، نصاریٰ، مجوس، قدریہ، خوارج، روافض، زانی ظالم اور سود خوار پر لعنت ہو۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن اہل بدعت پر لعنت کرنے میں تردد ہے کیونکہ بدعت کا پہچانا امر مشکل ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص معین پر لعنت کرے یہ محل خطر ہے۔ مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہے۔ اور اس زمانہ کے کسی شخص معین پر گودہ کافر ہی کیوں نہ ہو مثلاً زید پر جو یہودی ہے اللہ کی لعنت ہو یہ اچھا نہیں اس میں احتمال خطرہ ہے اس لیے کہ شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے اور مسلمان ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگوں پر لعنت

مَرَاتِبَ الْأُولَى اللَّعْنُ بِالْوَصْفِ الْأَعْمِ كَقَوْلِكَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ وَالْمُبْتَدِعِينَ وَالْفَسَقَةَ الثَّانِيَةَ اللَّعْنُ بِأَوْصَافٍ أَخَصَّ مِنْهُ كَقَوْلِكَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ وَعَلَى الْقَدْرِيَّةِ وَالْخَوَارِجِ وَالرَّوَاقِصِ أَوْ عَلَى الزَّانَةِ وَالطَّلَمَةِ وَآكِلِي الرِّبَا وَكُلِّ ذَالِكَ جَائِزٌ وَلَكِنْ فِي بَعْضِ أَوْصَافِ الْمُبْتَدِعَةِ خَطَرٌ لِأَنَّ الْمَعْرِفَةَ أَلْيَدَعَةَ غَامِضَةً الثَّلَاثَةَ اللَّعْنُ لِلشَّخْصِ الْمُعَيَّنِ وَ هَذَا فِيهِ خَطَرٌ كَقَوْلِكَ زَيْدٌ لَعْنَةُ اللَّهِ وَهُوَ كَافِرٌ أَوْ فَاسِقٌ أَوْ مُبْتَدِعٌ أَمَا شَخْصٌ يَعْنِيهِ فِي زَمَانِنَا كَقَوْلِكَ زَيْدٌ لَعْنَةُ اللَّهِ وَهُوَ يَهُودِيٌّ مَثَلًا فَهَذَا فِيهِ خَطَرٌ فَإِنَّهُ رَبَّمَا يُتْلَمُّ (اجتاع العلوم ص ۱۱۰) اس کے بعد فرماتے ہیں:-

وَعَلَى الْجُمْلَةِ فَنِعْنُ الْأَشْخَاصِ

کرنے میں خطرہ ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان پر ہی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا پھر اگر کوئی کہے کہ یزید نے حضرت امام حسین (علیہ السلام) کو قتل کیا یا اس نے قتل کی اجازت دی تو اسکو لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قتل و اجازت قتل یہ دونوں باتیں بالکل پایہ ثبوت کو نہیں پہنچیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کہ قاتل امام حسین یا قتل کی اجازت دینے والے پر اللہ کی لعنت ہو؟ تو ہم کہتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ مرا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید بعد توبہ مرا ہو۔ (جیسا کہ وحشی نے حضرت حمزہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا اور وہ وحشی) حالت کفر میں تھا۔ پھر کفر اور قتل دونوں اس نے توبہ کی تو اس پر لعنت

خَطَرَ فَلْيَجْتَنِبْ وَلَا خَطَرَ
فِي السَّكُوتِ عَنِ
لَعْنِ ابْلِيسَ مَثَلًا
فَضْلًا عَنِ غَيْرِهِ
فَإِنْ قِيلَ هَلْ يَجُوزُ
لَعْنُ يَزِيدَ لِأَنَّهُ
قَاتِلُ الْحُسَيْنِ أَوْ أَمْرُ
بِهِ قَتْلًا هَذَا لَمْ
يَثْبُتْ أَمَلًا

احیاء العلوم ص ۱۳۱

فَإِنْ قِيلَ فَهَلْ يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ
قَاتِلُ الْحُسَيْنِ لَعْنَةُ اللَّهِ
أَوْ أَلَا مَرِيْقَتُهُ لَعْنَةُ اللَّهِ قَتْلًا
الصَّوَابُ أَنْ يُقَالَ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ
إِنْ مَاتَ قَبْلَ التَّوْبَةِ لَعْنَةُ
اللَّهِ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَمُوتَ
بَعْدَ التَّوْبَةِ فَإِنَّ وَحْشِيَّ قَاتِلُ
حَمْرَةَ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَهُ وَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ

۱۔ وحشی کی توبہ تو ثابت ہے لیکن یزید کی توبہ کا صرف احتمال ہی احتمال ہے بلکہ عدم توبہ راجح ہے کیونکہ اس کے بعد افعال قبیح اس پر دال ہیں

جائز نہیں۔ اور قتل گناہ کبیرہ ہے جو کفر کے درجے تک نہیں پہنچتا پس جب تو بڑے مفید نہ کیا جائے اور مطلق لعنت کی جائے تو اس میں خطرہ ہے اور سکوت میں کوئی خطرہ نہیں اور یہی بہتر ہے۔

اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا پہلا ذکر کیا ہے تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب میں جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اس کے سوا پر زبان لعن نہ کھولیں اور اگر لعنت ہی کرنی ہو تو معین شخص کا ذکر نہ کریں و مصنف عام کے طور پر لعنت کریں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی کچھ ذکر خدا کرے اور اگر نہ ہو سکے تو چپ ہی رہے اس میں سلامتی ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کوئی وصیت فرمائیے فرمایا میری وصیت تجھے یہ ہے کہ تو بہت زیادہ لعنت کرنے والا نہ ہونا۔

تَابَ عَنِ الْكُفْرِ وَالْقَتْلِ جَمِيعًا وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَلْعَنَ وَالْقَتْلَ كَبِيرَةً وَلَا تَنْتَهَى إِلَى رُبُوبَةِ الْكُفْرِ فَإِذَا لَمْ يُقَيَّدَ بِالتَّوْبَةِ وَأَطْلَقَ كَانَ فِيهِ خَطَرٌ وَلَيْسَ فِي سَكُوتِهِ خَطَرٌ فَهُوَ أَوْفَى أَجَاءَ الْعُلُومِ ص ۱۲۱
وَأَنَا أوردنا هذا التهاون الناس بِاللَّعْنَةِ وَأَطْلَاقَ اللِّسَانِ بِهَا وَالْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلِعَانٍ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَطْلُقَ اللِّسَانَ بِاللَّعْنَةِ إِلَّا عَلَى مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ أَوْ عَلَى الْأَجْنَاسِ الْمَعْرُوفِينَ بِأَوْصَالِهِمْ دُونَ الْأَشْخَاصِ الْمَعْنِينَ فَالِاسْتِفْهَالُ بِذِكْرِ اللَّهِ أَوْلَى فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِي السَّكُوتِ سَلَامَةٌ.....
فَقَالَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِنِي فَقَالَ أَوْصِيكَ أَنْ لَا تَكُونَ لَعَانًا - أَجَاءَ الْعُلُومِ ص ۱۲۱

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم قارئین حضرات پر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ امام غزالی نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم کیبیانے سعادت میں باب باندھا ہے "باب آفاتِ زبان" یعنی انسان پر اسکی زبان کی وجہ سے بہت سی آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ لہذا زبان کو لگام دے کر قابو میں رکھنا چاہیے اور بہت ہی زیادہ احتیاط سے کلام کرنا چاہیے۔ اس بلکے تحت انھوں نے بہت سے عنوان قائم کئے ہیں مثلاً بے فائدہ کلام، کثرتِ کلام، باطل امور پر کلام، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، ہنسی مذاق، غیبت و جھوٹ، جھوٹا وعدہ کرنا، راز کو ظاہر کرنا، بے جا تعریف کرنا وغیرہ اسی میں لعنت و ملامت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ جس سے عبارات بالا نقل کی گئی ہیں۔ بالا عبارات میں خط کشیدہ الفاظ میں غور فرمائیے۔ امام صاحب کے نزدیک کافروں، فاسقوں پر اور اسی طرح یہود و نصاریٰ، قدریہ و جبریہ، خوارج و روافض، ظالموں اور زانیوں اور سود خواروں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ البتہ شخص معین پر لعنت کرنے سے انھوں نے روکا ہے کیونکہ اس میں نقصان و خطرہ ہے۔ یہ شخص کمال احتیاط اور بلند ترین تقویٰ کی دلیل ہے۔ چنانچہ غور فرمائیے وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے کسی شخص معین پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی بالفرض شیطان پر ہی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں۔ شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا۔ تعجب ہے کہ حضرت امام غزالی کے قول سے وہ لوگ استدلال کر رہے ہیں جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی مسلمانوں کو بات بات پر کافر و مشرک اور بدعتی بنانا ہے۔ امام غزالی تو فرما رہے ہیں کہ شخص معین پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں اس لیے کہ شاید وہ توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اسی طرح ابلیس پر بھی لعنت نہ کرے بلکہ سکوت اختیار کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْعَبْرُؤُاَللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیۡنَ اور وَاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیۡنِ

پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر اور بیشک اے ابلیس تجھ پر لعنت ہے روز قیامت تک۔ اور ہر مسلمان روزانہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھتا ہے یہ رَجِيمُ کہنا بھی تو لعنت ہی ہے۔ امام غزالی کا قول پیش کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ کافر اور ابلیس کو بھی مستحق لعنت نہ سمجھیں اور ان پر لعنت بھی نہ کیا کریں۔ افسوس انکو یہ معلوم نہیں کہ کسی کا مستحق لعنت ہونا اور بات ہے اور اس پر لعنت نہ کرنا اور بات ہے۔ امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ از روئے حدیث مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا یعنی خواہ کوئی مستحق لعنت ہو مگر مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اس پر لعنت نہیں کرتا اس کی دلیل یہ ہے کہ وصف عام کے ساتھ ان کے نزدیک بھی کافر و فاسق پر بلکہ خوارج و روافض اور ظالم و زانی اور سونخور پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور یزید بلاشبہ فاسق و ظالم تھا لہذا امام غزالی کے مقرر کردہ اصول کے مطابق بھی اس پر لعنت کرنا جائز ہو گیا۔ مگر اس کا نام لے کر نہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ ان کے نزدیک یزید نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قتل کی اجازت نہیں دی اور اس لیے بھی کہ شاید اس نے توبہ کر لی ہو۔

اور ہم نے اکابر ائمہ اور علماء کرام رحمہم اللہ کے کلام سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید ہی کو قاتل قرار دیا اور اس کو خط لکھا قَدْ قَتَلْتَنَا وَفَتَانِ عِبَدَ الْمُطَّلَبِ الْخِ کہ بیشک تو نے حسین اور عبدالمطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے الخ۔ بلکہ خود ابن زیاد ملعون نے اقرار و اعتراف کیا کہ میں نے امام حسین کا قتل یزید کے حکم سے کیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

لیجئے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ لیجئے کہ حضرت امام غزالی ہی کے مطابق یزید پلید مستحق لعنت ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے ان اللہ و
 اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور فرمایا خدا کی
 قسم! حسین قتل ہو گئے اور یہ واقعہ ان کے قتل
 (کی خبر آنے) سے پہلے کا تھا۔ ان کے ساتھیوں
 نے اسکو ماننے سے انکار کیا تو حضرت ابن
 عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو (خواب میں) دیکھا ہے آپ کے ہاتھ
 میں شیشہ کا برتن ہے جس میں خون ہے اور آپ نے
 فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میری امت نے میرے
 بعد کیا کیا ہے؟ انھوں نے میرے بیٹے حسین کو
 قتل کر دیا ہے اور میرے بیٹے (حسین) اور
 اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں اللہ
 تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ چوبیس روز کے
 بعد خبر آئی کہ اسی دن حسین قتل ہوئے تھے
 جس دن ابن عباس نے خواب دیکھا تھا۔

وَأَسْتَيْقِظَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُمَا مَرَّةً مِنْ نَوْمِهِ فَاسْتَرْجَعَ
 وَقَالَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ وَاللَّهِ
 وَكَانَ ذَلِكَ قَبْلَ قَتْلِ
 فَانْكُرَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالَ
 رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ زَجَاجَةٌ
 مِنْ دَمٍ فَقَالَ أَلَا تَعْلَمُ مَا
 صَنَعَتْ أُمَّتِي بَعْدِي
 قَتَلُوا ابْنَ الْحُسَيْنِ وَ
 هَذَا دَمُهُ وَدَمُ أَصْحَابِهِ
 أَرْفَعُهَا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى
 فَجَاءَ الْخَبْرَ بَعْدَ أَرْبَعَةٍ وَ
 عِشْرِينَ يَوْمًا بِقَتْلِهِ فِي الْيَوْمِ
 الَّذِي رَأَاهُ -

۱. حیات العلوم ص ۳۹۱

فارین حضرات! ملاحظہ فرمائیں یہ تو حدیث ہے جو امام غزالی نے نقل فرمائی ہے اور
 وہ تو ان کا اپنا خیال ہے جو انھوں نے یزید کے بارے میں ظاہر کیا ہے اس حدیث سے
 ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ
 اذیت اور رنج پہنچا کہ آپ امام اور ان کے رفقاء کا خون بارگاہ رب العزت میں پیش
 کر رہے ہیں تاکہ شکایت کریں اور وہ منقسم حقیقی قاتلوں سے انتقام لے۔ اور بلاشبہ جو

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور رنج پہنچائے اس پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

(۲) روایت ہے کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہؓ نے پڑھا یہ تھا کہ لوگو! جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹنا ہے اور میں تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تم پر ہو گا وہ مجھ سے برا ہی ہو گا جیسے مجھ سے پیشتر حاکم مجھ سے بہتر تھے (احیاء العلوم جلد چہارم) امام غزالی کی روایت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوا یزید برا حاکم تھا۔

(۳) حضرت محمد بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام دشمنوں میں گھر گئے تو آپ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے فرمایا کہ مجھے زندگی سے موت اس لیے محبوب ہے الا ترون ان الحق لا یعمل بہ الا الخ کہ تم دیکھتے ہی ہو آج کل حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل امور سے اجتناب نہیں ہے ایسے حالات میں مومن کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی رغبت کرنے میں ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا سعادت سے محرومی سمجھتا ہوں (احیاء العلوم جلد چہارم) امام غزالی کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے موت کو زندگی پر اس لیے ترجیح دی کہ یزید کے دور میں حق پر عمل اور باطل امور سے اجتناب نہیں ہو رہا تھا لہذا آپ نے ان ظالموں کے ساتھ زندگی کو سعادت کی زندگی سے محروم سمجھا۔ ثابت ہو گیا کہ یزید اور اس کے ساتھی ظالم تھے۔ اور شروع مضمون میں گزر چکا ہے کہ امام غزالی کے نزدیک ظالموں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الظّٰلِمِیْنَ (ہود۔ ۱۱)

(۴) صحابہؓ میں بہت سے ایسے ہیں کہ انہوں نے ظالموں کا زمانہ دیکھا اور ان سے مال بھی لیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور جریر بن عبد اللہ اور جابر اور انس بن مالک اور مسعود بن مخزوم اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما

نے مروان بن حکم اور یزید بن عبد الملک سے مال لیا۔ اور حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے مال لیا ہے (احیاء العلوم جلد دوم)

یزید کے حامیوں سے سوال ہے کہ امام غزالی فرما رہے ہیں کہ بہت سے صحابہ نے ظالم امرار کا زمانہ دیکھا اور ان سے مال بھی لیا۔ تو کیا امام غزالی کے ماننے والے رہنمائی فرمائیں گے کہ وہ ظالم امرار کون تھے، جن کا زمانہ بہت سے صحابہ نے دیکھا؟ مروان۔ یزید بن عبد الملک اور حجاج کا نام تو خود انہوں نے بھی لکھا ان کا ظالم ہونا تو امام غزالی کے نزدیک بھی ثابت ہو گیا۔ ان کے علاوہ بھی کوئی ہے یا نہیں؟

(۵) امام غزالی کے نزدیک وصف عام کے ساتھ فاسقوں پر لعنت کرنا اور وصف خاص کے ساتھ قدریہ۔ خوارج۔ روافض اور ظالم وغیرہ پر لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اسی بحث کے شروع میں گزرا۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں بہت سے راوی شیعہ۔ رافضی۔ خارجی اور قدریہ وغیرہ ہیں (تفصیل آگے امام طبری کے ذکر میں آرہی ہے) جو امام غزالی کے نزدیک مستحق لعنت ہیں۔ نیز یزیدی ٹولے کے شیخ المنذ، مرکز دائرۃ التحقیق، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند حسین احمد صاحب مدنی نے ابن عبد الوہاب نجدی کو ظالم باغی خوئخوار فاسق لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ الحاصل وہ (ابن عبد الوہاب نجدی) ایک ظالم و باغی خوئخوار فاسق تھا (الشہاب الثاقب) اور ظالم و فاسق امام غزالی کے نزدیک مستحق لعنت ہے۔

اسی طرح تمام غیر مقلدین (اہل حدیث) کو بھی فاسق لکھا۔ ملاحظہ ہو۔ فناوے رشیدیہ میں متعدد مقامات میں حضرت مولانا گنگوہی نے طائفہ وہابیہ میں غیر مقلدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے: (الشہاب الثاقب)

اور امام غزالی کے نزدیک فاسق مستحق لعنت ہے تو سارے غیر مقلدین وہابیہ مستحق لعنت ٹھہرے۔ امام غزالی جو یزیدی ٹولے کے نزدیک امرار بچہ بعد سب سے بڑے

عالم ہیں اور جن کو یزیدی ٹولا بہت ماننا ہے۔ کیا وہ امام غزالی کے قول کے مطابق بخاری و مسلم کے راویوں، ابن عبدالوہاب نجدی اور طائفہ و ہابیرہ غیر مقلدین کو مستحق لعنت سمجھتا ہے یا نہیں؟ یہ یزید جیسے ظالم کی بے جا حمایت کا نتیجہ ہے کہ یزیدی ٹولہ تو یزید کو ہر صورت میں بچانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ تو کیا بچے گا وہ اپنے ان حامیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر مستحق لعنت بنانا جا رہا ہے۔

میں اس کو پچانا چاہتا تھا وہ مجھ کو بھی کر ڈوب گیا

سوال نمبر ۱

کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت اور بددیانتی سے بھگی کام

لیا ہے؟

ہاں! بلاشبہ اس نے خیانت و بددیانتی کی انتہا کر دی۔ چنانچہ اس نے **جواب** اپنی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ کے صفحہ ۵۵ میں باب باندھا کتاب فضل یزید“ اور اس کے تحت ابدایہ والنہایہ کی جو سب سے پہلی روایت نقل کی، اس میں جس خیانت و بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ لکھتا ہے:-

(۱) منجمد ان کے شیخ عبدالمغیث بن زہیر الحمری تھے جن کے متعلق علامہ ابن کثیر

فرماتے ہیں:-

كَانَ مِنْ صُلَحَاءِ الْحَنَابِلَةِ وَكَانَ يُزَارُ، یعنی وہ حنبلی صاحبین میں سے مرجع عوام تھے انھوں نے امیر یزید کے حسن سیرت اور اوصاف پر مستقل تصنیف کی وَلَدَهُ مُصَنِّفٌ فِي فَضْلِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ آتَى فِيهِ بِالْغَرَائِبِ وَالْعَجَائِبِ اور ان کی (شیخ عبدالمغیث) کی تصنیف سے فضل یزید بن معاویہ پر ایک کتاب ہے جس میں بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۵۵)

اب اصل عبارت علامہ ابن کثیر کی ملاحظہ فرمائیں:-

الشیخ عبدالمغیث بن زہیر الحمری کان
من صلحاء الحنابلة وكان يزارونه مصنف
شیخ عبدالمغیث بن زہیر حمری صلحا جنابہ
میں سے تھے لوگ انکی زیارت کو آتے تھے اور

ان کی ایک کتاب ہے یزید بن معاویہ کی فضیلت
میں جس میں وہ غرائب و عجائب لائے ہیں اور اس
کتاب کا رد علامہ ابوالفرج ابن الجوزی
نے کیا ہے اور بہت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے۔

فِي فَضْلِ يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ أَتَى
بِالْغَرَائِبِ وَالْعَجَائِبِ وَقَدَرَدَّ عَلَيْهِ
أَبُو الْفَرَجِ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فَاجَادَ وَأَصَابَ

البدایہ والنہایہ ص ۲۲۸

قارئین کرام! اندازہ لگائیں کہ خلافتِ معاویہ و یزید کے مؤلف نے اصل حقیقت
کے بیان میں کس قدر خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔ عجائب و غرائب کا ترجمہ کیا ہے
”بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں“ حالانکہ اہل علم کے نزدیک اس کا
مطلب ہوتا ہے غیر مستند اور غیر مانوس باتیں جو تعجب میں ڈالنے والی ہوں۔ اور آگے جو
علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ علامہ ابوالفرج ابن جوزی نے اس کتاب کا بہت عمدہ اور
صحیح رد کیا ہے اس کو لطف ہڑپ کر گیا جس سے علامہ ابن کثیر کی رائے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ
اس کے رد کو عمدہ اور صحیح کہہ رہے ہیں۔ اور دیکھئے ”خلافتِ معاویہ و یزید“ کا
مؤلف اس کے بعد لکھتا ہے کہ:-

(۲) خلیفہ الناصر نے یزید کے بارے میں شیخ سے جو سوال کیا اور جو جواب انہوں

نے دیا علامہ موصوف (ابن کثیر) کے الفاظ سنئے!

خلیفہ نے شیخ عبدالمغیث سے سوال کیا کہ
یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؟ انہوں نے
جواب دیا کہ لعن ہرگز جائز نہیں اور لعن کا
دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے
موجودہ خلیفہ پر لعن کرنے لگ جائیں گے۔
خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں؟ شیخ نے کہا کہ
وہ بہت سے منکرات پر عمل پیرا ہوئے ہیں

فَسَأَلَهُ الْخَلِيفَةُ عَنْ يَزِيدِ
أَيُّ لَعْنٍ أَمْ لَا؟ فَقَالَ لَا أَسْوَعُ لَعْنَهُ
لَأَنِّي لَوْ فَتَحْتُ هَذَا الْبَابَ لَا فَضَلَ
النَّاسَ لِي لَعْنِ خَلِيفَتِنَا؛ فَقَالَ
الْخَلِيفَةُ وَلِمَ؟ قَالَ لِأَنَّهُ يُفْعَلُ
أَشْيَاءٌ مُنْكَرَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا
:كَذَابٌ وَكَذَائِمٌ شَرَعٌ يُعَدُّ عَلَى

الْخَلِيفَةُ اَفْعَالُهُ الْقَبِيحَةُ وَمَا يَفْعُ مِنْهُ مِنَ الْمُنْكَرِ لِيَنْزَجِرَ عَنْهَا
 جن میں سے یہ اور یہ امور ہیں انھوں نے
 خلیفہ کے بُرے اعمال گناہ شروع کئے نیز
 جو منکرات اس سے سرزد ہوئے تھے۔
 خلافت معاویہ و یزید ص ۵۶

مذکورہ بالا ترجمہ جو ”خلافت معاویہ و یزید“ کے مؤلف نے کیا ہے اس میں اسکی
 دھوکا دہی اور بددیانتی ملاحظہ ہو۔ لَّا اَسُوْعُ لَعْنَةُ كَا تَرْجَمُهُ كِيَا هِي كِه ”لعن ہرگز جائز
 نہیں“ حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اس لئے كِه لَّا اَسُوْعُ صِيغَةُ وَاحِدٍ مُتَكَلِّمٍ فِعْلٍ مَضَاعٍ
 معروف ہے۔ لہذا لَّا اَسُوْعُ كَا تَرْجَمُهُ ہوگا كِه ”میں جائز نہیں کروں گا“ اور ظاہر ہے كِه شیخ
 کسی امر کو از خود جائز یا ناجائز کرنے کے مجاز نہیں۔ یہ چیز خاص ہے شارع علیہ الصلوٰۃ و
 السلام کے ساتھ۔ لہذا صحیح ترجمہ یہ ہوگا كِه ”میں اس پر لعن کرنے کی اجازت نہیں دوں گا“
 اور آگے ہے لَا نِي لَوْ فَتَحْتُ هَذَا الْبَابَ، اس كَا تَرْجَمُهُ خَائِنٌ مُؤَلَّفٌ نِي يَهِيَا هِي ”اور لعن كَا
 دروازہ کھول دیا جاتے“ یہ بھی غلط ہے اس لئے كِه فَتَحْتُ بھي صِيغَةُ وَاحِدٍ مُتَكَلِّمٍ فِعْلٍ مَضَاعٍ
 معروف ہے اور اس پر لَوْ حرفِ شَرْطِ اَنِّي كِي وَجِهٍ سِي وَهِي مَضَاعٍ كِه معنی میں
 ہے كِه اكر ميں اس لعنت كِه دروازے كو كھول دوں۔ تو شیخ كِي عبارت كَا صحیح ترجمہ یہ ہوگا
 كِه ميں یزید پر لعنت كرنے كِي اجازت نہیں دوں گا۔ كيونكہ اكر ميں یہ لعنت كرنے كَا دروازہ كھول
 دوں تو لوگ ہمارے موجود خلیفہ پر بھی اس كِي برائیوں اور بدكاريوں كِي وَجِهٍ سِي لعنت كرنے
 لگ جائیں گے۔ جس سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے كِه جس طرح یزید بُرا اور بدكار تھا اسی
 طرح ہمارا خلیفہ بھی برا اور بدكار ہے۔ تو اكر ميں یزید پر لعنت كرنے كِي اجازت دوں تو
 اس خلیفہ پر بھی لعنت كرنے كَا دروازہ كھل جائے گا۔ تو اس كو لعنت سے بچانے كِه لپے
 ميں یزید پر بھی لعنت كرنے كِي اجازت نہیں دوں گا۔ معلوم ہوا كِه شیخ كِه نزدیک
 بھی یزید بُرا اور بدكار تھا

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے
جن پر تکبیر تھا وہی پتے ہوا دینے لگے!

(۳) اسی خان مؤلف نے اپنی تالیف ”معاویہ و یزید“ کے ص ۱۲ پر علامہ ابن
کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ یزید کے بارے میں لکھتے ہیں:-

وَقَدْ كَانَ يَزِيدٌ فِيهِ
خِصَالٌ مَحْمُودَةٌ مِنَ الْكِرَامِ وَالْعِلْمِ
وَالْفَصَاحَةِ وَالشَّعْرِ وَالشَّجَاعَةِ وَحُسْنِ
الرَّأْيِ فِي الْمُلْكِ وَكَانَ ذَا جَمَالٍ
حُسْنِ الْمَعَاشِرَةِ

اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات
علم و کرم فصاحت و شعر گوئی
اور شجاعت و بہادری کی تھیں نیز
معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے
تھے اور معاشرت کی خوبی و عمدگی بھی ان
میں تھی۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۳)

اور اسی عبارت کے ساتھ ہی آگے یہ عبارت بھی موجود ہے جس کو کمال خیانت کا
مظاہرہ کرتے ہوئے اس خان مؤلف نے چھوڑ دیا کیونکہ اس میں یزید کے خصائل
مذمومہ کا بیان تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:-

وَكَانَ فِيهِ اَيْضًا اِقْبَالُ الشَّهَوَاتِ وَتَرْكُ
بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فِي بَعْضِ الْاَوْقَاتِ
وَإِمَاتُهَا فِي غَالِبِ الْاَوْقَاتِ وَقَدْ
قَالَ الْاِمَامُ اِحْمَدُ حَدَّثَنَا ابُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ
شَا حِيَوَةُ حَدَّثَنِي بَشِيرُ بْنُ اَبِي عَمْرٍو وَالْخَوْلَانِيُّ
أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ
اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ خَلْفًا مِنْ

اور نیز اس (یزید) میں شہواتِ نفسانیہ میں
انہماک بھی تھا اور بعض اوقات بعض نمازوں
کو بھی چھوڑ دیتا تھا اور وقت گزار کر پڑھنا
تو اکثر اوقات رہتا تھا اور امام احمد بن حنبل
نے سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری کی
روایت بیان فرمائی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ
کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو

بعدِ ستین سنۃ اضعوا الصلوة و
اتبعوا الشهوات فسوف یلقون عتیا
ضاح کریں گے، اور شہواتِ نفسانیہ کی پیروی
کریں گے تو عنقریب وہ (جہنم کی وادی)
غی میں جا کر رہیں گے۔ (ابدایہ والنہایہ منہ ۲۳)

علامہ حافظ ابن کثیر نے یزید کی شہوتِ رانی اور نمازوں کے ترک کے ساتھ اس
حدیثِ نبوی کو بیان کر کے پوری پارٹی (جو کلمہ کے بعد ابھری) کا انجام بیان کر دیا۔
جس سے حافظ ابن کثیر کے بیان کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی تھی، اس کو نظر انداز کر دینا
اور چھوڑ دینا سخت قسم کی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

رہا یزید کا علم و کرم، فصاحت و شعر گوئی، شجاعت و بہادری اور معاملاتِ
حکومت میں اچھا ہونا تو اس قسم کی صفات تو غیر مسلم بادشاہوں میں بھی پائی جاتی ہیں
ایک مومن کے کردار کا پتہ تو تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے چلتا
ہے جب وہ ہی درست نہ ہو تو حقیقت میں کچھ بھی درست نہ ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ
ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرَضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (توبہ: ۶۲) اور اللہ اور اس
کا رسول زیادہ حقدار تھے کہ ان کو راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے جب اللہ تعالیٰ اور
اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر لیا تو فصاحت و بلاغت وہاں کیا کرے گی
یزید اور اس کے چار سالہ دورِ حکومت کی سیاہ کاریوں پر نظر رکھنے والے اس کے علم و کرم اور
فصاحت و شجاعت اور حکومت کے معاملات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ بلاشبہ
وہ اپنے ساتھیوں ہم جولیوں اور خوشامدیوں کے ساتھ یا پھر مطلب براری کے لیے علم و کرم
سے پیش آتا ہو گا مگر جو کچھ اس نے آلِ رسول اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساکنوں
کے ساتھ کیا یا کرایا وہ اس کے علم و کرم اور معاملاتِ حکومت کی قلعی کھولنے کے لیے
کافی ہے۔

”تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر روادۃ احادیث

میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبد الملک بن عقبہ الکوئی المتوفی ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویان حدیث میں شمار کرتے تھے۔ مراسیل ابو داؤد میں انکی مرویات ہیں۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۴۵)

اب تہذیب التہذیب کی اصل عبارت دیکھئے اور اس مولف کی خیانت اور فریب کاری ملاحظہ فرمائیے :-

وَلَيْسَتْ لَهُ رَوَايَةٌ تُعْتَمَدُ وَ
 قَالَ يَحْيَىٰ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي
 غَنِيَةَ أَحَدُ الثَّقَاتِ ثَنَا نَوْفَلُ
 بْنُ أَبِي عَقْرَبٍ ثِقَةٌ قَالَ كُنْتُ
 عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَذَكَرَ
 رَجُلٌ يُزِيدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ فَقَالَ قَالَ
 أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يُزِيدُ ؟ فَقَالَ عُمَرُ
 تَقُولُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يُزِيدُ ؟ وَ
 أَمْرِي بِهِ فَضْرَبَ عَشْرِينَ سَوْطًا
 ذَكَرْتَهُ لِلتَّمْيِيزِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ
 النَّحْعِيِّ ثُمَّ وَجَدْتُ لَهُ رَوَايَةً
 فِي مَرَايِلِ أَبِي دَاوُدَ
 قَدْ نَبَّهْتُ عَلَيْهَا فِي الْأَسْتَدْرَاكِ
 عَلَى الْأَطْرَافِ -

(تہذیب التہذیب ص ۳۶۱)

اور یزید کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں ہے اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی غنیہ جو ثقہ راویوں سے ایک میں نے بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے جو ثقہ راوی ہیں بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر المؤمنین یزید نے فرمایا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے؟ اور اس شخص کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا (صاحب تہذیب التہذیب فرماتے ہیں کہ) میں نے یزید بن معاویہ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس کے اور یزید بن معاویہ النخعی کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ پھر میں نے یزید کی صرف ایک روایت مراسیل ابو داؤد میں پائی اور میں نے اس کے اطراف پر استدراک میں اس روایت پر تنبیہ کی ہے۔

یزیدی مؤلف کی عبارت اور اصل عبارت کو سامنے رکھتے تو حسب ذیل جیائیں اور فریب کاریاں واضح طور پر سامنے آجائیں گی۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی پر اقرار ہے کہ انہوں نے یزید کا ذکر رواۃ حدیث میں کہا ہے۔ حالانکہ وہ فرما رہے ہیں کہ یزید کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر نے محدث یحییٰ بن عبد الملک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویان حدیث میں شمار کرتے تھے۔ حالانکہ حافظ ابن حجر نے محدث یحییٰ بن عبد الملک کو احد الثقات کہا ہے اور اس خائن نے جان بوجھ کر ان کی صفت کو یزید کی صفت بنا ڈالا۔ یہ ابن حجر پر دوسرا اقرار ہے۔

(۳) محدث یحییٰ بن عبد الملک جو ثقہ راویوں میں سے ہیں، وہ تو یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص کو بیٹا ڈرے لگوائے جس نے یزید کو امیر المؤمنین کہا تھا اور یہ خائن اٹلی طرف یہ منسوب کر رہا ہے کہ وہ یزید کو ثقہ راویوں میں شمار کرتے تھے۔ یہ خیانت کے ساتھ ساتھ محدث پر اقرار ہے۔

(۴) مراسیل ابوداؤد میں ان کی مرویات ہیں۔ حالانکہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھ کو صرف ایک روایت ملی۔ اس پر بھی انہوں نے تنبیہ کی۔ صرف ایک روایت کو مرویان بنا ڈالا۔ یہ نادانی یا کذب پر مشتمل ہے۔

(۵) ابن حجر نے اس عبارت سے پہلے یزید کے سیاہ کار نامے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروانا اور مدینہ منورہ پر حملہ کروانا اور صحابہ و تابعین کو شہید کروانا اور مدینہ منورہ کو تین دن کے لیے ہر طرح مباح کر لینا قتل و غارت کے ساتھ فحش حرکات اور عصمت دری وغیرہ کا ظہور میں آنا بیان کیا جس کو خیانت و بددیانتی کی وجہ سے مؤلف چھوڑ دیا اور درمیان کا یہ ٹکڑا لے لیا۔ اور اس کا بھی مفہوم سخت غلط بیان کیا۔

غور فرمائیے جس شخص کی دیانت کا یہ عالم ہو اس کے کذب و اقرار کے

پندے کو بے لاگ تحقیق اور ریسرچ کا نام دینا تحقیق و ریسرچ کا تمسخر اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟

(۵) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ برس کی عمر کے
 تھے ادرك الحسين من حيات النبي صلى الله عليه وسلم خمس سنين او نحوها
 (البدایہ منہا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حسین نے پانچ برس کا زمانہ پایا تھا یا
 تقریباً۔ اتنی چھوٹی سی عمر سن تیز کی عمر نہیں ہوتی۔ بعض ائمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت
 حسن کو جو ان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے، زمرہ صحابہ کے بجائے تابعین میں شامل
 کیا ہے وَقَدْ رَوَى صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ تَابِعِيٌّ
 ثِقَةٌ وَهَذَا غَرِيبٌ فَلَا نَقُولُ فِي الْحُسَيْنِ أَنَّهُ تَابِعِيٌّ بِطَرِيقِ الْأُولَى، امام احمد بن حنبل
 کے فرزند صالح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حسن بن علی ثقفی تابعی
 تھے، یہ قول غریب ہے۔ تاہم حسین کے بارے میں بدرجہ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے
 (صحابہ کے زمرہ میں شامل نہ تھے)۔“ (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۴۶)

اس خائن مولف نے اس عبارت میں بھی کمال خیانت اور مکاری کا
 مظاہرہ کیا ہے۔

(۱) حضرت حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ
 برس کے تھے۔ اس دعوے پر بطور دلیل علامہ حافظ ابن کثیر کا قول پیش کیا ہے۔ حالانکہ
 ابن کثیر کے اس قول میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں جس کا معنی ”صرف“ ہو اور جس
 سے امام کی عمر کا پانچ برس میں منحصر ہونا معلوم ہو بلکہ لفظ ”صرف“ کے برعکس
 موجود ہے۔ اور وہ ہے خمس سنين او نحوها جس کا ترجمہ ہے ”پانچ برس یا
 اسکی مانند“ یعنی پانچ برس میں منحصر نہیں اس کے علاوہ بھی کوئی مدت اگر ثابت

ہو جائے تو درست ہے خود اس مؤلف نے بھی اونچو ہا کا ترجمہ کیا "یا تقریباً"
 اگے اڑا گیا۔ پھر پانچ برس کے ساتھ لفظ "صرف" بڑھا دینا اصل عبارت میں اضافہ
 ہے جو تحریف کو مستلزم ہے۔

خطیب بغدادی کفایۃ الخطیب میں لکھتے ہیں :-

فَقَدَّرَ رَوَى الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ
 عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
 مَوْلَاهُ سَنَةَ اثْنَيْنِ مِنَ الْمُهْجَرِ (كفایۃ الخطیب) ۵۵
 پس بیٹیک (حضرت) حسن بن علی بن ابی طالب
 نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی
 ہے اور ان کی ولادت سلمہ میں ہے۔

اس روایت کے مطابق حضرت امام حسن کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
 کے وقت آٹھ سال اور حضرت امام حسین کی عمر سات سال ثابت ہوتی ہے۔ بعض مورخین نے
 امام حسن کا سن پیدائش سلمہ اور امام حسین کا سلمہ قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی امام
 حسین کی عمر چھ سال سے کچھ زائد ہی ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے حافظ ابن کثیر نے لفظ اونچو
 کہا جس سے زیادہ عمر کی گنجائش نکلتی ہے۔ بہر صورت اگر پانچ برس کی بھی ہو تو بھی ہر
 مسلمان جانتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس گھرانے اور جس ماحول میں آنکھ
 کھولی تھی وہ گھرانہ علم و حکمت کا مخزن، وہ ماحول انوار نبوت سے روشن، ہر وقت قال
 اللہ اور قال الرسول کا تذکرہ۔ اور پھر امام حسین اہل بیت نبوت کے خاص جوہر جن پر
 فیضان نبوت کی خاص بارش ہوتی تھی اور جن کو اخلاق نبوت سے خلقی اور فطری
 مناسبت حاصل تھی، ان کو عام بچوں پر قیاس کرتے ہوئے کہہ دینا "اتنی چھوٹی سی عمر
 سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی" ان کے عال مقام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ اہل علم و
 دانش جانتے ہیں کہ ہر دور میں جہاں عام حالات ہوتے ہیں وہاں کچھ مخصوص حالات
 اور مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ تلاش کی جائے تو آج کے دور میں بھی اس کی مثالیں
 مل سکتی ہیں۔ تو وہ حضرات تو ازل ہی سے مخصوص اور محبوب ہیں۔ اس مؤلف کا امام

حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی نفی کرنا غالباً اس لیے ہے کہ صحابیت کے فضائل و مناقب ان کے لیے ثابت نہ ہوں اور وہ آسانی سے ان کی ذات پر ناپاک حملے کر سکتے۔ کیونکہ احترام شرفِ صحبت کچھ اس سے مانع تھا جیسا کہ وہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ کے متعلق آزادی سے نہیں بلکہ دبی زبان سے کچھ کہتا ہے۔

صحابیت کی نفی کے بارے میں اس نے امام احمد بن حنبل کا قول پیش کیا ہے کہ انھوں نے امام حسین کے بڑے بھائی امام حسن کو تابعی فرمایا ہے۔ تو جب بڑے بھائی تابعی ہوتے تو چھوٹے تو بطریق اولیٰ تابعی ثابت ہوتے۔ صحابی نہ ہوتے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ قول غیر مسلم اور ناقابلِ اعتماد ہے اور خود امام احمد بن حنبل کے مذہب کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر جنہوں نے اس قول کو نقل کیا ہے ساتھ ہی یہ کہہ دیا وَهَذَا غَرِيبٌ کہ یہ عجیب سی بات ہے، یعنی اس لائق نہیں کہ اس کو قبول کیا جائے، اس قول کی روایتی حیثیت کو ختم کر کے رکھ دیا۔

اور خود حافظ ابن کثیر کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حسین کریمین دونوں کا صحابی ہونا مسلم ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ ابن کثیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

فَاِنَّ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِينَ وَعُلَمَاءِ الصَّخَاةِ
وَابْنِ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ اَفْضَلُ بِنَاتِهِ وَقَدْ كَانَ عَابِدًا
وَتُجَاعًا وَسَخِيًّا (ابداية والنهاية ص ۲۰۲)

کہ بیشک وہ (حسین) مسلمانوں کے سردار
اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ
کی افضل صاحبزادی کے بیٹے ہیں۔ اور وہ
عابد و زاہد اور بہادر اور سخی تھے۔

ثابت ہوا کہ ابن کثیر کے نزدیک امام عالی مقام عام صحابہ سے نہیں بلکہ علماء صحابہ میں سے ہیں۔

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:-

وَمِنْهُمْ مَنْ اشْتَرَطَ فِي ذَالِكَ
 أَنْ تَكُونَ حِينَ اجْتِمَاعِهِ بِالْعَارِ هُوَ
 مَرْدُودٌ لِأَنَّهُ يُخْرَجُ مِثْلَ الْحَسَنِ
 بْنِ عَلِيٍّ وَنَحْوِهِ مِنْ أَحْدَاثِ
 الصَّحَابَةِ وَالَّذِي جَزَمَ بِهِ الْبُخَارِيُّ
 وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَالْجَمْهُورِ مِنَ
 الْمُحَدِّثِينَ

اور ان میں سے بعض نے یہ بھی شرط لگائی
 ہے کہ آدمی حضور کے ساتھ جمع ہونے کے
 وقت بالغ بھی ہو اور یہ قید مردود ہے
 کیونکہ یہ قید حسن بن علی اور انکی مانند کم سن
 صحابہ کو صحابیت سے خارج کر دیتی ہے
 اس پر بخاری نے جرم و یقین کیا ہے اور
 یہی قول امام احمد اور جمہور محدثین کا ہے
 (کہ یہ قید مردود ہے۔)

فتح الباری ص ۳

ثابت ہو گیا کہ امام احمد اور جمہور محدثین کے نزدیک صحابیت کے لیے بلوغ
 شرط نہیں جس نے نابالغی اور کم سنی کی حالت میں بھی شرفِ صحبت حاصل کر لیا وہ صحابی
 ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر بلوغ کی قید لگائی جائے تو حضرت امام حسن اور ان
 جیسے دوسرے کم سن صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے تو گویا انہوں نے بلوغ
 کی قید کو مردود ہی اس لیے کہا کہ ان کی اس قید سے امام حسن صحابیت سے خارج
 ہو جاتے ہیں اور ان کی صحابیت مسلمات سے ہے۔ کیونکہ دلیل و حجت مسلمات ہی سے
 قائم کی جاتی ہے۔ اور اس پر فرمایا یہی قول امام احمد بن حنبل کا اور جمہور محدثین کا ہے۔
 تو ثابت ہوا کہ امام احمد کے نزدیک حنین کریمین صحابی ہیں اور وہ قول جو انکی
 طرف منسوب کیا گیا ہے غیر مسلم اور خود امام احمد کے قول کے خلاف ہے۔ یہی وہ ہے
 کہ ابن کثیر نے اس کو ہَذَا غَرِيبٌ کہہ کر اس کا غیر مسلم ہونا ظاہر کر دیا۔

امام احمدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرَاهُ
 مِنْ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ (بخاری ص ۵۱۵)

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پالے یا
 آپ کو بحالتِ ایمان دیکھ لے تو وہ صحابی ہے۔

حسین کریمین رضی اللہ عنہما صرف صحابی ہی نہیں بلکہ صاحب روایت صحابی ہیں

علامہ امام حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسن کے متعلق فرماتے ہیں :-

حَفِظَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ وَرَوَاهَا عَنْهُ (الاستيعاب ص ۲۴۹)

(حضرت) حسن بن علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد حدیثیں حفظ کیں اور آپ سے روایت کیں۔

یہی امام حضرت امام حسین کے متعلق فرماتے ہیں :-

رَوَى لِحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الاستيعاب ص ۱۲۵)

(حضرت) حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيِّ سِبْطِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِيحَانَتُهُ مِنَ الدُّنْيَا وَاحِدٌ سَيِّدِي شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَى عَنْ جَدِّهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تهذيب التهذيب ص ۲۹۵)

حسن بن علی بن ابی طالب الهاشمی سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا میں آپ کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک انہوں نے اپنے جد پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

اور یہی امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ سِبْطُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِيحَانَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَاحِدٌ سَيِّدِي أَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَى عَنْ جَدِّهِ

حسین بن علی بن ابی طالب الهاشمی ابو عبد اللہ المدنی سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا میں آپ کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک، انہوں نے اپنے جد پاک

سے روایت کی۔

تهذيب التهذيب ص ۱۲۵

اس مؤلف نے ابن کثیر کے الفاظ فَلَانُ يَقُولُ فِي الْحُسَيْنِ أَنَّهُ تَابِعِي بِطَرِيقِ
 الاُولَى کا ترجمہ کیا ہے ”تاہم حسین کے بارے میں بدرجہ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے“
 اور یہ ترجمہ ابن کثیر کی مراد کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ابن کثیر نے امام احمد کی
 طرف منسوب قول پر ہذا غیب کا حکم لگا کر اس کی روایتی حیثیت کا تو خاتمہ کر
 ہی دیا تھا۔ آگے بطور الزام و احتجاج کے کہا تھا کہ اس قول سے جب امام حسن
 کے صحابی ہونے کی نفی ہوگئی تو مطلب یہ ہوا کہ امام حسین کے صحابی ہونے کی
 نفی بطریق اولیٰ ہو جائے اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ تو ان کی عبارت کا صحیح مفہوم
 یہ ہے کہ اگر امام احمد کا یہ کہنا کہ امام حسن تابعی تھے صحابی نہیں تھے درست مان
 لیا جائے۔ فَلَانُ يَقُولُ فِي الْحُسَيْنِ أَنَّهُ تَابِعِي بِطَرِيقِ الْاُولَى تو انہیں یہ بھی کہنا
 چاہیے کہ حسین بطریق اولیٰ تابعی تھے اور یہ مسلم نہیں اور خود ان کے مذہب کے
 بھی خلاف ہے۔ اور یہ مؤلف ترجمہ کرتا ہے ”تاہم حسین کے بارے بدرجہ اولیٰ کہا جائے
 گا کہ وہ تابعی تھے“

گویا الزام کو حقیقت اور احتجاج کو حجتِ اصلیہ بنا دیا۔ یہ تحریف نہیں تو اور
 کیا ہے؟ کسی کے قول کا ایسا ترجمہ کرنا جو غلط بھی ہو اور اس کی مراد کے خلاف
 بھی ہو اگر دانستہ طور پر ہو تو اسکو تحریفِ خیانت اور دھوکا ہی کہا جائے گا ورنہ
 جہالت..... یہ ہے اس مؤلف کی ”ریسرچ“ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
 (۶) اس خائن مؤلف نے لکھا ہے۔

”امیر یزید کے ہم جلسی زُہاد و عبادِ امت تھے، علما و فضلاء تھے، طلباء و
 شہداء علم تھے..... جہاں اکثر قال اللہ وقال الرسول کی آوازیں آئیں۔ نہ بقول کذابین
 غنا و موسیقی کی“ (خلافتِ معاویہ و یزید ص ۱۷)

اس عبارت کا ماہصل یہ ہے کہ یزید کے ساتھی علما و فضلاء۔ زاہد۔ عابد

اور علم نے شیدائی تھے اور ان میں اکثر کتاب و سنت کے ذکر کی آوازیں آئیں نہ بقول
 کذابین غنا و موسیقی کی۔ چونکہ ائمہ محدثین اور علماء مؤرخین نے لکھا ہے کہ یزید غنا و موسیقی
 وغیرہ کا دلدادہ تھا، اس لیے مؤلف نے ان ائمہ محدثین و علماء مؤرخین کو کذابین کی
 صف میں داخل کیا۔ لیکن دروغ گو را حافظہ نباشد، اس مؤلف کی اسی کتاب کے
 صفحہ نمبر ۳۲۵ پر یزید کی ان الفاظ میں مدح سرائی موجود ہے۔

”وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہل ہنر اور شعرا کا قدردان
 تھا اور ادب و آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔“

(۷) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔ اس پر سلف و خلف کا اجماع ہے
 البتہ اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس نے دلوایا مگر یہ مؤلف لکھتا ہے
 کہ :-

”حضرت حسن متوفی ۴۸ھ کی وفات کے بعد جو تپ دق کے مہلک مرض
 سے واقع ہوئی تھی نہ زہر خورانی سے جو محض غلط مشہور ہے“ (خلافت معاویہ یزید)
 اگر واقعی یہ غلط مشہور ہے تو اس مؤلف کو چاہیے تھا کہ کسی معتبر کتاب کا
 حوالہ یا کسی محقق کی تحقیق پیش کرتا کہ حضرت امام کی وفات زہر خورانی سے نہیں بلکہ
 تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی ہے صرف اس کا اپنی طرف سے لکھ دینا ائمہ
 محدثین اور مؤرخین کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اب ان ائمہ محدثین و مؤرخین
 کی عبارات ملاحظہ ہوں جنہوں نے صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ آپ کی وفات زہر دینے
 کے سبب ہوئی۔

امام ابن سیرین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت
 بیان فرماتے ہیں :-

كَانَ الْحَسَنُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي كَرِهَتْ حَسَنُ فِي مَرَضِهَا فِي مَرَضِهَا

پانی اس میں آپ بار بار جائے ضرورت میں
جاتے تھے ایک مرتبہ آپ کو وہاں کافی دیر
لگی پھر آپ نے واپس لگا کر فرمایا کہ میں نے اس
وقت اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکلتے دیکھا
ہے اور بلاشبہ میں کسی مرتبہ زہر دیا گیا ہوں
مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے ہرگز نہیں دیا
گیا حضرت حسین نے فرمایا آپ کو زہر کس نے
دیا ہے؟ فرمایا کیوں کیا تم اسکو قتل کر دے؟
نہیں بلکہ میں نے اسکو اللہ تعالیٰ کے پرورد
کر دیا ہے۔

مَاتَ فِيهِ يَخْتَلِفُ إِلَى مَرِيْدٍ لَهُ
فَابْطَاءَ عَلَيْنَا مَرَّةً ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ
لَقَدْ رَأَيْتُ كَيْدِي الْإِنْفَاءَ وَلَقَدْ
سُقَيْتُ السَّمَّ مِرَارًا وَمَا سَقَيْتُهُ
قَطْرًا أَشَدَّ مِنْ مَرَّتِي هَذِهِ
فَقَالَ حُسَيْنٌ وَمَنْ سَقَى
لَهُ؟ قَالَ لِمَنْ؟ اتَّقْتُلُهُ
بَلْ نَكَلُهُ إِلَيَّ اللَّهُ

مصنف ۲۵۲

اس حدیث کے مخرج امام اجل ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام ہیں جو امام احمد
بن حنبل جیسے حلیل القدر امام کے استاد ہیں اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ امام
احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے میں نے علم حدیث میں ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔
(تہذیب التہذیب ص ۳۱۱)

”المستدرک“ میں امام المحدثین حافظ الکبیر علامہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے
تین روایتیں نقل فرمائی ہیں اور علامہ حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں انکو برقرار رکھا
اعرف امر بکر بنت المسور قالت
كان الحسن بن علي سقم مرارا اكل
ذلك يفلت حتى كانت المرة الاخيرة
التي مات فيها فانه كان يختلف
كيداه فلما مات اقام نساء بني

امم بکر بنت مسور روایت فرماتی ہیں کہ حسن
بن علی کو کسی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن ہر مرتبہ
بچ گئے۔ یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر
دیا گیا جس میں انکی وفات ہوئی وہ ایسا
تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر

گرتے تھے جب انکی وفات ہوئی تو بنی ہاشم
کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔

حضرت عمیر بن اسحاق سے روایت ہے
کہ بٹیک حسن بن علی نے فرمایا کہ میرے جگر
کے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور تحقیق مجھے کئی مرتبہ
زہر دیا گیا ہے مگر اس مرتبہ کا سا پہلے نہیں
دیا گیا۔

قتادہ بن دعامہ سدوسی سے روایت ہے
وہ فرماتے ہیں کہ اشعث بن قیس کی بیٹی
(جعدہ) نے حسن بن علی کو زہر دیا اور وہ
آپ کی زوجہ تھی۔ اور اسکو زہر دینے پر
مال کی رشوت دی گئی تھی۔

علامہ امام حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ
سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اور میرا ایک اور ساتھی حضرت حسن بن
علی (ک) عیادت کو گئے۔ انہوں نے فرمایا اے فلاں! مجھ سے کچھ پوچھ۔ عرض کیا جب
اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا فرمائے گا اس وقت پوچھیں گے آپ نے فرمایا۔
لَقَدْ اَلْقَيْتَ طَائِفَةً مِنْ

بلاشبہ میرے جگر کے ٹکڑے گر رہے ہیں اور
مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے مگر اس مرتبہ
جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ پھر میں دو سڑک
دن حاضر ہوا جس دن آپ کی وفات ہوئی
حضرت حسین آپ کے سر کے پاس بیٹھے ہوئے

هَاشِمِ النَّوْحِ عَلَيْهِ شَهْرًا -
(الستدرک ص ۱۴۲)

۲- عَنْ عُمَيْرِ بْنِ إِسْحَاقٍ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ
عَلِيٍّ قَالَ لَقَدْ بَلَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ كَبِدِي
وَلَقَدْ سَقَيْتُ السَّمَّ مِرَارًا فَمَا سَقَيْتُ
مِثْلَ هَذَا

(الستدرک ص ۱۴۲)

۳- عَنْ قَتَادَةَ بْنِ دَعَامَةَ السَّدُوسِيِّ
قَالَ قَالَ سَمَّتُ ابْنَةَ الْأَشْعَثِ بْنِ
قَيْسِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَكَانَتْ تَحْتَهُ وَ
رُشِيَّتُ عَرَبِيٍّ ذَلِكَ مَا لَا -

(الستدرک ص ۱۴۶)

كَبِدِي وَإِنِّي سَقَيْتُ السَّمَّ مِرَارًا فَلَمْ
أُسْقِ مِثْلَ هَذِهِ الْمَرَّةِ ثُمَّ دَخَلْتُ
عَلَيْهِ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ
وَالْحُسَيْنُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ يَا

فرما رہے تھے۔ بھائی جان! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں تم اسکو قتل کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا اگر وہ وہی ہے جس کو میں گمان کرتا ہوں تو اللہ بہت سخت پکڑ کر نبوالا اور سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل ہو پھر آپ نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان سے

اِحْسَبُ مَنْ تَبَهُمُ؟ قَالَ
لَمْ يَلْتَقُلْهُ؟ قَالَ نَعَمْ!
قَالَ اِنْ يَكُنْ الَّذِي اَظُنُّ
فَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاسًا وَّ اَشَدُّ نِيْكَلًا
وَ اِلَّا يَكُنْ فَمَا اُحِبُّ اَنْ
يَقْتَلَ بِيْ يَرْيُ ثُمَّ قَضَى
رَضْوَانَ اللّٰهِ تَعَالَى
عَلَيْهِ

راضی ہو۔

(حیۃ الاولیاء ص ۲۸)

رفیقیم و نسیم عشق تو در سینہ نہضتیم
باہیج کے حال دل خوش نگفتیم

علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو انکی بیوی
جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تو وہ دُ
مہینے اس طرح رہے کہ ایک دن میں کئی مرتبہ
ان کے نیچے سے خون سے بھرا ہوا طشت
اٹھایا جاتا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے
تھے کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا مگر اس
مرتبہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے وہ پہلے
نہیں پہنچی۔

وَ كَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ قَدْ سَمَّ مَمَّتَهُ أُمَّرَاتُهُ جَعْدَةُ
بِنْتُ الْأَشْعَثِ فَكَتَبَتْ شَهْرِيْنَ يَرْفَعُ
مِنْ تَحْتِهِ فِي الْيَوْمِ كَذَا وَ كَذَا مَرَّةً
طَسَّتْ مِنْ دَمٍ وَ كَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ يَقُولُ سَقَيْتُ سَمًّا مَرًّا مَا أَصَابَنِي فِيهَا
مَا أَصَابَنِي فِي هَذِهِ الْمَرَّةِ -

(حیۃ الجوان ص ۵۸)

علامہ امام حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ و ابو بکر بن حفص رضی

اتمہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

سَمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ سَمْتَهُ امْرَأَةٌ بِنْتُ الْأَشْعَثِ
(حضرت) حسن بن علی کو ان کی بیوی (جعدہ)
بْنِ قَيْسِ الْكِنْدِيِّ (الاستیعاب علی الاصابہ ص ۲۵۵) بنت اشعث بن قیس کنڈی نے زہر دیا تھا۔

اور یہی امام حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے

قَالَ دَخَلَ الْحُسَيْنُ عَلَى الْحَسَنِ
رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى فَقَالَ يَا
أَخِي إِنِّي سَقَيْتُ السَّمَّ ثَلَاثَ
مَرَارٍ لَمْ أُسْقَ مِثْلَ هَذِهِ الْمَرَّةِ
إِنِّي لَأَضَعُ كَبِدِي فَقَالَ لِلْحُسَيْنِ مَنْ
سَقَاكَ يَا أَخِي قَالَ مَا سَوَّالِكَ عَنْ
هَذَا تَزِيدُ أَنْ تَقَاتِلَهُمْ أَكَلَهُمُ
إِلَى اللَّهِ -

فرمایا (حضرت) حسین (حضرت) حسن کے
پاس آئے تو (حضرت) حسن نے کہا اے بھائی
بلاشبہ مجھے تین مرتبہ زہر دیا گیا ہے لو اس
مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ تو
(حضرت) حسین نے کہا اے بھائی آپ
کو کس نے زہر دیا ہے؟ (حضرت) حسن
نے کہا یہ تم کیوں پوچھتے ہو کیا تم ان سے
لڑائی کرو گے۔ میں نے ان کو اللہ کے پروردگار

کر دیا ہے۔

(الاستیعاب علی الاصابہ ص ۲۵۵)

علامہ ابن واضح کاتب عباسی المعروف یعقوبی اپنی مشہور کتاب تاریخ یعقوبی

میں فرماتے ہیں :-

وَتُوُفِيَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي شَهْرِ
رَبِيعِ الْأَوَّلِ سَنَةً وَلَمَّا حَضَرَتْهُ
الْوَفَاةُ قَالَ لِأَخِيهِ الْحُسَيْنِ يَا
أَخِي إِنَّ هَذِهِ آخِرُ ثَلَاثِ مَرَارٍ
سَقَيْتُ فِيهَا السَّمَّ وَلَمْ أُسْقَ
مِثْلَ مَرَّتِي هَذَا وَأَنَا مَيِّتٌ مَرْتٌ

اور حسن بن علی نے ربیع الاول سَنَہ میں
وفات پائی جب وفات کا وقت قریب
آیا تو اپنے بھائی حسین سے کہا بھائی یہ
تین بار کا آخری ہے جس میں مجھے زہر
پلایا گیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے جیسا سخت
کبھی نہ تھا۔ میں آج ہی مر جاؤں گا جب

میں مر جاؤں تو مجھ کو رسول اللہ کے ساتھ
دفن کرنا کہ میری قرابت کی وجہ سے کوئی
اور مجھ سے زیادہ اسکا مستحق نہیں ہے البتہ
اگر تم لوگ جاؤ تو ایک پچھنے کے برابر بھی
خواریزی نہ کرنا۔

يَوْمِي فَاذَا انَا مِتُّ فَاذْفِنِي
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَمَا أَحَدٌ أَوْلَى
بِقُرْبِهِ مِنِّي إِلَّا أَنْ تُنْتَعَمَ مِنْ ذَلِكَ
فَلَا تُسِفِكَ مَجْمَعَةَ دَمٍ
(يعقوبی ص ۱۱۶)

علامہ سعودی اپنی مشہور و معروف کتاب ”مروج الذهب“ میں امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ :

(حضرت حسین میرے چچا حسن بن علی کے
پاس جبکہ انکو زہر پلا یا گیا، گئے تو حسن رضاً
حاجت کے لیے گئے۔ وہاں سے واپس آ کر
فرمایا کہ بیشک مجھے کئی مرتبہ زہر پلا یا گیا
لیکن اس مرتبہ کے جیسا سخت کبھی نہ
تھا۔ اس میں میرے جگر کے ٹکڑے باہر آ
گئے تم نے مجھے دیکھا کہ میں انکو اپنے ہاتھ
کی لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔
حسین نے پوچھا، بھائی جان آپ کو
کس نے زہر پلا یا ہے؟ انہوں نے فرمایا
اس سوال سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اگر
زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کے متعلق
میرا گمان ہے تو خدا اس کے لیے کافی ہے
اور اگر کوئی اور ہے تو میں یہ نہیں پسندتا۔

دَخَلَ الْحُسَيْنُ عَلَى عَمِّي الْحَسَنِ
بِئِذَا لَمَّا سُمِّيَ السَّمَّ فَقَامَ لِحَاجَتِهِ
الْأَسَانِثَةَ رَجَعَ فَقَالَ لَقَدْ
سُقِيتُ السَّمَّ عِدَّةَ مَرَّاتٍ فَمَا
سُقِيتُ مِثْلَ هَذِهِ لَقَدْ
لَفَطْتُ طَائِفَةً مِنْ كِبَدِي
فَبَرَأَيْتُنِي أَقْبَلَهُ بِعُودٍ فِي
يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ يَا
أَخِي مَنْ بَسَقَاكَ؟ قَالَ وَمَا
تُرِيدُ بِذَلِكَ فَإِنْ كَانَ
الَّذِي أَخْطَنَهُ فَإِنَّهُ حَسِيبُهُ
وَإِنْ كَانَ غَيْرَهُ فَمَا أَحَبُّ
أَنْ يَتَّخِذُ بِي بِرِيٍّ فَلَمْ
يَلْبَثْ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَّا ثَلَاثًا

کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے۔ اسکے
بعد وہ زیادہ نہ ٹھہرے اور تین دن بعد انتقال فرما
گئے۔ مورخ فرماتے ہیں اور ذکر کیا گیا ہے کہ انکی
بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکنذلی نے انکو

حَتَّى تُوْفِيَ وَذَكَرَاتِ
اِمْرَاتِهِ جَعْدَةُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ
بِنِ قَيْسِ الْكِنْدِيِّ سَقَتْهُ
السَّمَّ

(مرآة الذهب علی الکامل ص ۵۵)

زہر پلایا تھا۔

واہ کیا حاسم تھا اپنا تو جگر ٹکڑے ہوا

پھر بھی ایذائے ستم گر کے رادار نہیں

علامہ ابوالفدا فرماتے ہیں:-

اور حسن نے زہر سے وفات پائی۔ انکی بیوی
جعدہ بنت اشعث نے ان کو زہر پلایا تھا۔
کہا جاتا ہے کہ اس لیے فعل معاویہ کے
حکم سے کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزید
کے حکم سے کیا تھا۔

وَتُوْفِيَ الْحَسَنُ مِنْ سَمِّ سَقَتْهُ
زَوْجَتُهُ جَعْدَةُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ قَيْلِ
فَعَلَتْ ذَلِكَ بِأَمْرِ مُعَاوِيَةَ وَقِيلَ
بِأَمْرِ يَزِيدِ

(ابوالفدا ص ۱۸۳)

امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اُمّ موسیٰ سے روایت

فرماتے ہیں کہ:-

بیشک جعدہ بنت اشعث بن قیس نے
(حضرت حسن کو زہر پلایا تھا تو اس سے
آپکو سخت تکلیف ہوئی۔ آپکے نیچے برابر ایک
ٹشت لکھا جاتا تھا اور دوسرا اٹھایا جاتا
تھا۔ اسی طرح چالیس روز تک ہوا۔

اِنَّ جَعْدَةَ بِنْتَ الْاَشْعَثِ بِنِ قَيْسِ
سَقَتْ لِحَسَنِ السَّمَّ فَاشْتَكَى مِنْهُ
شَكَاةً فَكَانَ يُوَضَعُ تَحْتَهُ طَشْتٌ
وَتُرْفَعُ اُخْرَى مِنْهُ مِنْ اَرْبَعِينَ يَوْمًا
(تہذیب التہذیب ص ۴۰)

اور یہی امام حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:-

میں اور میرے ایک ساتھی حسن بن علی کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جگر کے کچھ ٹکڑے گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے، لیکن اس مرتبہ کے ایسا قاتل کوئی نہ تھا۔ پھر حسین بن علی آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ کو کس زہر پلایا ہے، لیکن آپ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے عمیر بن اسحاق کی روایت جو مذکور ہو چکی ہے نقل کرنے کے

بعد اُمّ بکر بن مسور سے روایت کی۔

وہ فرماتی ہیں کہ (حضرت) حسن کو کئی مرتبہ زہر پلایا گیا۔ لیکن ہر مرتبہ بچ گئے یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا جس میں انکی وفات ہوئی۔ وہ ایسا تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے تھے جب انکی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔

اور پھر حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما کی روایت لکھی وہ فرماتے ہیں :-

کہ حضرت حسن بن علی نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا لیکن بہت کم عورتیں آپ کی صحبت سے محفوظ ہوئیں۔ اس بنا پر آپکی منکوحہ عورتوں میں سے کم عورتیں آپ سے

دَخَلْتُ أَنَا وَصَاحِبُ بَنِي عَلِيٍّ الْحَسَنِ
ابْنِ عَلِيٍّ فَقَالَ لَقَدْ لَفَطْتُ طَائِفَةً مِنْ
كَبِدِي وَإِنِّي قَدْ سَقَيْتُ السَّمَّ مَرَّارًا فَلَمْ
أَسْتَوْمِثْ لَهُذَا فَانَاهِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ
فَسَأَلَهُ مَنْ سَقَاكَ فَأَبَى أَنْ يُخْبِرَهُ
رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى

(اصابہ ص ۲۲۱، تہذیب التہذیب ص ۲۱۲)

قَالَتْ الْحَسَنُ سَقَيْتُ مِرَارًا
كُلَّ ذَلِكَ يُفْلِتُ مِنْهُ حَتَّى
كَانَتْ الْمَرَّةُ الْآخِرَةُ الَّتِي
مَاتَ فِيهَا فَإِنَّهُ كَانَ
يُخْتَلِفُ كَبِدُهُ فَلَمَّا مَاتَ
أَقَامَ نِسَاءُ بَنِي هَاشِمٍ عَلَيْهِ النَّوْحَ
شَهْرًا - (البدایہ والنہایہ ص ۲۱۲)

كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ كَثِيرَ
نِكَاحِ النِّسَاءِ وَكَانَ قَلَّ مَا يُحْظَى
عِنْدَهُ وَكَانَ قَلَّ امْرَأَةٌ تَزَوَّجَتْ
إِلَّا أَحَبَّتْهُ وَضَنَّتْ بِهِ فَيُقَالُ

محبت رکھتی تھیں اور آپ سے صحبت کرنے میں،
 بخل کرتی تھیں (تا کہ اولاد نہ ہو کیونکہ آپ طلاق
 دے دیتے تھے) پس کہا گیا ہے کہ بیشک آپ کو زہر دیا
 گیا تو اس نے اثر نہ کیا۔ پھر دیا گیا پھر بھی اس نے اثر
 نہ کیا۔ پھر جو آخری مرتبہ دیا گیا اسمیرا کی وفات
 ہو گئی جب وفات کا وقت قریب آیا تو طبیب نے کہا
 جو بار بار آپکی خدمت میں آتا تھا کہ انکی نثر پان ہر
 سے کٹ گئی ہیں تو حضرت حسین نے فرمایا اے ابو محمد!
 مجھے بتائیے کہ آپ کو کس زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں
 بھائی! انہوں نے کہا خدا کی قسم میں آپ کے دفن
 ہونے سے پہلے اسکو قتل کر دوں گا اور اگر میں کیلا
 پر قادر نہ ہو سکا یا ایسی زمین پر یعنی دور ہو تو
 بھی اس شخص کو نہ چھوڑوں گا (خواہ) اسکو کھیلنے سے
 اشخاص کو مشقت اٹھانی پڑے تو فرمایا اے میرے
 بھائی یہ دنیا فانی چند روز ہے۔ اسکو چھوڑ دو،
 یہاں کہ میری اور اسکی ملاقات اللہ کے پاس
 ہو اور آپنے اسکا نام بتانے سے انکار کر دیا۔

إِنَّه كَانَ سُقْمًا ثُمَّ أَفَلَتْ
 ثُمَّ سَقِي فَأَفَلَتْ ثُمَّ كَانَتْ
 الْآخِرَةُ تُوفِّي فِيهَا فَلَمَّا حَضَرَتْهُ
 الْوَفَاةُ قَالَ الطَّبِيبُ وَهُوَ
 يَخْتَلِفُ إِلَيْهِ هَذَا رَجُلٌ
 قَطَعَ السَّمَّ أَمْعَاءَهُ فَقَالَ
 الْحُسَيْنُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ
 أَخْبِرْنِي مَنْ سَقَاكَ؟ قَالَ
 وَلِيَمَ يَا أَخِي؟ قَالَ أَقْتُلُهُ
 وَاللَّهِ قَبْلَ أَنْ أَدْفُنَكَ
 وَالْأَقْدَرُ عَلَيْهِ أَوْ يَكُونُ
 بِأَرْضٍ أَتَكَلَّفُ الشَّخُوصَ
 إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَخِي إِنَّمَا هَذِهِ
 الدُّنْيَا لِيَالٍ فَانِيَةٌ دَعَاهُ حَتَّى
 اتَّقَى أَنَا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ وَ
 إِلَى أَنْ يَمِيتَهُ -

(البدایہ والنہایہ ص ۴۳)

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں

وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ تُوُفِّيَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ
 زَوْجَتِهِ جَعْدَةَ بِنْتِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ
 الْكِنْدِيِّ (ابن اثیر ص ۱۸۲ اسد الغابہ ص ۱۱)

اور اسی سال ۶۸۰ھ میں (حضرت) حسن
 بن علی نے وفات پائی۔ انکی بیوی جعد بنت
 اشعث بن قیس الکندی نے ان کو زہر دیا۔

علامہ امام حسین بن محمد الدیار بکری فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ عُمَيْرُ بْنُ إِسْحَاقَ دَخَلْتُ
عَلَى الْحَسَنِ قَالَ أَلَيْتَ طَائِفَةً مِنْ
كِبِدِي وَ إِنِّي قَدْ سُقِيتُ السَّمَّ
مَرَارًا فَلَمْ أُسَقَ مِثْلَ هَذِهِ الْمَرَّةِ
ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْغَدِوِ
هُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ وَالْحُسَيْنُ
عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ يَا أَحْسَى مِنْ
تَتَهُمْ قَالَ لِمَ أَتَقْتُلُهُ ؟ قَالَ
نَعَمْ ! قَالَ إِنَّ تَكُنَ الَّذِي
أَخْبَنَهُ فَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ
تَكْثِيلًا وَإِلَّا فَمَا أَحَبُّ أَنْ
يُقْتَلَ بِبِرِّي وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ
وَاللَّهِ لَا أَقُولُ لَكُمْ مِنْ سَقَانِي
ثُمَّ قَضَى رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ
ذَكَرَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ فِي تَارِيخِهِ أَنَّ
جَدَّةَ بِنْتَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ
الْكَنْدِيِّ كَانَتْ تَحْتِ الْحَسَنِ بْنِ
عَلِيٍّ فَرَزَعُوا نَهَا سَمْتَهُ ،
تَارِيخُ الْخَمِيسِ فِي أحوالِ الْخَمِيسِ ٢٩٢

عمیر بن اسحاق نے کہا میں حضرت حسن کی خدمت
میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے
نکل کر گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا
ہے لیکن اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا
گیا۔ پھر میں دوسرے دن حاضر ہوا جس دن
آپکی وفات ہوئی حضرت حسین آپ کے سر کے
پاس بیٹھے ہوئے پوچھ رہے تھے بھائی آپکو
کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا تم اس لیے پوچھ
رہے ہو کہ اسکو قتل کر کے؟ کہا ہاں! فرمایا
اگر وہ وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے
تو اللہ تعالیٰ سخت گرفت کرنے والا اور سخت
سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ
پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ
قتل ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا خدا
کی قسم! میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ پھر آپ نے وفات
پائی اللہ آپ سے راضی ہو اور تحقیق یعقوب بن
سفیان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ بیشک لوگوں کا
یہ گمان ہے کہ آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن
قیس الکندی نے آپ کو زہر دیا ہے۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

وَكَانَ سَبَبُ مَوْتِهِ أَنْ ذُو جُتَّةَ
جَعْدَةَ بِنْتَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ
الْكِنْدِيِّ دَسَّ إِلَيْهَا يَزِيدُ أَنْ
تُسَمِّهُ وَيَتَزَوَّجَهَا وَبَدَلَ لَهَا
مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ فَفَعَلَتْ فَمَرَضَتْ
أَرْبَعِينَ يَوْمًا فَلَمَّا مَاتَتْ بَعَثَتْ إِلَى
يَزِيدٍ تَسْأَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا
فَقَالَ لَهَا إِنَّا لَمْ نَرْضَكَ لِلْحَسَنِ
فَنَرْضَاكَ لِأَنْفُسِنَا وَبِمَوْتِهِ
مَسْمُومًا شَهِيدًا -

(الصواعق المحرقة ص ۱۳۸)

آپ (حضرت حسن) کی موت کا سبب یہ تھا کہ
آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی کو
یزید نے خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر تو (امام حسن
کو زہر دیکر ہلاک کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم
دو لگا اور تجھ سے نکاح بھی کر لوں گا تو اس نے
آپکو زہر دے یا چنانچہ آپ چالیس روز بیمار رہے۔
جب آپکی وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفانے
وعدہ کیلئے کہا تو یزید نے اس سے کہا کہ بیشک
ہم نے تو تجھے حسن کیلئے پسند کیا (جو ہمارے
دشمن تھے) تو خود اپنے لیے (کیے پسند کریں گے)
اور حضرت حسن زہر سے شہید ہوئے۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

تُوْفِي الْحَسَنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْمَدِينَةِ
مَسْمُومًا سَمَّمَتْهُ زَوْجَتُهُ جَعْدَةُ
بِنْتُ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ دَسَّ
إِلَيْهَا يَزِيدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ أَنْ تَسَمِّهُ
فَيَتَزَوَّجَهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا مَاتَتْ
الْحَسَنُ بَعَثَتْ إِلَى يَزِيدٍ تَسْأَلُهُ
الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ إِنَّا لَمْ نَرْضَكَ
لِلْحَسَنِ أَفَنَرْضَاكَ لِأَنْفُسِنَا -

(تاریخ الخلفاء ص ۴۴)

(حضرت) امام حسن کی وفات مدینہ منورہ میں
ہوئی زہر سے آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث
بن قیس کو یزید بن معاویہ نے خفیہ پیغام بھیجا
کہ اگر تو حسن کو زہر دے دے تو میں تجھ سے
نکاح کر لوں گا تو اس نے زہر دے دیا جب آپکی
وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفانے وعدہ
کیلئے کہا تو یزید نے کہا بیشک ہم نے تو تجھے
(اپنے دشمن) حسن کیلئے پسند کیا تو کیا اپنی
ذات کیلئے پسند کریں گے؟

حضرت ابو علی الفضل ابن الحسن الطبریٰ پی کتاب
 ”اعلام الوریٰ“ میں فرماتے ہیں کہ حضرت حسن
 اور حضرت معاویہ کے درمیان صلح ہونے کے
 بعد حضرت حسن کو فد سے مدینہ منورہ تشریف
 لے گئے اور وہاں دس سال مقیم رہے۔ پھر آپ کی
 بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے
 آپ کو زہر پلایا تو آپ چالیس روز تک بیمار
 رہے اور یزید نے اس عورت کو اس معاملہ میں
 بھگایا کہ وہ اسکو ایک لاکھ درہم بھی دیگا اور
 کے بعد اسکو اپنی زوجیت میں بھی لے لے گا تو
 اس عورت نے یہ کام کیا یعنی زہر دے یا جب
 حضرت حسن انتقال فرما گئے تو اس عورت کے
 یزید کو اپنا وعدہ وفا کرنے کا پیغام بھیجا تو
 یزید نے کہا ہم تو تمہارا حسن کے پاس رہنا
 ہرگز پسند کرتے تھے (جو ہمارے دشمن تھے)
 تو خود اپنے پاس رکھنا کیسے پسند کریں گے۔

عاشق حبیب ربانی حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

مشہور آنست کہ ویرا خاتون سے جعدہ زہر
 مشہور یہی ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے یزید بن
 معاویہ کے کہنے سے آپ کو زہر دیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وَسَبَبُ مَوْتِهِ أَنَّ زَوْجَتَهُ جَعْدَةَ
 (حضرت حسن کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ

قَالَ أَبُو عَلِيٍّ الْفَضْلُ بْنُ الْحَسَنِ
 الطَّبْرِيُّ فِي كِتَابِهِ أَعْلَامُ الْوَرَى
 بَعْدَ أَنْ تَمَّ الصُّلْحُ بَيْنَ الْحَسَنِ
 وَمُعَاوِيَةَ وَخَرَجَ الْحَسَنِ إِلَى
 الْمَدِينَةِ أَقَامَ بِهَا عَشْرَ سِنِينَ وَ
 سَقَتْهُ زَوْجَتُهُ جَعْدَةُ بِنْتُ
 الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ الْكِنْدِيِّ السَّمَّ
 فَبَقِيَ مَرِيضًا أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَكَانَ قَدْ
 سَأَلَهَا يَزِيدُ فِي ذَلِكَ وَبَدَلَ
 لَهَا مِائَةَ أَلْفِ دَرَاهِمٍ وَأَنَّ
 يَتَزَوَّجَهَا بَعْدَ لِحْسَنِ فَفَعَلَتْ وَ
 لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بَعَثَتْ إِلَى
 يَزِيدٍ تَسْأَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا
 فَقَالَ إِنَّا لَنْ نَرْضَاكَ لِلْحَسَنِ
 أَفَرْضَاكَ لِأَنْفُسِنَا۔

(نورالابصار ص ۱۳۶)

کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے یزید کے بہکانے سے آپکو زہر دے دیا تھا اور یزید نے اس بات پر اس کے ساتھ نکاح کا وعدہ کیا تھا تو اس نے یہ فعل کر دیا تو حسن رضی اللہ عنہ چالیس روز بیمار رہے پھر آپ نے انتقال فرمایا۔ اس کے بعد جعدہ نے یزید کو ایفائے وعدہ کا پیغام بھیجا تو یزید نے کہا بیشک ہم نے تو تجھے (اپنے دشمن) حسن کے لیے پسند نہ کیا تو خود اپنے لیے کیسے پسند کر لیں گے۔ پس وہ دنیا و آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہو گئی اور یہ واضح اور کھلا نقصان ہے۔

بِنْتُ الْأَشْثَثِ بْنِ قَيْسٍ سَمَّتُهُ
بِأَعْوَاءِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ
يَزِيدٌ ضَمِنَ لَهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا
فَفَعَلَتْ فَمَرَضَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ مَاتَ فَبِعِثَتْ
جَعْدَةَ إِلَى يَزِيدٍ تَسْأَلُهُ الْوَفَاءَ
بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ إِنَّا لَمْ نَكُنْ
نَرِضَاكَ لِلْحَسَنِ أَفَنَرِضَاكَ لِأَنْفُسِنَا
فَصَارَتْ مِمَّنْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ
ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ -

(سرا الشہادتین ص ۱۰)

احادیث و تواریخ کی ان تمام روایات سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ آپ کو کئی بار زہر دیا گیا اور اسی سے آپ کی وفات ہوئی۔ کسی مؤرخ نے نہیں لکھا کہ آپ کی وفات تپتی کے ہلکے مرض سے ہوئی اور زہر دینے کا واقعہ محض غلط ہے۔ نامعلوم اس مؤلف کو ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد کہاں سے معلوم ہو گیا ہے۔ اتنی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کہہ دینا کہ زہر دیا جانا محض غلط مشہور ہے، کسی لغو "ریسرچ" کا نام ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے آخر یہ مؤلف پھر کیوں انکار کر رہا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مؤرخین نے زہر دلانے کی نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے کہ انہوں نے جعدہ کو مال و زر اور یزید کے ساتھ نکاح کا لالچ دیا تو جعدہ نے اس خیال سے کہ امام حسن بکثرت طلاقیں دیتے ہیں اور مجھے بھی ضرور طلاق دیں گے تو فطرت نسوانی کے تحت لالچ میں آکر زہر دے

دیا۔ جہاں تک حضرت معاویہ کی طرف اس نسبت کا تعلق ہے وہ تو بالکل غلط ہے جیسا کہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

وَمَا يُنْقَلُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ دَسَّ إِلَيْهِ الشَّعْمَ مَعَ
زَوْجَتِهِ جَعْدَةَ بِنْتِ الْأَشْعَثِ فَهُوَ
مِنْ أَحَادِيثِ الشَّيْعَةِ وَحَاشَا لِمُعَاوِيَةَ
مِنْ ذَلِكَ - (ابن خلدون ص ۱۸۲)

اور یہ روایت کہ معاویہ نے ان (حسن) کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے مل کر زہر لایا شیعوں کی من گھڑت بات ہے۔ حاشا معاویہ کی ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

البتہ یزید کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی۔ امام عبداللہ الدین سیوطی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”یزید فاسق تھا۔ اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گواہی میں انقیاد جائز تھا مگر واجب تھا اور تمسک باحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادۂ غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا، خصوصاً جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا ہی تھی اور مستط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مستط ہونا کب جائز ہے۔ خصوصاً نا اہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔“ (امداد الفتاویٰ ص ۲۴۵) خط کشیدہ الفاظ دیکھئے۔

”اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا ہی تھی۔“ غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں۔

”امیر معاویہ سے صلح کے بعد حسن مدینہ میں کھڑے رہے اور دس برس گزرے تو

ان کی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس کنڈی نے ان کو زہر پلایا۔ چالیس دن تک بیمار ہے
 یزید پید نے جعدہ سے یہ فرمائش کی تھی اور ایک لاکھ درہم دینے کے تھے۔ اس پر
 جعدہ نے یہ کام کیا جب حسن کا انتقال ہو گیا جعدہ نے کہلا بھیجا کہ اپنا وعدہ پورا کرو۔
 یزید نے کہا ہم نے تجھ کو حسن کے لیے پسند کیا۔ کیا ہم اپنے لیے تجھ کو پسند کریں گے
 (تشریف البشر ص ۲۴)

اصل میں اس مؤلف نے دیکھا کہ زہر دلانے کی نسبت یزید کی طرف کی گئی ہے
 اور یزید کو تو خواہ مخواہ بچانا ہی ہے خواہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 ناراض ہو جائیں اور چاہے جگر پارہ رسول مقبول اور جنت کے نوجوانوں کے سردار کو
 فادی۔ فتنہ پرور اور باغی ہی قرار دینا پڑے (معاذ اللہ) اس لیے سرے سے اس کا
 انکار ہی کر دو کہ زہر دیا ہی نہیں گیا یہ محض غلط مشورہ ہے۔ ورنہ پھر سوال پیدا ہوتا
 کہ اچھا بتاؤ اگر یزید نے زہر نہیں دلوایا تو پھر کس نے دلوایا؟ حقیقت یہ ہے کہ یزید سمجھتا
 تھا کہ میرا باپ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اسکی وفات کے بعد امام حسن کے ہوتے ہوئے لوگ
 مجھے کسی طرح بھی قبول نہیں کریں گے لہذا یہ چٹان جو میرے اقتدار کی راہ میں بہت بڑی
 رکاوٹ ہے اس کو دور کیا جائے تاکہ میرے لیے حکومت کا معاملہ آسان ہو جائے۔
 اور جبکہ بعض معتبر کتب میں یہ بھی ہے کہ امام حسن اور امیر معاویہ کے درمیان جن
 شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ "امیر معاویہ کے بعد امام حسن
 خلیفہ ہوں گے" چنانچہ طبقات صحابہ کی مستند ترین کتاب الاستیعاب میں ہے:-

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّ
 الْحَسْنَ اِنَّمَا سَلَّمَ لِلْخِلَافَةِ لِمُعَاوِيَةَ
 حَيَاتِهِ لَا غَيْرَ ثُمَّ تَكُونُ لَهُ مِنْ
 بَعْدِهِ وَعَلَى ذَلِكَ اِنْعَقَدَ
 علماء کے درمیان اس میں اختلاف نہیں ہے
 کہ (امام حسن نے امیر معاویہ کو صرف ان کی
 حیات تک خلافت سپرد کی تھی نہ کہ بغیر کو
 بھی۔ پھر ان کے بعد خلافت حسن کے لیے

ہوگی اس پر دونوں کے مابین صلح کا

بَیْنَهُمَا

انعقاد ہوا تھا۔

(الاستیعاب علی الاصابہ ص ۲۴۳)

قارئین حضرات اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بات یزید سے پوشیدہ نہ تھی اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ میرے والد کے بعد خلافت کے حق دار امام حسن ہیں۔ میں اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہوں جبکہ امام حسن نہ رہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کی خاطر یہ ظلم عظیم کیا کہ امام حسن کو زہر دلوادیا۔

بعض اہل تواریخ نے لکھا ہے کہ مروان حاکم مدینہ نے بہ ایلاتے یزید ایک کینز ایونیہ رومیہ جو بڑی دلاہ تھی

امام حسن کو زہر کرنے دیا

کو بلا کر پوچھا کہ تو امام حسن کے گھر آتی جاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں! مروان نے کہا اے کام کرنا ہے اگر تو اس کو کر دے تو میں تجھے تین ہزار دینار دوں گا۔ اس نے کام پوچھا۔ مروان نے کہا کہ کسی طرح حسن کی بیوی جعدہ کو اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے بہکا کہ حسن تو اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں انہوں نے تو تجھے رکھنا ہی نہیں پھر ساری عمر بیوہ بن کے رہو گی۔ اور اگر چاہتی ہو کہ ملک شام و عراق کی ملکہ بن کر عیش و عشرت کی زندگی گزارو تو ولی عہد یزید کی ایک خواہش کو پورا کر دو۔ پھر وہ تم سے نکاح کر لے گا اور ایک لاکھ درہم بھی دے گا۔ اور وہ تمہیں بہت چاہتا بھی ہے۔ جعدہ نے یزید کی خواہش دریافت کی۔ دلاہ نے کہا اگر تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ تو بتاؤں؟ غرض چند ملاقاتوں میں اس مکار دلاہ نے جعدہ کو بہکا کر ہموار کر لیا اور مروان کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری کا یقین دلا کہ امام حسن کو زہر دے کر ہلاک کر دو پھر یہ مراد پوری ہو سکتی ہے اور مروان اس بات کا ضامن ہے۔ بد نصیب جعدہ دنیا کے فانی مال دولت اور عیش و عشرت کی حرص و طمع کا شکار ہو کر اس ظلم عظیم کے لیے تیار ہو گئی۔ اس نے چند مرتبہ کبھی شہد کبھی کھجوروں وغیرہ میں ملا کر حضرت امام کو زہر دیا مگر معمولی تکلیف

کے بعد شفا ہوتی رہی۔ مردان کو برابر حالات کی خبر پہنچتی رہی آخر اس ظالم نے تھوڑا سا پسا
ہوا الماس ایسویہ کو دیا کہ یہ پانی میں بلا کر پلا دو۔ جب وہ پلایا گیا تو اس نے اندر جاتے
ہی جگر اور آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور حضرت امام کو اسہالِ کبدی ہو گیا اور قے
آنی شروع ہو گئی اور جگر اور آنتیں کٹ کٹ کے باہر آنے لگیں۔

کہ رخت سوزشِ ماس بیزہ در قدش

کہ زہر گشت از آبِ خوشگوار حسن

در اندر دن ہفتاد پارہ شد جگرش ہمہ زراہِ گلورِ نخت در کنار حسن

برنگِ گونہ الماس شد ز مرد فام مفرح لب یا قوتِ ابدار حسن

جگر بسوخت شفقِ راجو لالہ زاتش دل ز حسرتِ جگر خستہ دل فگار حسن

بباغِ عسرتِ پیمبر از خزانِ ستم

برخت لالہ و نسرین ز نو بہار حسن

اپ تقریباً چالیس روز بیمار رہے۔ ایک دن آپ نے جعدہ کو تنہائی میں بلا کر

فرمایا۔ اے بانو بے وفا! تجھ پر افسوس! تو نے کتنی مرتبہ مجھ کو زہر دیا۔ تو خدا تعالیٰ

اور میرے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ شرمائی۔ تو تو محبت کے دعوے

کیا کرتی تھی۔ کیا اہل محبت ایسا کیا کرتے ہیں؟ مگر سن! جس مقصد کے لیے تو نے یہ

دشمنی کی ہے تیرا وہ مقصد بھی پورا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا

آخر آپ کی حالت متغیر ہو گئی۔ بے قراری اور گھبراہٹ بہت زیادہ ہو گئی۔

آئیں جناب زینب بیگم برہنہ پا دیکھا کہ لوتے ہیں بچھونے پہ مجتبیٰ

بولیں یہ سر کو پکڑ کے وہ غم میں مبتلا ہے ہے بہنِ نثار ہو بھیا پہ کیا ہوا

ایسا یہ زہر کس نے دغا سے پلا دیا

کس نے مرے کلیجے پہ خنجر چلا دیا

میکے لگا دیتے تھے حرم نے ادھر ادھر بازو کو کوئی تھامتی تھی اور کوئی سر
فرمایا پشت لاؤ ہوا زہر کا رگ رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر

اب آئی وہ رات فاطمہ کے نور عین کو

غم میں حسن کے میند نہ آئی حسین کو

وہ سبط مصطفیٰ کی شہادت کی رات تھی آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی

عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی زہر اور ترضی پر قیامت کی رات تھی

فرمایا اب تو ہم اس دنیا سے جاتے ہیں

نانا بلا ہے ہیں سوئے جنت کو جاتے ہیں

وہ سیدہ کے نور عین، مولا علی کے دل کے چین، جگر گوشہ رسول خدا حضرت حسن

مجتبیٰ چند وصیتیں فرما کر ماہ ربیع الاول ۹۶ھ میں بہشت بریں میں سدھائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ

وَ اِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ اُولٰٓئِكَ عَلَیْہُمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّہِمُ وَ رَحْمَةٌ

حضرت امام کی شہادت کے بعد تمام بنی ہاشم خصوصاً امام حسین رضی اللہ عنہ کے

دل میں سخت غم و غصہ تھا اور مروان یہ سمجھتا تھا کہ یہ سخت غمخور ہیں، اگر ان کو پتہ چل گیا

تو یہ ہرگز خاموش نہیں بٹھیں گے اور بہت بڑا فتنہ ہوگا اور قتل و غارت کی نوبت ضرور

آئے گی۔ ادھر جعدہ بھی شہیمان اور سخت خائف تھی۔ اس لیے مروان نے اس کو اپنے پاس

بلا لیا اور دو غلام اور تین کنیزوں کے ساتھ پوشیدہ طور پر یزید کے پاس بھیج دیا اور یزید

کو سارا حال لکھ کر تاکید کر دی کہ یہ راز فاش نہ ہونے پائے ورنہ سو یا ہوا فتنہ جاگ

اٹھے گا اور تلواریں میان سے باہر آجائیں گی اور سخت غم یزی ہوگی اس لیے جعدہ کو

پوشیدہ رکھا جائے تاکہ یہ راز فاش نہ کر دے۔

یزید نے جعدہ سے حال معلوم کیا جعدہ نے اول سے لے کر آخر تک اپنا سیاہ کارنامہ

پیش کر کے یزید سے کہا کہ میں نے تمہارے لیے خدا و رسول کو ناراض کیا اور عذاب جہنم

اختیار کیا اب تم اپنا وعدہ وفا کرو اور مجھے اپنی زوجیت کا شرف بخشو۔ یزید نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ جب تو نے خدا اور رسول کے غضب کا خیال نہ کیا اور حسن صبیحے عالی مقام شوہر کے ساتھ ایسا ظلم اور بے وفائی کی تو مجھ سے کب وفا کرے گی۔ تو اس لائق نہیں کہ میں تجھے اپنی زوجیت میں لوں۔ جعدہ کو اس ناکامی کا سخت احساس ہوا اور اس نے تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ نیند کی۔ اور ہر وقت روتی تھی کہ ہائے میں نے کیا کیا۔ یزید یہ سمجھتا تھا کہ چونکہ یہ بڑی طرح ناکام ہوئی ہے اور اس ناکامی کا اسکو سخت احساس ہے لہذا اس کو اگر زندہ چھوڑا گیا تو یہ اس ناکامی کا انتقام ضرور لے گی اور اس راز کو فاش کرے گی۔ اس لیے اس نے تین روز کے بعد چار آدمیوں کو تیار کیا کہ اس کو جزیرہ فیل میں لے جاؤ اور وہاں لے جا کر اس کے ہاتھ پاؤں جسد کر اس کو گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھ کر خوب دوڑاؤ اور پھر سمندر میں پھینک دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ ۷

ہر کہ دیں را بہر دنیاے دنی از دست او
بیشکے محروم ماند از دولت دنیا و دیں

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضہ انور میں دفن کی اجازت عنایت ہو انہوں نے بلا تاویل بطیب خاطر اجازت دی ہے لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ کوئی ضرور مانع ہوگا تو اس سے تکرار اور لڑائی جھگڑا نہ کرنا اور پھر مجھے میری والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بقیع میں دفن کر دینا چنانچہ آپ کا جنازہ مبارک روضہ مبارک کے پاس لے گئے۔ جب یہ خبر مروان علیہ البیعتہ کو پہنچی تو وہ مانع ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان وہاں دفن نہ ہوں

اور حسن وہاں دفن ہوں۔ حضرت امام حسین اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ مروان بھی تیار ہو گیا۔ دونوں طرف سے لوگ مسلح ہو کر آگئے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: اے کیا ظالم ہے! فرزندِ رسول اللہ کو رسول اللہ کے پاس دفن نہیں ہونے دیتا اور حضرت امام حسین کو ان کے بھائی حضرت امام حسن کی وصیت یاد دلائی اور لڑائی سے روکا۔ آخر حضرت امام حسن کو بقیع میں انکی والدہ محترمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہا۔

یہ کہنا کہ زہر خورانی کی نسبت حضرت امام کی بیوی
جعدہ کی طرف کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کی کوئی
صحیح سند نہیں ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ المستدرک امام حاکم اور تہذیب التہذیب علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی اور الاستیعاب علامہ امام ابن عبدالبر جو علم حدیث کے مشہور اور جلیل القدر امام ہیں ان کی روایات جو صحیح الاسناد ہیں، علاوہ ازیں بڑے بڑے ائمہ حدیث و تاریخ کی نقول گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں، غلط ہے۔

اور یہ خیال کہ جب آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قاتل کی خبر نہ ہوئی تو غیر کو کیسے ہو سکتی ہے۔ نیز اگر امام حسین کو خبر ہو جاتی تو وہ ضرور شرعی مواخذہ کرتے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر اس وقت حضرت امام حسن نے ان کو نہیں بتایا اور اس وقت حضرت امام حسین کو خبر نہ ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں بھی معلوم نہ ہوا ہو۔ رہا یہ کہ پھر شرعی مواخذہ کیوں نہ کیا تو عرض یہ ہے کہ شرعی مواخذہ کرتے کس سے؟ اس وقت حاکم مدینہ مروان تھا اور اسی نے توبہ ایمانے یزید یہ کام کر دیا تھا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور حضرت امام کے دفن کے قضیہ میں بھی مروان

کا کردار ذکر ہو چکا ہے۔ دیکھئے حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں پہلی شرط یہ تھی کہ حضرت معاویہ کے بعد خلافت امام حسن کو ملے گی۔ لیکن جب حضرت معاویہ نے یزید کی بیعت کی مہم شروع کی تو کسی ایک نے بھی حضرت معاویہ سے یہ نہیں کہا کہ حضرت حسن اور آپ کے درمیان یہ شرط تھی اس لیے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا جاسکتا۔ اور جب حضرت حسین یزید کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں۔ لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ مواخذہ نہیں کیا کہ چونکہ میرے بھائی حسن صرف معاویہ کے حق میں دست بردار ہوئے تھے اور امیر معاویہ کے بعد خلافت ان کا حق تھا اور وہ چونکہ امیر معاویہ کی زندگی میں انتقال فرما گئے ہیں لہذا اصول توارث کی رو سے ان کا حق مجھے یا حسن کی اولاد کو ملنا چاہیے حالانکہ یزید کے خلاف دلائل میں یہ بہت زیادہ قوی دلیل تھی۔ مگر آپ نے اس کا مواخذہ اور ذکر تک نہیں کیا۔

اور یہ کہنا کہ یہ حضرت امام کی بیوی پر غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی ایک ناپاک تہمت اور تبرا ہے اور بدگمانی ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ پھر تو وہ تمام ائمہ و محدثین و مؤرخین اور علماء جنہوں نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ کی طرف کی ہے وہ سب کے سب معاذ اللہ حضرت امام کی بیوی پر تہمت لگانے والے اور تبرا ساز قرار پائیں گے اور پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ائمہ و محدثین نے بغیر تحقیق کے ہی لکھ دیا ہے جس سے ان کے علم اور تحقیق پر بھی حرف آتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ حضرت امام کی مہربانی آپ سے بہت محبت رکھتی اور شیدا تھی، ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ آپ کی کوئی بیوی ایک طمع فاسد سے ایسے جلیل امام کے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ آپ کی بربزبوی آپ سے بہت زیادہ محبت رکھتی اور شیدا تھی چنانچہ گزشتہ روایات میں خود حضرت عبداللہ بن حسن کی روایت ذکر ہو چکی ہے کہ آپ چونکہ کثیر النکاح تھے اور ایک دو رات کے بعد ہی طلاق دے دیتے تھے اس لیے بہت کم عورتیں آپ سے محبت رکھتی تھیں۔ اور آپ سے صحبت کرنے میں بھی نخل کرتی تھیں۔ کیونکہ فطرت کے تقاضے بہر حال اپنی جگہ مسلم ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے کہ جب اسکو معلوم ہو جائے کہ نکاح کے ایک دو دن کے بعد ہی اسکو طلاق مل جائے گی تو پھر اس کے دل میں محبت و الفت کا رہنا ایک ایسا امر ہے جو ہر عورت کے لیے ممکن نہیں۔

اور جہاں تک طمع فاسد سے ایسے جرم کے ارتکاب کے بعید ہونے کا تعلق ہے یہ بھی کوئی بعید نہیں۔ یہ حرص و طمع ایک ایسا اثر دہا ہے جس نے بڑے بڑوں کو شکار کیا ہے۔ دیکھیے عمرو بن سعد، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے جو عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے تھے۔ اس نے بھی تو صرف ”رے“ کی حکومت کی حرص و طمع ہی میں یزیدی لشکر کا سالار اعلیٰ بنا اور سارے خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کربلا میں قتل کرنا منظور کر لیا تھا۔ اسی طرح ابن زیاد، یزید اور شمر وغیرہ تابعین سے تھے اور تابعین کی فضیلت نص سے ثابت ہے۔ مگر حُب جاہ اور ذیوی حکومت کی حرص نے ان کو تباہ کیا اور انہوں نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کربلا و کوفہ وغیرہ میں جو کچھ کیا کرایا وہ سب کو معلوم ہے تو ایک عورت جو ناقص العقل ہے اور جس کا سارا خاندان ہی دشمن اہل بیت تھا، وہ طمع فاسد کا شکار ہو کر ایسی حرکت کی مرتکب ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

چنانچہ ابن ملجم قاتل حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین بدبخت فرمایا تھا وہ اس رات کو جس کی صبح کو اس نے حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا جعدہ کے باپ اشعث بن قیس کے پاس تھا اور ساری رات اس سے

سرگوشی کرتا رہا جب صبح ہونے کو آئی توجدہ کے باپ نے کہا جا اپنا کام کر چنانچہ طبقات صحابہ کی قدیم اور مستند ترین کتاب طبقات ابن سعد میں ہے۔

وَبَاتَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُلْجَمٍ تِلْكَ
الَّيْلَةَ الَّتِي عَزَمَ فِيهَا أَنْ يُقْتَلَ
عَلِيًّا فِي صَبِيحَتِهَا يُنَاجِي الْأَشْعَثَ
بْنَ قَيْسِ الْكِنْدِيِّ فِي مَسْجِدِهِ
حَتَّى كَادَ أَنْ يُطْلَعَ الْفَجْرُ فَقَالَ لَهُ
الْأَشْعَثُ فَضِحَكَ الصُّبْحُ فَقُمُ
فَقَامَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُلْجَمٍ وَشَبِيبُ
بْنَ بَجْرَةَ فَآخَذَا سَيْفَهُمَا ثُمَّ جَاوَحَتَا
جَلَسَا مُتَقَابِلَ السُّدَّةِ الَّتِي يُخْرَجُ مِنْهَا
يَعْلَى (طبقات ابن سعد ص ۳۶)

عبدالرحمن بن ملجم نے وہ شب جس کی صبح کو
اس کا حضرت علی کے قتل کرنے کا مصمم ارادہ تھا
اشعث بن قیس الکندی کے پاس اسکی مسجد
میں سرگوشی کرتے ہوئے گزاری جب طلوع
فجر کا وقت قریب ہوا تو اشعث نے ابن ملجم
سے کہا صبح نے تیرا راستہ ظاہر کر دیا ہے۔ پس
اپنے کام کے لیے اٹھ! تو ابن ملجم اور شبیب
بن بجرہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی
تلواریں لے لیں اور آکر اس دروازے کے سامنے
بیٹھ گئے جس سے حضرت علی نکلتے تھے،

اور پھر صبح کو اشعث نے اپنے بیٹے قیس کو بھیجا فقال ای بنی انظر کیف
اصبح امیر المؤمنین (طبقات ابن سعد ص ۳۶) کہ بیٹا جا کر دیکھ! امیر المؤمنین نے کیسے صبح کی ہے۔
اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ جدہ کے باپ اشعث کو ابن ملجم کے
ارادہ قتل کا علم تھا تو اگر اس کے دل میں حضرت علی کریم اللہ وجہہ کی عقیدت و محبت
ہوتی تو وہ ابن ملجم کو اس ظلم سے روکتا یا کسی طرح حضرت علی یا آپ کے کسی عزیز کو اس
کی اطلاع کر دیتا۔ بلکہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ بھی حضرت علی کے قتل میں ایک قسم کا
شریک تھا۔

اور یہی جدہ کا باپ اشعث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت
میں اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت امراء القیس کے سمجھانے

سے کہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے یہ لوگ خوفِ قتل سے پھر اسلام میں آ گئے۔
 نیز حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں گرفتار کرنے والا اور ابن زیاد کا حامی و
 ساتھی جعدہ کا بھائی محمد بن اشعث تھا۔ اس جعدہ کے بھائی قیس اور محمد بن اشعث
 اور اس کے قبیلے کے کندی لوگ کر بلا میں یزیدی لشکر میں تھے اور حضرت امام حسین
 رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جعدہ کے ظالم بھائی نے حضرت امام کے تن بے سر
 سے جتہ و چادر اتار لی۔ اور پاؤں سے نعلین شریف اتار لی۔ **كُنَّا سَيِّئَاتٍ فِي ذِكْرِ
 الشَّهَادَةِ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى**،

جعدہ، اس کے باپ اور بھائیوں اور اس کے خاندان کے مختصر حالات
 ہدیہ قارئین کیجئے ہیں جن سے اس خاندان کی طینت و خصلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

هَذَا مَا عِنْدِي وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى

اس خاں مؤلف نے یہ تو لکھا ہے کہ بعض صحابہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے اور اس غلط اقدام سے سختی سے روکا مگر امام نے کسی کی نہ مانی۔ اس سے غالباً یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ امام پر اقتدار کی ہو س اس قدر غالب آگئی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کے روکنے اور مخلصانہ مشوروں کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں بالکل نظر انداز کر دیا۔ مگر ازراہ خیانت یہ نہیں لکھا کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید نے آپ کے پاس پہنچ کر بہت کہا سنا اور از حد گوشش کی کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ پھر بھی آپ نہ مانے تو انہوں نے کہا آخر آپ کوفہ جانے پر اس قدر مُصر کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔

میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اپنے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کروں گا خواہ کچھ بھی ہو۔ انہوں نے کہا، وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہ میں نے اب تک کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب کے جاہلوں۔

اِنِّي رَأَيْتُ رَوْيَا رَأَيْتُ فِيهَا رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمْرَتُ
فِيهَا بِأَمْرٍ أَنَا مَا هِنَ لَهُ عَلَى كَمَا
أُولَى فَقَالَ مَا تِلْكَ الرَّؤْيَا قَالَ مَا
حَدَّثْتُ بِهَا أَحَدًا وَمَا أَنَا مُخَدِّثٌ
بِهَا أَحَدًا حَتَّى آتِيَنِي ،

(ابن اثیر ص ۱۹۱ طبری ص ۲۱۹ ابدیہ ص ۱۶۲)

قارئین حضرات! دیکھا آپ نے کہ اس مؤلف نے وہ بات جس سے اصل حقیقت واضح ہوتی تھی، اس کو نہیں لکھا معلوم ہوا کہ امام عانی مقام اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل فرما رہے تھے اور آنے والی نسلوں کے لیے ثابت قدمی اور عزیمت کی مثال قائم کر رہے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کا روکنا عقیدت و محبت اور انتہائی ہمدردی کی بنا پر تھا اس لیے نہ تھا کہ ان کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفہ برحق کے ساتھ

بغاوت پر مبنی تھا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنا حق ادا کیا اور امام پانچنے اپنا حق ادا کیا اور فرما دیا۔

لِيُعْمَلُ لَكُمْ وَعَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيُونَ
مِمَّا عَمِلُوا وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا
تَعْمَلُونَ۔

جیر لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، تم
اس سے بری ہو جو میں کروں اور میں اس سے
بری ہوں جو تم کرو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ پھر امام نے کربلا میں گھر جانے کے وقت یہ کیوں کہا کہ مجھے واپس چلے جانے دو یا کسی اور طرف نکل جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو، میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا یعنی بیعت کر لوں گا۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ اتنا حجت کے لیے تھا تا کہ یہ لوگ کل قیامت کے دن یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ اگر امام ہمیں واپس یا کہیں اور جانے کے لیے کہتے تو ہم ضرور ان کو جانے دیتے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا۔ یہ غلط ہے (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے) اگر اس کو درست مان لیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ کربلا میں جنگ کیوں ہوئی؟ جھگڑا تو سارا بیعت یزید ہی کا تھا۔ جب امام اس کے لیے آمادہ ہو گئے تھے تو پھر ان کے ساتھ جنگ اور ان پر ظلم و ستم کا کیا مقصد تھا؟ عباسی صاحب لکھتے ہیں۔

(۹) ”یہ حادثہ (کربلا) بس اتنی دیر میں ختم ہو گیا تھا جتنی دیر قبولہ میں آنکھ جھپک جائے یعنی کم و بیش آدھ گھنٹے میں اسکی تائید مزید ان راویوں کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ فریقین کے مقتولین کی تعداد ۷۲ اور ۸۸ تھی۔“ (خلافت معاویہ یزید ص ۲۲۳)

ملاحظہ فرمایا آپ نے، یہ ہے عباسی صاحب کی نئی تحقیق و ریسرچ، امام عالی مقام کے ۲، رفکار اور لشکر یزید کے ۸۸۔ افراد یعنی فریقین کے ۱۶۰۔ افراد قتل ہوئے اور یہ سارا واقعہ و حادثہ صرف آدھ گھنٹہ میں ختم بھی ہو گیا۔

جوبات کی حسد کی قسم و اہمیت کی !

اس حساب سے ایک ایک لشکری کے آپس میں نبرد آزما ہونے، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے، قتل کرنے اور بچھاڑنے میں صرف سوا گیارہ سیکنڈ لگتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میدانِ کربلا میں شمشیر و سناں کی جنگ نہیں تھی بلکہ دونوں طرف امریکن ساخت کی توپیں اور مشین گنیں فٹ کی ہوئی تھیں۔ بس ایک دم جو گولہ باری ہوئی تو فریقین کے ۱۶۰۔ آدمی نشانہ بن گئے اور آدھ گھنٹہ میں یہ سارا معاملہ ختم ہو کے رہ گیا۔ یا پھر یوں کہیں کہ یزیدی لشکر کے ہزاروں سپاہی خونخوار بھیڑیوں کی طرح ایک دم حسین قافلے پر ٹوٹ پڑے اور آدھ گھنٹہ میں ۲، حسینیوں کو قتل کر کے معاملہ ختم کر کے رکھ دیا۔ پھر یہ بات اپنی جگہ الجھی رہتی ہے کہ وہ خود ۸۸ کی تعداد میں کیسے قتل ہو گئے۔

(۱۰) ایک اور بے ٹکلی ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں :-

”برادرانِ مسلم اور ساٹھ پینسٹھ کو فیوں کا نا عاقبت اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ حملہ کر دینے سے یہ واقعہ محزونوں کا ایک اور غیر متوقع پیش آ کر گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا۔“ (خلافت معاویہ و یزید ص ۲۲۳)

کچھ سمجھے آپ! اس کو کہتے ہیں جوشِ تعصب اور بغض و عناد کہ امام عالی مقام کے رفکار پر ابتدائے جنگ کا عاقبت نا اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک حملے کا الزام عائد کر دیا جو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

(۱۱) مؤرخین نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ سے عراق کو روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ ۶۱ھ یوم شنبہ اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ محرم ۶۱ھ یوم پنج شنبہ بتائی

ہے۔ عباسی صاحب نے اس تاریخ کو غلط ثابت کرنے پر کئی صفحات سیاہ کئے ہیں اور اپنی نئی تحقیق سے تاریخ آمد و روانگی اور منزلوں اور فاصلوں کی ایک جدول بنائی اور اس کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”حضرت حسین اور ان کے ساتھی جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بالوضاحت بیان ہو چکا دسویں ذی الحجہ ۶۱ھ کو بعد ادائے فریضہ حج روانہ ہوئے اور تیس منزلوں کی مسافت بعیدہ کم سے کم تیس ہی دن میں طے کرنے کے بعد ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا کے مقام پر پہنچے پانچ سکتے تھے اس سے پہلے نہیں (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۵۹)

اس سے عباسی صاحب کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یزیدیوں کے پانی وغیرہ بند کرنے کی روایات بے اصل اور غلط ہیں اور ان پر محض ایک الزام ہے۔ لیکن ”دروغ گوراحافظہ نباشد“ قول اگر صحیح ہے تو ملاحظہ فرمائیے۔ اسی کتاب میں چند صفحات آگے ایک عنوان ”وغلط بیانیوں کی چند مثالیں“ قائم کر کے اس کے تحت ایک جدول میں لکھا ہے:-

”مورخین نے حضرت حسین کی مکتہ سے عراق کو روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ ۶۱ھ یوم شنبہ اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ محرم ۶۱ھ یوم پنج شنبہ بتائی ہے جو غلط ہے صحیح تاریخ مکتہ سے روانگی کی ۹ ستمبر ۶۱ھ یوم یک شنبہ ہے اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ اکتوبر ۶۱ھ یوم شنبہ ہے اور حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر ۶۱ھ بروز چار شنبہ ہے، بروز جمعہ غلط ہے۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۹۳)

ان دونوں عبارتوں میں غور فرما کر نتیجہ نکالئے اور اس نئی تحقیق و ریسرچ کی ادو

دیجئے:-

پہلی عبارت میں امام صاحب کا ۱۰ ذی الحجہ کو مکتہ مکرمہ سے روانہ ہو کر تیس منزلوں کو کم سے کم تیس دنوں میں طے کر کے ۱۰ محرم کو کربلا پہنچنا ثابت کیا اور کہا کہ اس سے پہلے نہیں پہنچ سکتے تھے۔

دوسری عبارت میں ۹ ستمبر ۱۹۸۷ء بروز اتوار کو مکہ مکرمہ سے روانگی کی اور ۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء بروز منگل کو بلا پہنچنے کی تاریخ بتائی ہے اور حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی ہے۔ بروز جمعہ کو غلط کہا ہے۔

نتیجہ! پہلی عبارت میں تیس دنوں میں ۱۰ محرم کو کربلا پہنچنا ثابت کیا تھا۔ دوسری عبارت میں چوبیس دنوں میں ۲ اکتوبر کو چھ دن پہلے پہنچنا ثابت کیا ہے کیونکہ حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی اور اسی تاریخ کو ۱۰ محرم حادثہ کربلا کی تاریخ کے مطابق بتایا! دیکھئے مسئلہ) یعنی جو بات ائمہ مورخین کے نزدیک مسلمہ اور درست ہے اس کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر غلط ثابت کیا اور اپنی نئی اور صحیح تحقیق پیش کی اور پھر خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی اس صحیح اور نئی ریسرچ کا گلا گھونٹ کے رکھ دیا اور وہی تسلیم کیا جو مورخین نے لکھا ہے البتہ نئی ریسرچ کا صرف یہ کرشمہ دکھانا کہ بجائے اسلامی تاریخ کے انگریزی تاریخ لکھ دی تاکہ انگریزی داں طبقہ متاثر ہو۔

اصل کتاب لکھنے سے پہلے عباسی صاحب نے اپنے ذہنی منصوبہ کے مطابق یہ طے کر لیا تھا کہ امام عالی مقام کو باغی اور خاالی اور یزید پلید کو بالکل بے گناہ اور برحق ثابت کرنا ہے خواہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ہی کیوں نہ بنانا پڑے۔

عباسی صاحب نے علامہ امام طبری پر شیعہ ہونے کا الزام لگاتے ہوئے لکھا

ہے کہ

(۱۲) ”طبری جیسے شیعہ مؤرخ کا بھی بیان ہے: (خلافت معاویہ و یزید ص ۲۴)

حد ہو گئی ظلم و تعصب اور جہالت و بددیانتی کی۔ علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر

الطبری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر مفسر، محدث، مؤرخ، فقیہ، مجتہد اور بڑے

متقی سنی بزرگ پر شیعیت کا الزام بلاشبہ بہت بڑا ظلم اور بہتان ہے۔ کوئی علم والا

ان کی تفسیر و تاریخ اور دیگر تصانیف کو پڑھ کر ان کو شیعہ ہرگز نہیں کہے گا۔

آئیے چودھویں صدی کے اس نئے محقق کی نئی تحقیق کجبودر حقیقت دروغ بیانی بہتان تراشی اور خیانت و بددیانتی کا ایک بے مثال شاہکار ہے، چھوڑ کر اور اس سے منزه ہو کر امت کے ائمہ محمدیین اور علماء محققین کے ارشادات کو سامنے رکھ کر انصاف کے ساتھ ان کے متعلق فیصلہ کریں۔

علامہ امام ابن اثیر اپنی مشہور تاریخ الکامل کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:-

وَأَنَّمَا اعْتَمَدْتُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِ
 الْمُرِخِيِّينَ إِذْ هُوَ الْإِمَامُ الْمُتَقَنَّ
 حَقًّا لِلْجَامِعِ عِلْمًا وَصِحَّةً اِعْتِقَادًا
 وَصِدْقًا (ابن اثیر ص ۲)

میں نے تمام مورخین کی نسبت ابن جریر
 طبری پر ہی زیادہ اعتماد کیا ہے اس لیے کہ وہ
 سچے محکم امام علم و فضل کے جامع، اعتقاد میں
 صحیح اور (روایت میں) سچے ہیں۔

علامہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں:-

كَانَ أَحَدَ أُمَّةِ الْإِسْلَامِ عِلْمًا وَ
 عَمَلًا بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ
 (البدایہ والنہایہ ص ۱۳۶)

کہ وہ اسلام کے اماموں میں سے ایک امام اور
 کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے عالم اور عامل تھے۔

نیز فرماتے ہیں:-

وَمَنْعَتِ التَّارِيخِ الْحَافِلَ وَلَهُ
 التَّفْسِيرُ الْكَامِلُ الَّذِي لَا يُوجَدُ
 لَهُ تَطْبِيرٌ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْمُصْنَفَاتِ
 النَّافِعَةِ فِي الْأُمُورِ وَالْفُرُوعِ وَ
 مِنْ أَحْسَنِ ذَلِكَ تَهْدِيْبُ الْأَثَارِ
 وَلَوْ كَمُلَ لِمَا اِحْتِيَجَ مَعَهُ الْحَيْثُ
 وَلَكَانَ فِيهِ الْكِفَايَةُ لَكِنَّهُ لَمْ

اور انہوں نے ایک بھر پور مفصل تاریخ لکھی
 ہے اور ایک ان کی کامل تفسیر ہے جس کی نظیر
 نہیں پائی گئی اور ان دنوں کے علاوہ بھی صورتوں
 فروع میں ان کی بڑی نافع تصانیف ہیں اور
 ان میں بہت ہی زیادہ اچھی کتاب تہذیب
 الآثار ہے۔ اگر اسکی تکمیل ہو جاتی تو اس
 کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت

نہ ہوتی اور انہی میں ایک کتاب الکفایہ ہے مگر وہ بھی مکمل نہیں ہوئی اور ان کے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے مسلسل چالیس سال اس طرح گزارے کہ ہر روز چالیس ورق لکھتے تھے خطیب بخلاوی کہتے ہیں کہ انہوں نے بغداد کو اپنا مسکن بنایا اور وقت وفات تک وہیں اقامت پزیر رہے اور وہ اکابر ائمہ اور علماء میں سے تھے اور ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان کے علوم و معارف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور بیشک انکی ذات میں اس قدر علوم جمع کئے گئے تھے کہ ان کے زمانہ میں کوئی بھی ان علوم میں ان کے برابر نہ تھا اور کتاب اللہ کے حافظ، اسکی تمام قرأتوں کے جاننے والے قاری۔ اس کے معانی پر پوری بصیرت رکھنے والے احکام میں فقیہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) سنتوں اور اس کے مرتبوں اور ان میں صحیح اور غیر صحیح اور ناسخ و منسوخ کے پورے علم صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد والوں کے اقوال کی پوری معرفت رکھنے والے لوگوں کے ایام حالات اور اخبار کے عالم، انکی تاریخ میں مشہور کتاب ہے "تاریخ الامم والملوک" اور ایک ان کی تفسیر ہے کہ اسکی مثل کوئی تصنیف نہیں اور ایک کتاب

يَتَمَّهُ وَقَد رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ مَكَثَ
أَرْبَعِينَ سَنَةً يَكْتُبُ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَرْبَعِينَ
وَرَقَةً قَالَ لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ اسْتَوْطِنَ
ابْنُ جَرِيرٍ بَغْدَادَ وَأَقَامَ بِهَا إِلَى حِينٍ وَفَاتَهُ
وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ أُمَّةِ الْعُلَمَاءِ وَيُحْكَمُ
بِقَوْلِهِ وَيُرْجَعُ إِلَى مَعْرِفَتِهِ وَ
فَضِيلِهِ وَكَانَ قَدْ جَمَعَ مِنَ الْعُلُومِ
مَا لَمْ يُشَارِكْهُ فِيهِ أَحَدٌ مِنْ
أَهْلِ عَصْرِهِ وَكَانَ حَافِظًا
لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى عَارِفًا بِالْقِرَاطِ
كُلِّهَا بَصِيرًا بِالْمَعَانِي فَفِيهَا فِي الْأَحْكَامِ
عَالِمًا بِالسُّنَنِ وَطَرَفِهَا وَصَحِيحًا
وَسَقِيمًا وَنَاسِخًا وَمَنْسُوخًا
عَارِفًا بِأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ
وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَارِفًا بِأَيَّامِ
النَّاسِ وَأَخْبَارِهِمْ وَلَهُ الْكِتَابُ
الْمَشْهُورُ فِي تَارِيخِ الْأُمَمِ وَالْمُلُوكِ
وَكَتَابٌ فِي التَّفْسِيرِ لَمْ
يُصَنَّفْ أَحَدٌ مِثْلَهُ وَكِتَابٌ
سَمَّاهُ تَهْذِيبُ الْأَثَارِ لَمْ
أَرِ سِوَاهُ فِي مَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ

جس کا نام تہذیب الآثار ہے اس جلد ہی نظیر مضامین پر مشتمل کتاب میں زینبیں بھی مکروہ مکمل نہیں ہو سکی اور انکی فقہ کے اصول و فروع پر بہت سی کتابیں اور فتاویٰ ہیں اور متعدد مسائل میں وہ منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ لوگوں نے وہ مسائل ان سے حاصل کئے ہیں۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علم تفسیر کی طویل بحث کے بعد فرماتے

ہیں :-

پس اگر تم یہ کہو کہ پھر تفسیر میں کونسی ایسی تفسیر ہے جسکی طرف تم رہنمائی کرتے ہو اور اس پر اعتماد کرنے کا حکم دیتے ہو؟ تو نہیں کہتا ہوں کہ وہ تفسیر امام ابو جعفر ابن جریر طبری کی ہے جس پر تمام معتبر علماء کا اتفاق ہے کہ فن تفسیر میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں فرماتے ہیں کہ ابن جریر کی تفسیر ایسی ہے کہ اس کی مثل کسی نے کوئی کتاب تصنیف ہی نہیں کی ہے۔

لَمَيَّتَهُ وَلَهُ فِي أُصُولِ
الْفَقْهِ وَفُرُوعِهِ كُتُبٌ كَثِيرَةٌ
وَإِخْتِيَارَاتٌ وَتَفَرَّدَ
بِمَسَائِلَ حَفِظَتْ عَنْهُ
(البدایہ والنہایہ ص ۱۲۵)

رِفَانٌ قُلْتُ، فَأَيُّ التَّفَاسِيرِ تُرْشِدُ
إِلَيْهِ وَتَأْمُرُ النَّافِلَانَ يُعْوَلُ
عَلَيْهِ؟ (قُلْتُ) تَفْسِيرُ الْإِمَامِ
أَبِي جَعْفَرِ بْنِ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ
الَّذِي أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ الْمُعْتَبِرُونَ
عَلَى أَنَّهُ لَمْ يُؤَلَّفْ فِي التَّفْسِيرِ
مِثْلَهُ قَالَ التَّوَوُّيُّ فِي تَهْذِيبِهِ
كِتَابُ ابْنِ جَرِيرٍ فِي التَّفْسِيرِ
لَمْ يُصْنَفْ أَحَدٌ مِثْلَهُ -

(الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۹۱)

امام الامام ابو بکر بن خزیمہ فرماتے ہیں :-

میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر امام
ابن جریر سے بھی بڑا کوئی عالم ہے اور

مَا أَعْلَمَ عَلَى أَدِيمِ الْأَرْضِ أَعْلَمَ مِنْ
ابْنِ جَرِيرٍ وَلَقَدْ ظَلَمْتُ الْحَنَابِلَةَ

بلاشبہ جنیلوں نے ان پر ظلم کیا۔ لہ

(البدایہ والنہایہ ص ۱۳۶)

علامہ حافظ ذہبی فرماتے ہیں :-

علم میں کیتائے زمانہ جلیل القدر امام الحافظ
ابوجعفر الطبری صاحب التصانیف ہیں ابوبکر

الْأَمَامُ الْعَلَمُ الْفَرْدُ الْحَافِظُ أَبُو جَعْفَرٍ
الطَّبْرِيُّ أَحَدُ الْأَعْلَامِ وَصَاحِبُ التَّصَانِيفِ

خطیب بغدادی نے کہا (آگے خطیب بغدادی

قَالَ أَبُو بَكْرِ الْخَطِيبِ -

کی وہ عبارت لکھی جو گزر چکی ہے)

(تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۴)

علامہ ابو حامد الفقیہ الاسفرائینی فرماتے ہیں :-

اگر کسی شخص کو تفسیر ابن جریر کو صرف دیکھنے

لَوْ سَافَرَ رَجُلًا إِلَى الصَّيْنِ حَتَّى يَنْظُرَ

کیسے چین تک سفر کرنا پڑے تو بھی (اسکی

فِي كِتَابِ تَفْسِيرِ ابْنِ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ

عظمت کے پیش نظر) یہ کوئی زیادہ سفر نہ

لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ كَثِيرًا -

ہوگا۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۳۶ تذکرہ الحفاظ ص ۱۱۴)

علامہ امام عبد الوہاب السبکی صاحب طبقات الکبریٰ فرماتے ہیں :-

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب جلیل

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ كَثِيرٍ

القدر امام مجتہد مطلق ابوجعفر طبری علم و دین

بْنُ غَالِبٍ الْأَمَامُ الْجَلِيلُ الْمُجْتَهِدُ

لہ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام طبری امام احمد بن حنبل کو فقیہ نہیں مانتے تھے صرف محدث مانتے تھے۔ اس لیے حنبل

ان کے سخت مخالف ہو گئے تھے لِأَنَّ الْحَنَابِلَةَ كَانُوا يَمْنَعُونَ أَنْ يَجْتَمِعَ بِهِ أَحَدٌ. اور لوگوں کو انکے پاس تک

جانے سے روکتے تھے اور اسی مخالفت کی بنا پر انہوں نے ان پر شیعیت کا الزام لگایا و نسبواہُ إِلَى الرَّفْضِ اور بعض طاہروں نے

ان پر مسلمہ ہونے کی تہمت لگائی تھی لیکن علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وَحَاشَاؤُ مِنْ ذَلِكَ كَلِمَةٌ (البدایہ

والنہایہ ص ۱۱۴) کہ بلاشبہ ان کی ذات ان سب تہمتوں اور الزاموں سے پاک اور میرا تھی۔ آگے ان کی شان میں

وہ عبارت لکھی جو گزر چکی ہے۔

وہ عبارت لکھی جو گزر چکی ہے۔

کے لحاظ سے دنیا کے اماموں میں سے ایک
امام۔ ان کی تصانیف میں سے کتاب التفسیر
اور کتاب التاریخ ہے (آگے ان کی تصانیف
کا ذکر کیا ہے)

المَطْلُوقُ أَبُو جَعْفَرٍ الطَّبْرِيُّ ... أَحَدُ أُمَّةِ
الدُّنْيَا عِلْمًا وَدِينًا وَمَنْ تَصَانِيفِهِ
كِتَابُ التَّفْسِيرِ وَكِتَابُ التَّارِيخِ الخ
(تفسیر ابن جریر ص ۱)

علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں :-

محمد بن جریر الطبری صاحب تفسیر کبیر تاریخ
شہیر بہت سے علوم و فنون میں امام تھے
ان میں تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ
ہے اور بہت سے فنون میں انکی بہت اچھی
تصنیفات ہیں جو ان کے علم و فضل کی وسعت
کثرت کی دلیل ہیں۔ وہ ائمہ مجتہدین میں
سے تھے۔

أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ حَبِ
التَّفْسِيرِ الْكَبِيرِ وَالتَّارِيخِ الشَّهِيرِ كَانَ أَمَامًا
فِي فُنُونٍ كَثِيرَةٍ مِنْهَا التَّفْسِيرُ وَالْحَدِيثُ
وَالْفِقْهُ وَالتَّارِيخُ وَغَيْرُ ذَلِكَ وَلَهُ مَصْنُوعٌ
مَلِيحَةٌ فِي فُنُونٍ عَدِيدَةٍ تَدُلُّ عَلَى سَعَةِ
عِلْمِهِ وَغَزَاةِ فَضْلِهِ وَكَانَ مِنَ الْأَيْمَةِ
الْمُجْتَهِدِينَ الخ (تفسیر ابن جریر ص ۱)

علامہ شبلی نعمانی نے حدیث، تاریخ اور سیرت کی تدوین پر مفصل بحث کرتے ہوئے
لکھا ہے۔ تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری
اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال، ثقہ اور وسعت علم کے معترف
ہیں ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں
میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ سلمہ میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سیلمانی)
نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ فہمی
نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے هَذَا جَمٌّ بِالظَّنِّ الْكَاذِبِ بَلْ ابْنُ جَرِيرٍ مِنْ كِبَارِ ائِمَّةِ
الْإِسْلَامِ الْمُعْتَدِينَ یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتد اماموں
میں سے ایک بہت بڑے امام ہیں (سیرت النبی ص ۱۹)

عباسی صاحب لکھتے ہیں :-

(۱۳) ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایتوں میں جو مسلکاً غالی اور ضعیف الحدیث تھے (ص ۲۲)

البدایہ والنہایہ) اور یہی تھا اس قسم کی (غلط) روایتوں کے راوی ہیں۔ اور بقول علامہ ابن کثیر عنده من هذه الاشياء وما ليس عنده غير (ص ۲۲) البدایہ والنہایہ!

یعنی ان ہی کے پاس اس قماش کی روایتیں ہیں جو ان کے سوائے کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔ طبری نے اس قسم کی روایتوں کو ہی نہیں بلکہ اس غالی راوی اور مؤلف کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا اور اس طرح ان وضعی روایات کو اعتبار کا درجہ حاصل ہوتا گیا۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۲۱)

اس عبارت میں عباسی نے ابن کثیر کے حوالے سے ابو مخنف کو غالی اور ضعیف الحدیث اور غلط اور وضعی روایات کا راوی کہا ہے اور طبری نے اسی کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔

اب قارئین حضرات علامہ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اور اس مؤلف کی خیانت و بددیانتی کا اندازہ لگائیں۔ علامہ ابن کثیر نے معرکہ کربلا کی داستانِ غم کی ابتدا کرتے ہوئے سرورق پر یہ سرخی قائم کی ہے :-

وهذه صفة مقلته ماخوذة من
كلام ائمة هذا الشأن لا كما يزرعه
اهل التشيع من الكذب -

اور یہ حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت

کے حالات ہیں جو ان حالات کے جاننے والے

ائمہ کے کلام سے اخذ کئے گئے ہیں نہ کہ وہ

جو شیعوں کے جھوٹے گمان کے مطابق ہیں

(البدایہ ص ۱۴۲)

اس سرخی کو قائم کر کے علامہ نے یہ واضح کر دیا کہ میں نے کربلا کے حالات واقعات

معتبر ائمہ کے کلام سے پیش کئے ہیں جو شیعوں کے جھوٹے گمان سے پاک ہیں۔ آخر

میں لکھتے ہیں :-

وَفِي بَعْضِ مَا أوردناه نَظَرٌ وَلَوْ لَا
 أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ وَغَيْرَهُ مِنَ الحَافِظِ وَالْإِمَّةِ
 ذَكَرُوهُ مَا سَقَتُهُ وَأَكْثَرُهُ مِنْ رَوَايَةِ
 أَبِي مُحَمَّدٍ لُوطِ بْنِ يَحْيَى وَقَدْ كَانَ
 شَيْعِيًّا وَهُوَ ضَعِيفٌ للحَدِيثِ عِنْدَ
 الْإِمَّةِ وَالْكِنَةَ أَحْبَابِي حَافِظٌ
 عِنْدَهُ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا
 لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ وَلِهَذَا يَتَرَامَى
 عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنَ الْمُصَنِّفِينَ

ابداية و النهاية ص ۲۰۲

اور جو ہم نے بیان کیا ہے اسکی بعض باتیں
 محل نظر ہیں اور اگر ابن جریر اور ان کے علاوہ
 دوسرے ائمہ اور حفاظ نے ان کو بیان نہ کیا
 ہوتا تو ہم بھی نہ کرتے اور وہ روایتیں اکثر
 ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں اور وہ شیعوں تھا
 ائمہ کے نزدیک وہ حدیث میں ضعیف ہے
 لیکن تاریخ کا وہ حافظ ہے۔ تاریخی روایات
 اس کے پاس ایسی ہیں جو اس کے غیر کے
 پاس نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین
 اس کی طرف لپکتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے ابو مخنف المتوفی ۲۵۰ھ کے متعلق لکھا کہ وہ شیعوں تھا۔ لیکن عباسی
 نے لکھا کہ وہ غالی تھا۔ حالانکہ اسلاف کے نزدیک شیعوں اور غالی و رافضی میں فرق ہے۔
 شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف میں ایک جماعت کا مذہب یہ
 تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے انکو
 شیعوں کہتے تھے۔ یعنی شیعوں کا معنی تھا، فضیلس۔ اور جو معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
 کی شان میں گستاخی وغیرہ کرتے تھے ان کو کہتے تھے رافضی۔ آج کل اکثر شیعوں کہلانے
 والے رافضی ہی ہیں۔ اور ان کو غالی بھی کہا جاتا ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو مخنف حدیث میں ضعیف تھا لیکن تاریخ کا وہ حافظ تھا۔
 عباسی نے ازراہ خیانت ابن کثیر کی آدھی عبارت لکھ دی کہ وہ ضعیف الحدیث تھا اور
 اور آدھی عبارت کہ تاریخ کا وہ حافظ تھا اس کو کھا گئے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ تفسیر،

حدیث، فقہ، تاریخ، قرآت، لغت وغیرہ الگ الگ علوم و فنون میں یہ ضروری نہیں کہ کوئی ہر علم و فن میں کامل و حافظ ہو۔ ابن کثیر نے ابو مخنف کو اگر علم حدیث میں ضعیف کہا تو علم تاریخ میں حافظ و کامل بھی تو کہا ہے۔ اور چونکہ تاریخ میں وہ حافظ تھا اس لیے ائمہ مؤرخین نے اس کی روایات پر اعتماد کیا اور اپنی تواریخ میں ان کو لکھا۔ لیکن عباسی نے اس کی روایات کو جھوٹی اور وضعی کہا کہ اس قماش کی روایتیں اسی کے پاس تھیں۔

بخاری اور مسلم کے راوی

تقریب التہذیب مطبع فاروقی دہلی

بخاری شریف کے شیعہ اور ارفضی راوی تقریب التہذیب

نمبر شمار	نام راوی	صفحہ
(۱)	اسحق بن منصور السلولی تکلم فیہ للتشیع	۳۰
	اسحق بن منصور سلولی میں شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا ہے	
(۲)	اسمعیل بن ابان الوراق تکلم فیہ للتشیع	۳۳
	اسمعیل بن ابان وراق میں شیعہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے کلام کیا ہے۔	
(۳)	احارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی کذبہ الشعی فی روایتہ	۴۲
	ورمی بالررض و فی حدیثہ ضعف	
	حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی کو شعی نے ایک روایت میں جھوٹا کہا ہے اور اسکو رافضی کہا جاتا ہے اور اس کی حدیث میں ضعف ہے۔	
(۴)	اسمعیل بن موسیٰ الفزاری بطلی ورمی بالررض	۳۸
	اسمعیل بن موسیٰ الفزاری خطا کرتا تھا اور اسکو رافضی	

کہا جاتا ہے۔

- ۱۳۱ (۵) الربیع بن انس البکری لہ اوہام رمی بالتشیع
ربیع بن انس بکری بڑا وہمی تھا اور اسے شیعہ بھی کہا گیا ہے۔
- ۱۳۶ (۶) سعید بن عمرو بن اشوع الحمدانی رمی بالتشیع
سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی کو شیعہ کہا گیا ہے۔
- ۱۳۸ (۷) سعید بن فیروز ابو النختری فیہ تشیع قلیل
سعید بن فیروز ابو النختری میں تھوڑا سا شیعہ پن تھا۔
- ۱۳۸ (۸) سعید بن محمد بن سعید الجرمی الکوفی رمی بالتشیع
سعید بن محمد بن سعید جرمی کوفی کو شیعہ کہا گیا ہے۔
- ۲۱۰ (۹) عبداللہ بن عیسیٰ بن عبدالرحمن کوفی فیہ تشیع
عبداللہ بن عیسیٰ بن عبدالرحمن کوفی میں شیعیت ہے۔
- ۲۴۱ (۱۰) عبدالعزیز بن سیاہ کوفی تشیع
عبدالعزیز بن سیاہ کوفی شیعہ تھا۔
- ۲۶۹ (۱۱) علی بن ابی جعد بن عبید الجوسہری البغدادی رمی بالتشیع
علی بن جعد بن عبید جوسہری بغدادی کو شیعہ کہا گیا ہے۔
- ۲۹۲ (۱۲) عوف بن ابی جمیل رمی بالقدر والتشیع
عوف بن ابی جمیل کو قدریہ و شیعہ کہا گیا ہے۔
- ۳۰۲ (۱۳) فطر بن خلیفہ المخزومی رمی بالتشیع
فطر بن خلیفہ مخزومی کو شیعہ کہا گیا ہے۔
- ۳۳۵ (۱۴) محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی رمی بالتشیع
محمد بن فضیل بن غزوان کوفی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

۱۵۸ (۱۵) مخول بن راشد نسب الی التشیع
مخول بن راشد کی نسبت شیعوں کی طرف کی گئی ہے۔

۱۵۲ (۱۶) عباد بن یعقوب رافضی

عباد بن یعقوب رافضی تھا

بخاری شریف کے قدیم اور ناصبی راوی

تقریب التہذیب مطبع فاروقی دہلی

صفحہ	نام راوی	نمبر
۸۷	احسن بن ذکوان بخلی ورمی بالقدر (قدریہ)	(۱)
۱۲۸	زکریا بن اسحق رمی بالقدر	(۲)
۱۶۵	سلام بن مسکین رمی بالقدر	(۳)
۱۶۶	شیل بن عباد رمی بالقدر	(۴)
۱۷۷	صعوان بن سلیم المدنی رمی بالقدر	(۵)
۲۱۲	عبد اللہ بن ابی لبید المدنی رمی بالقدر	(۶)
۲۱۸	عبد اللہ بن ابی یحییٰ رمی بالقدر	(۷)
۲۶۵	عطاء بن ابی میمونہ رمی بالقدر	(۸)
۲۷۸	عمر بن ابی زائدہ رمی بالقدر	(۹)
۲۹۲	عوف بن ابی حمیدہ رمی بالقدر و التشیع	(۱۰)
۳۱۰	کمیس بن المنہال رمی بالقدر	(۱۱)
۳۱۷	محمد بن الحسن بن ہلال فیلین ورمی بالقدر	(۱۲)
۳۲۲	محمد بن سوار رمی بالقدر	(۱۳)
۳۷۸	ہارون بن موسیٰ لازدی رمی بالقدر	(۱۴)

(۱۵) ہشام بن ابی عبداللہ قدری بالقدر (قدریہ) ۳۸۰

(۱۶) یحییٰ بن حمزہ رمی بالقدر " ۳۹۰

ناصری وادعی

(۱) حریر بن عثمان رمی بالنصب (ناصری) ۸۴

(۲) حصین بن نمیر ابو محض رمی بالنصب " ۹۶

(۳) زیاد بن علاقہ رمی بالنصب " ۱۲۳

(۴) عبداللہ بن سالم الاشعری رمی بالنصب " ۲۰۰

مُسلم شریف کے شیعہ رافضی نابی رقدیہ اومی تقریباً

غیر شمار نام شیعہ رادعی صفحہ

(۱) اسحق بن منصور اسلولی تکلم فیہ التشیع ۳۰

(۲) اسمعیل بن ابان الوراق تکلم فیہ للتشیع ۳۳

(۳) احارث بن عبداللہ لا عور الہمدانی کذبہ اشعری فی روایتہ ۴۴

ورمی بالرفض و فی حدیثہ ضعف (رافضی)

(۴) الربیع بن انس البکری راوہام رمی بالتشیع ۱۲۱

(۵) سعید بن عمرو بن اشوع رمی بالتشیع ۱۲۶

(۶) سعید بن فیروز فیہ تشیع قلیل ۱۲۸

(۷) سعید بن محمد بن سعید رمی بالتشیع ۱۲۸

(۸) عبداللہ بن عیسیٰ بن عبد عبدالرحمن فیہ تشیع ۲۱۰

(۹) عبدالعزیز بن سیاہ تشیع ۲۲۱

(۱۰) فطر بن خلیفہ رمی بالتشیع ۳۰۲

(۱۱) محمد فضیل بن غزوان البصبی رمی بالتشیع ۳۳۵

- ٢٢٩ (١٢) مخل بن راشد نسب ال تشيع
- ١٢ (١٣) ابان بن تغلب الكوفي تكلم فيه للتشيع
- ٢٢٦ (١٤) اسمعيل بن عبد الرحمن بن ابي كريمة يموم ورمي بالتشيع
- ٥٦ (١٥) بكير بن عبدالله الطائي الكوفي رمي بالرفض (رافضي)
- ٦٨ (١٦) جعفر بن سليمان الصنعبي كان تشيع
- ٨٨ (١٧) احسن بن صالح الهمداني رمي بالتشيع
- ٢٠٨ (١٨) عبدالله بن عمر بن محمد الجعفي فيه تشيع
- ٢٤٥ (١٩) عماد بن معاوية الذميني الجعفي الكوفي تشيع
- ٢٨٢ (٢٠) عمرو بن حماد بن طلحة الكوفي رمي بالرفض
- ٢١٣ (٢١) محمد بن اسحق بن يسار يدلس ورمي بالتشيع والقدر
- ٣٤٤ (٢٢) نوح بن قيس بن رباح الازدي رمي بالتشيع
- ٢٩٤ (٢٣) يزيد بن ابي زياد الهاشمي وكان شيعيا
- ٢٨٠ (٢٤) هشام بن سعد المدني له اوهام ورمي بالتشيع
- ٣٨٦ (٢٥) الوليد بن عبدالله بن جميع الزمهرمي يموم ورمي بالتشيع

نام قدره راوعى

- ١٢٨ (١) زكريا بن اسحق رمي بالقدر وكان يدلس
- ١٦٥ (٢) سلام بن مسكين رمي بالقدر
- ١٤٤ (٣) صفوان بن سليم المدني رمي بالقدر
- ٢١٨ (٤) عبدالله بن ابي نجح رمي بالقدر
- ٢٦٥ (٥) عطاء بن ابي ميمون رمي بالقدر
- ٣٢٢ (٦) محمد بن سوار رمي بالقدر

- (۷) ہارون بن موسیٰ الازدی رومی بالقدر ۳۷۸
 (۸) ہشام بن ابی عبداللہ قدری بالقدر ۳۸۰
 (۹) یحییٰ بن حمزہ رومی بالقدر ۳۹۰
 (۱۰) محمد بن اسحاق بن یساریدس رومی بالتشیع والقدر ۲۱۳
 (۱۱) حرب بن میمون الاکبر رومی بالقدر ۸۳
 (۱۲) زیاد بن علاقہ رومی بالنصب (ناصری) ۱۲۳
 (۱۳) سیف بن سلیمان المخزومی رومی بالقدر ۱۶۵
 (۱۴) عبداللہ بن ابی لبید المدنی رومی بالقدر ۲۱۲
 (۱۵) عبدالرحمن بن اسحاق بن عبداللہ رومی بالقدر ۲۲۶
 (۱۶) عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ رومی بالقدر ۲۲۳

ناصری داوی

- (۱) احمد بن عبدہ بن موسیٰ رومی بالنصب ۱۰
 (۲) خالد بن سلمہ رومی بالارجار والنصب ۱۰۹
 (۳) عبداللہ بن شقیق العقیل فیہ نصب ۲۰۲
 (۴) نعیم ابی ہبند النعمان بن ائیم رومی بالنصب ۳۷۵

اب عباسی صاحب اور ان کے ساتھی یزیدی ٹولے سے سوال ہے کہ بخاری و مسلم کے راویوں میں کس قدر شیعہ و رافضی قدریہ و ناصبی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا جو امام غزالی رحمۃ اللہ کے نزدیک مستحق لعنت ہیں تو کیا وہ ان کو مستحق لعنت سمجھتے ہیں؟ اور کیا لعنتیوں کی روایتیں قابل قبول ہیں؟ نیز اگر ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ تھا اس لیے اس کی روایتیں قابل قبول نہیں تو بخاری و مسلم کے ان شیعہ رافضی قدریہ اور ناصبی راویوں کی روایات کے متعلق کیا خیال ہے؟

سوال نمبر ۸

کیا جہادِ قسطنطنیہ یزید کی قیادت میں ہوا اور کیا وہ از روئے جہادِ قسطنطنیہ جنتی ہے اور جو اس کو جنتی نہ مانے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو بخاری میں ہے اس کا منکر ہے؟

بخاری شریف کی وہ حدیث جس سے یزید کا جنتی ہونا ثابت کیا جاتا ہے
جواب یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِيْنَةَ
 قَيْصَرَ مَغْنُورًا لَهُمْ (بخاری شریف ص ۱۱۴) جنگ کئے گا ان کے لیے مغفرت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ارشادِ گرامی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جن کے پیش نظر قیامت تک کے حالات تھے۔ آپ نے مطلقاً نہیں فرمایا کہ جتنے بھی قیصر کے شہر میں غزوہ کریں گے ان سب کے لیے بخشش ہے بلکہ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي فرما کر مغفرت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں۔

وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ وَقِيلَ سِنَةَ
 خَمْسِينَ سَيَّرَ مَعَاوِيَةَ جَيْشًا كَثِيفًا إِلَى
 بِلَادِ الرُّومِ لِلغَزَاةِ وَجَعَلَ عَلَيْهِمُ
 مَغْفِرَةً بَنِي عَوْفٍ وَأَمْرًا بِنَبِيِّ يَزِيدٍ

اولیٰ اسی سال ۶۳۹ھ میں اور کہا گیا ہے
 کہ ۵۵ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکر جرار
 بلادِ روم کی طرف بھیجا اور اس پر سفیان بن
 عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان

بِالْفِرَاةِ مَعَهُمْ فَتَأَقِلَ وَاعْتَلِ
فَأَمْسَكَ عَنْهُ أَبُوهُ فَاصَابَ النَّاسَ
فِي غَزَاتِهِمْ جُوعٌ وَ مَرَضٌ
شَدِيدٌ فَأَنْشَأَ يَزِيدٌ يَقُولُ
مَا إِنْ أَبَايَ بِمَا لَأَقْتُ جُمُوعَهُمْ
بِالْفِرْقَادُونَةِ مِنْ حُشْيٍ وَمِنْ
هُومِ بَدِيرِ مَرَانَ عِنْدِي أُمُّ كَلْتُومِ
إِذَا اتَّكَأْتُ عَلَى الْأَنْمَاطِ مُرْتَفِعًا
أُمَّ كَلْتُومِ امْرَأَتَهُ وَهِيَ ابْنَتُهُ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ فَبَلَغَ مَعَاوِيَةَ
شِعْرَهُ فَأَقْسَمَ عَلَيْهِ لِيَلْحَقَنَّ
بِسُفْيَانَ فِي أَرْضِ
الرُّومِ لِيُصِيبَهُ مَا أَصَابَ
النَّاسَ -

(ابن اثیر ص ۱۸۹)

اس روایت سے چند امور ثابت ہوتے :-

- (۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلاد روم کی طرف جہاد کے لیے گیا اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف تھے یزید ہرگز نہ تھا
- (۲) یہ کہ یزید اس پہلے لشکر میں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ لہذا یزید ہرگز اس کا مصداق نہ ہوا۔
- (۳) یہ کہ یزید کو راہِ خدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت

کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور جیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اس کے بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے (خوش ہو کر) یہ اشعار کہے :- مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلائیں مقامِ فرقدونہ میں آپڑیں جبکہ میں دیرِ مران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے اُمّ کلثوم کو اپنے پاس لیے بیٹھا ہوں اُمّ کلثوم بنت عبد اللہ ابن عامر یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا۔ تاکہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔

معاویہ کے حکم کے اس نے طرح طرح کے جیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے باپ کے حکم اور جہاد سے روگردانی کی۔

(۴) یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانے کا کوئی احساس نہ تھا، بلکہ اس کی بے پروائی کا یہ عالم تھا کہ میری بلا سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون تکالیف و مصائب کا شکار ہے۔

(۵) یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ حال تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے تو دیر قرآن کے مزین و مکلف فرش و فرش اور اتم کلتوم کے ساتھ عیش چاہیئے۔

(۶) یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ حضرت معاویہ نے اس کے اشعار سن کر قسم کھائی تھی کہ اب اسکو بھی ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔ لہذا اس کو مجبوراً بادل نخواستہ قہر و ریش بر جان درویش کے طور پر جانا پڑا اور نہ وہ اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جذبہ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر نہیں گیا تھا۔

(۷) یہ کہ جہاد عبادت ہے اور عبادت میں اخلاص شرط ہے کہ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ اس کا اس غزوہ میں شریک ہونا بطور سزا کے تھا۔ اخلاص کے ساتھ نہ تھا۔

امام المحدثین علامہ امام بدر الدین عینی شراح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اور کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک لشکر
جس امیر سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر
چڑھائی کرنے کیلئے بھیجا وہ لشکر روم کے
شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔
اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور

وَقِيلَ سَيَّرَ مَعَاوِيَةَ جَيْشًا مَعَ
سُفْيَانَ بْنِ عَوْفٍ إِلَى الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ
فَاَوْغَلُوا فِي بِلَادِ الرُّومِ وَكَانَ
فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ
ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُو أَيُّوبَ

الْأَنْصَارِيُّ وَتُوْنِي أَبُو أَيُّوبٍ فِي مُدَّةِ
 الْحَصَارِ قُلْتُ الْأَظْهَرَانِ هُوَ لَا
 السَّادَاتُ مِنَ الصَّحَابَةِ كَانُوا مَعَ سُفْيَانَ
 هَذَا وَلَمْ يَكُنْ نُوَامِعَ زَيْدِ بْنِ مَعَاوِيَةَ
 لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ أُمَّةٍ تَكُونُ هُوَ لَا السَّادَاتُ
 فِي خِدْمَتِهِ وَقَالَ الْمُهَلَّبُ فِي
 هَذَا الْحَدِيثِ مُنْقَبَةٌ لِمَعَاوِيَةَ لِأَنَّهُ
 أَوَّلُ مَنْ غَزَا بَجْرًا وَمُنْقَبَةٌ لَوْلَاهُ
 زَيْدٌ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِينَةَ
 قَيْصَرَ أَنْتَهَى قُلْتُ أَيْ مُنْقَبَةٌ
 كَانَتْ لِزَيْدٍ وَحَالَهُ مَشْهُورٌ
 فَأَنْقَلَبْتُ قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَقِّ هَذَا الْجَيْشِ
 مَغْفُورٌ لَهُمْ قُلْتُ لَا يَلْزَمُ مِنْ
 دُخُولِهِ فِي ذَلِكَ الْعُمُومِ
 أَنْ لَا يَخْرُجَ بِدَلِيلٍ خَاصٍ
 أَذْ لَا يَخْتَلِفُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ
 قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَغْفُورٌ لَهُمْ مَشْرُوطٌ بِأَنْ
 يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتَّى
 لَوَارِثَتَهُ وَاحِدٌ مِنْ غَزَاهَا

ابو ایوب انصاری تھے اور ابو ایوب اسی زمانہ
 حصار میں وہیں فوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں
 کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ
 سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے، یزید
 کی قیادت میں تھے کیونکہ یزید اسکا اہل نہ تھا
 کہ یہ بڑے بڑے حضرات اسکی خدمت میں
 (ماتحت کی حیثیت سے) رہیں۔ اور مہلب نے
 کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ کی منقبت
 ثابت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے
 دریائی جنگ کی اور ان کے بیٹے یزید کی بھی
 منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے سب سے
 پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی میں
 کہتا ہوں کون سی منقبت ہے جو یزید کے لیے
 ثابت ہوگئی جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔
 اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 لشکر کے حق میں مَغْفُورٌ لَهُمْ فرمایا ہے!
 تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عوم میں یزید کے
 داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی
 دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو
 سکے۔ کیونکہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف
 ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول

بَعْدَ ذَالِكَ لَمْ يَدْخُلْ
فِي ذَالِكَ الْعَمُومِ فَدَلَّ
عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مَغْفُورٌ لِمَنْ
وَحِدَ شَرْطُ الْمَغْفِرَةِ
فِيهِ مِنْهُمْ

عمدة القاری شرح بخاری

۶۲۹

۶

مَغْفُورٌ لَهُمْ میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے
اہل ہیں حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے
کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے
عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت
کرتا ہے کہ مغفرت سے مراد ہے کہ جس کے واسطے
مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے
مغفرت ہے۔

علامہ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:-

وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْمُهَلَّبُ عَلَى ثَبُوتِ
خِلَافَةِ يَزِيدٍ وَأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ
الْجَنَّةِ لِدَخُولِهِ فِي عَمُومِ قَوْلِهِ
مَغْفُورٌ لَهُمْ وَأُجِيبَ بِأَنَّ
هَذَا جَاءَ عَلَى طَرِيقِ الْحَمِيَّةِ
لِبَنِي أُمِّيَّةَ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ
دَخُولِهِ فِي ذَلِكَ الْعَمُومِ أَنْ لَا
يُخْرَجَ بِدَلِيلٍ خَاصٍ أَوْ خِلَافٍ
لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
مَغْفُورٌ لَهُمْ مَشْرُوطٌ بِكُونِهِ
مِنْ أَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتَّى لَوْ أُرْتَدَّ
وَاحِدٌ مِمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ
لَمْ يَدْخُلْ فِي ذَلِكَ الْعَمُومِ

اس حدیث سے مہلب نے یزید کی خلافت اور
اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ حدیث
کے اس جملہ "مَغْفُورٌ لَهُمْ" کے عموم میں داخل
ہے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ بامحض بنی
اُمیہ کی حمایت میں کسی گئی ہے اور یزید کے اس
عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ
کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہو
سکتا کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ قول مَغْفُورٌ لَهُمْ اس شرط کے
ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں۔
حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے
مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت
میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات ابن مینر نے کہی

إِنْفَاقًا قَالَهُ ابْنُ الْمُنِيرِ وَقَدْ أَطْلَقَ
بَعْضُهُمْ فِيهَا نَقْلَهُ الْمَوْلَى سَعْدُ الدِّينِ
اللَّعْنُ عَلَى يَزِيدٍ الخ

ہے۔ اور بیشک بعض علماء نے یزید پر لعنت کا
اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی
نے نقل فرمایا ہے (آگے شرح عقائد کی عبارت
نقل کی جو اسی کتاب کے صفحہ ۴ پر مذکور ہے)

(ارشاد الساری شرح بخاری ص ۱۱۱)

قریب ایسا ہی علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ شیخ علی ابن ایشخ احمد رحمہم اللہ تعالیٰ
تے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو، فتح الباری شرح بخاری ص ۶۵ اور سراج منیر شرح جامع صغیر ص ۴
ثابت ہوا کہ یزید ہرگز اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ حدیث قسطنطنیہ
کی تاویل میں چونکہ تاریخی طور پر اتنے احتمال ہیں اس لیے اس سے مخالفین کا استدلال
صحیح نہیں ہے اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال غور فرمائیے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ (الحدیث) کہ جس نے
کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا وہ جنتی ہو گیا۔ چنانچہ ایک شخص کلمہ شریف پڑھ کر بفرمان نبوی صلی
اللہ علیہ وسلم جنتی ہو جاتا ہے اور اس کلمہ کا صرف زبانی قائل رہتا ہے تو کیا وہ جنتی ہی رہے گا؟
ہرگز نہیں بلکہ کوفہ جہاں اور ختم نبوت کے انکار اور بد عقیدہ ہو جانے کی وجہ سے وہ دلیل خاص سے
اس عموم سے خارج ہو جائے گا۔ اس اجمال کی قدر تے تفصیل یہ ہے کہ صرف زبانی
کلمہ توحید پڑھنے سے آدمی جنتی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا ثبوت
دوسری آیات و احادیث میں صراحتاً ہے۔ مومن رہنے کے لیے ضروری ہے کہ

علامہ ازہر مستند اور معتبر حوالوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیصر کے شہر میں سب سے پہلے جس لشکر اسلام نے جہاد کیا
وہ لشکر خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھیجا گیا اس طرح
اول جہاد میں اس کا مصداق وہی لشکر قرار پاتا ہے اور اکابر کی تحقیق کے مطابق ایسا ہی ہے تاہم ص ۴۹
یا صفحہ ۴۹ میں حضرت امیر معاویہ نے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر قسطنطنیہ کی طرف بھیجا اس میں بھی یزید نہیں

یہ کلمہ صدق قلب اور اخلاص سے پڑھے اور اس کا ہر طرح پابند ہے و نیز منافقین جن کو اللہ تعالیٰ یقیناً جھوٹے اور ان کا جہنم کے درک اسفل میں ہونا بیان فرماتا ہے ان کا بھی جنتی ہونا لازم آتا ہے اسی طرح ایمان کے لیے کچھ ایسی باتیں ہیں جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک امر ضروری کا انکار کرے تو وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ بشارت اس کو شامل نہیں ہے۔ اسی طرح یزید پلید، جہادِ قسطنطنیہ کے بعد کے اپنے کردار بدکی وجہ سے ہر شرف اور سعادت سے محروم ہو گیا۔ علیہ ما یتحقق۔

تھا اس لیے ہرگز ہرگز یزید پلید اس بشارت نبوی کا اہل اور مستحق ہی نہیں جو قیصر کے شہر کی طرف جانے والے پہلے لشکر اسلام کے لیے بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ اس کے باوجود جن لوگوں کا اصل ہے کہ یزید پلید جہادِ قسطنطنیہ میں شریک ہو کر بشارت نبوی کا مستحق ہو گیا تو ان کے لیے یہی جواب کافی ہے کہ یزید اس جنگ کے بعد اپنے بدترین کردار کے سبب سے اس بشارت سے قطعاً خارج ہو گیا واضح رہے کہ یزید کو فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنتی ثابت کرنے والے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد ارشادات نبوی بھول جاتے ہیں جن میں حسین کی ناراضی کو خدا و رسول کی ناراضی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ سوال نمبر ۹ کے جواب کے تحت آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ حیرت ہے یہ لوگ خدا و رسول کو ناراض کرنے والے یزید کو جنتی ٹھہرا کر ان تمام ارشادات کی تکذیب کے مرتکب ہونا قبول کر لیتے ہیں اور قہر الہی کو بوت دیتے ہیں۔ یہاں بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ فی زمانہ جو لوگ یزید کے جنتی ہونے کے شد و مد سے قائل ہیں ان کے بڑوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انجام کے بارے میں اپنی کتابوں میں جو بکواس کی ہے وہ اہل ایمان سے مخفی نہیں ان کا دتیر ہے کہ جب ان کے کسی بڑے پر زد پڑتی ہے تو اپنے عقیدے اور اقوال بھول جاتے ہیں۔ گویا خور ہی اپنے غلط اور نادرست ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ ۸

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے

کوب نورانی را احمد شیخ

اعتراض

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ۱۰ھ میں وفات پائی اور یہی صحیح تر ہے اور واقعہ کہ بلا ۱۰ محرم ۱۰ھ میں ہوا ثابت ہوا کہ حضرت ام سلمہ کے متعلق روایات کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور جنوں کے نوحوے وغیرہ سے غلط ہے کیوں کہ وہ اس وقت زندہ ہی نہ تھیں۔

اشعۃ اللمعات میں بھی تو ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۱۲ھ میں ہوئی ہے اور صاحب اشعۃ اللمعات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری مشہور تصنیف مدارج النبوت میں اسی دوسرے قول کی تائید فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

ولیکن موبد قول ثانی ست کہ روایت کردہ است ترمذی از سلمی امرۃ انصا
گفت در آدم بر ام سلمہ دیدم اور امیگرید گفتم چه چیز در گریہ آورد ترا یا ام
سلمہ گفت دیدم الآن رسول خدا را در منام و بر سر و بچہ شریف وے خاک
ست و میگرید گفتم چه شدہ است ترا یا رسول اللہ گفت حاضر شدم قتل حسین
را کہ واقع شدہ است و ظاہر این حدیث آنست کہ وی در قتل امام حسین زندہ
بود و نیز گویند کہ چون خبر قتل حسین بوی رسید لعنت کرد اہل عراق را کہ
کشند او را (مدارج النبوت ص ۴۶)

ولیکن دوسرے قول کی تائید ترمذی شریفین کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت

سلی انصاریہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ فرمایا میں نے ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر مبارک و دارھی شریف پر خاک پڑی ہوئی ہے اور آپ رو رہے ہیں یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا میں حسین کے (مقام) قتل پر گیا تھا جو واقع ہو چکا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ امام حسین کے قتل کے وقت زندہ تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ان کو حضرت حسین کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے ان عراقیوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے حضرت حسین کو قتل کیا تھا۔

الحمد للہ! خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک بھی صحیح یہی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں۔

۱۵۹ھ میں وفات ہوئی یہ واقعی کا قول ہے جو صحیح نہیں صحیح یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین کی وفات ۱۳۹ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے چنانچہ علامہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں :-

قال الواقدي توفيت سنة تسع وخمسين و صلي عليها ابوهريرة وقال ابن ابى خيثمة توفيت في ايام يزيد بن معاوية - قلت والاحاديث المتقدمة في مقتل الحسين تدل على انها عاشت الى ما بعد مقتله - والله اعلم ورضي الله عنها

(البدایہ والنہایہ ص ۲۱۵)

واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ۱۵۹ھ میں وفات پائی اور ابو ہریرہ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی اور ابن ابی خيثمة کہتے ہیں کہ يزيد بن معاوية کی حکومت کے ایام میں ان کی وفات ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ احادیث جو ذکر شہادت حسین میں بیان ہوئی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد تک زندہ ہیں

واللہ اعلم ورضی اللہ عنہما۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

مات فی ایام یزید من الاعلام سوا الذین قتلوا مع الحسین و فی وقعة الحرة

ام سلمة ام المؤمنین (تاریخ الخلفاء ص ۸۹)

یزید کے ایام حکومت میں جن نام وروں نے وفات پائی علاوہ ان کے جو حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ نے وفات پائی واقعہ حرہ میں (آگے ان ناموروں کے نام لکھے ہیں) اور واقعہ حرہ ۶۳ھ میں ہوا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں :-

اس اختلاف روایت کی حالت میں سنہ وفات کی تعیین مشکل ہے تاہم یہ یقینی ہے کہ واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔ مسلم میں ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لشکر کا حال پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکر شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا۔ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں پیش آیا ہے اس لیے اس سے پہلے ان کی وفات کی تمام روایتیں صحیح نہیں (سیرۃ النبی ص ۱۱۱)

چنانچہ صحیح مسلم شریف کی وہ روایت یہ ہے حضرت عبید اللہ بن قبطیہ فرماتے ہیں :-

دخل الحارث بن ابی ربیعہ و عبد اللہ بن صفوان و انا معہما علی ام سلمة

ام المؤمنین فسألاها عن الجیش الذی یخسف بہ وکان ذالک فی ایام

ابن الزبیر (بقدر الضرورة) مسلم شریف ص ۲۸۸

کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان اور میں بھی ان کے ساتھ تھا ام

المؤمنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (حارث اور صفوان) دونوں نے ام المؤمنین

سے اس لشکر کے متعلق پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ اور یہ سوال عبداللہ بن زبیر کے ایام (خلافت) میں اس وقت کیا گیا (جبکہ لوگ یزید سے منحرف ہو کر ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور یزید نے ایک لشکر ان کی تباہی کے لیے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔)

فضائل و مناقب

جواب سوال نمبر ۹
 جگر گوشہ رسول مقبول، نور ویدہ زہرا بیٹوں رحمت
 جان علی مرتضیٰ سرور قلب حسن مجتبیٰ، سردار جوانان
 اہل جنت، زبدہ اہل بیت نبوت، سید السادات قبلہ اہل حاجات، رئیس المجاہدین، امام
 المسلمین، پیشوائے عارفان، امام عاشقان شہید دشت کربلا، سیدنا و مولانا و امامنا حضرت حسین
 صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ و سلم، علی جدہ و ابیہ و ائمہ و اخیرہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب محاسن
 محامد بے شمار ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ فضائل و کمالات اور برکات و حسنات کا مخزن و
 معدن انہی کا گھرانہ ہے جس کسی کو بھی کوئی نعمت ملی ان ہی کا صدقہ اور ان کی بدولت ہی ہے

لَا وَرَثَ الْعَرْشِ حَسْبُكَ جُو مَلَا اَنْ سَ مَلَا
 بٹتی ہے کوئین میں نعمت رسول اللہ کی

خصوصاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسین منی
 وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ كَمَا مَاتَ اَبُو بَكْرٍ مَاتَ حَسْبُكَ جُو مَلَا اَنْ سَ مَلَا
 منظر بھی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے (نبی کے) گھر
 ولو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں
 خوب پاک کر کے صاف ستھرا رکھے۔

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
 اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

(احزاب)

یہ آیت منبع فضائل اہل بیت نبوت ہے۔ اس کی ابتدا میں اِنَّمَا ہے جو صحر کے لیے آتا ہے۔ اور اپنے ارادہ سے جو قدیم ہے چاہا ہے کہ ان کو ہزاروں دگی سے پاک رکھے اور ختم آیت پر تَطْهِيراً بالغہ کے لیے فرمایا تاکہ طہارت کامل حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع ہو جائے۔ پھر تَطْهِيراً کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لیے ہے یعنی ثابت ہو جائے کہ معمولی طہارت نہیں ہے بلکہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوت کو ہر قسم کی اعتقادی عمل، اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ درجہ اور مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں۔ اس طہارت کامل کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم تو نہیں ہاں محفوظ ضرور ہو گئے۔ اور احادیث صحیحہ اور تفاسیر معتبرہ کی رو سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یقیناً اہل بیت نبوت میں داخل اور اس آیت کا مصداق ہیں۔

لہذا اس آیت قرآنی پر ایمان رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا قلب مبارک حُب جاہ و مال اور ہوسِ اقتدار اور تمام رذائل دنیا سے پاک اور مبرا تھا۔ کیونکہ قلبی صفائی و تطہیر کا یہ ادنیٰ درجہ ہے۔

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیان

آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

(۱۲) فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَآبَاءَكُمْ

وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَالنَّفْسَانَا

وَالنَّفْسَكُمُ ثُمَّ نَبْتِهَلْ فَجَعَلْ لَعْنَةُ

اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (القرآن)

میرے حبیب ان بھران کے پادریوں کے کہ

دیجئے کہ ہم اور تم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور

اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جاتوں کو پھر

مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

یہ آیت کریمہ آیہ مباہلہ کے نام سے مشہور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورِ نظر
 تیدہ فاطمہ زہرا حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر
 نصاریٰ بخران کے مقابلہ میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے اس وقت بھی آپ نے فرمایا
 اللَّهُمَّ هُوَ لَاءِ أَهْلُ بَيْتِي (کذا فی مسلم) لے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں چنانچہ
 نصاریٰ کے لاٹ پاوری نے جب ان نورانی چہروں کو دیکھا تو پکارا ٹھٹھکے ساتھ تھیو!
 آفِي لَارِي وَجُوها لَوْ سَأَلُوا اللّٰهَ اَنْ
 يَزِيلَ جَبَلًا لَّا زَالَهُ مِنْ مَّكَانِهِ
 فَلَا تَبْتَلُوْهُ فَتَهْلِكُوْا وَلَا يَبْقَىٰ عَلَي
 وَجْهِ الْاَرْضِ نَصْرَانِي
 الْحِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -
 تفسیر کبیر ص ۲۸۸
 تفسیر خازن و مدارک ص ۲۴۲
 نہ رہے گا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بمصداق ابناؤنا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اور حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن و حسین دونوں کو لیے ہوئے فرما رہے تھے۔

هٰذَا اِنْ اَبْنَائِي وَاَبْنَا اِبْنَتِي اللّٰهُمَّ
 اِنِّي اُحِبُّهُمَا فَاجِبُهُمَا وَاِحِبَّ مَنْ
 يُحِبُّهُمَا (ترمذی شریف)
 یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اللہ! میں
 انکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انکو محبوب رکھ اور اسکو
 بھی محبوب رکھ جو انکو محبوب رکھے۔

جب قرآن و حدیث سے آپ کا ابنِ رسول اور جزوِ رسول ہونا ثابت ہے تو جزو
 رسول کو جو خلقی اور فطری مناسبت ذاتِ رسول اور اخلاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
 ہو سکتی ہے وہ بدرجہ اتم آپ کو حاصل تھی۔

(۳) قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا
الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شورے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔

لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمُوَدَّةَ
فِي الْقُرْبَىٰ أَنْ تَحْفَظُونِي فِي أَهْلِ
بَيْتِي وَتَوَدُّوهُمْ بِي
(در منثور ص ۱)

لوگوں میں تم سے اس (تہا و بیع) کے بدلے کچھ اجر نہیں
مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے اور یہ کہ تم میری حفاظت
کو میرے اہل بیت کے معاملے میں اور میری وجہ سے
ان سے محبت کرو۔

انہی سے روایت ہے کہ جب یہ آیت قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا نازل ہوئی تو
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب
کی گئی ہے؟ قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدَاهُمَا فَمَا فرمایا، علی فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (یعنی حسن و حسین رضی
اللہ عنہم) اجیارالیت بفضائل اہل البیت للسیوطی ص ۱۰۰ زرکان علی المراد ص ۲، صواعق محرقة ص ۳۵۰

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:-

مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ
يَعْرِفَنِي فَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ثُمَّ تَلَا وَاتَّبَعَتْ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ
الْأَيَّةِ ثُمَّ قَالَ أَنَا ابْنُ الْبَشِيرِ أَنَا
ابْنُ النَّذِيرِ ثُمَّ قَالَ وَأَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ
الَّذِينَ أَنْتَرَضَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَوَدَّةَهُمْ
وَمَوَالِيَهُمْ فَقَالَ فِيمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ

جو مجھے پہچانتا ہے تو وہ مجھے پہچانتا ہی ہے
اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن ہوں
فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آیت
تلاؤ فرمائی وَاتَّبَعَتْ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ الْآخِرِ
تک پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں اور
میں اہل بیت نبوت سے ہوں جن کی محبت و
دوستی اللہ عزوجل نے تم پر فرض فرمائی ہے
اور اس بارے میں اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ
 وَاسْمُكَ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ
 وَاسْمُكَ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ
 وَاسْمُكَ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

حضرت ابو دہیم فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اسیری کی حالت میں دمشق لا کر ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم نے آپ سے کہا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي قَتَلَكُمْ وَاسْتَأْصَلَكُمْ وَ
 قَطَعَ قَرْنَ الْفِتْنَةِ فَقَالَ لَهُ مَا قَرَأْتَ قُلْ لَا
 أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ
 قَالَ وَأَنْتُمْ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ
 العرائن المحرقة ص ۱۶۸ درمنثور ص ۴

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ الا المودۃ فی القربۃ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتی ہیں (ابن کثیر، شعری ۲۳) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الا المودۃ فی القربۃ سے مراد اہل بیت نبوت ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ تم نے عجلت سے کام لیا ہے سنو قریش کوئی قبیلہ ایسا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو تو مطلب ہے کہ مجھ میں اور تم میں قرابت ہے اس کا لحاظ رکھو ورنہ ظلم اذیت سے باز رہو۔ دونوں جلیل القدر صحابہ کے اقوال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں عموم و خصوص میں فرق ہے۔ ابن عباس نے عموم مراد لیا ہے اور ابن جبیر نے خصوص۔ یعنی ابن عباس نے فی القربۃ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جو قرابت تھی اس کو لیا کہ اس کا حتیٰ پچانو اور مجھ سے محبت کرو نہ کہ عداوت۔ اور ابن جبیر نے فی القربۃ سے قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے۔

تو مطلب یہ ہوا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ اور میرے اور میری اولاد کے درمیان جو قرابت ہے اس کی

وجہ سے میری اولاد سے محبت رکھو یہ بھی میری ہی محبت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن جریر اس آیت کی تفسیر دونوں طرح فرماتے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھو اور حق قرابت کو پہچانو۔ یہ تفسیر بھی عموم پر محمول ہے۔ جب حق قرابت محبت کو مقتضی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ محبت کی مستحق ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَتَكُونَ
عِزَّتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عِزَّتِهِ
وَ أَهْلِي أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ
وَ ذَاتِي أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهِ -
ابن جان بیہقی نے شعب الایمان
رشفۃ العبادی ص ۴۶ نورالابصار ص ۳۶

کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ
میں اس کے نزدیک اسکی جان سے زیادہ محبوب
نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کے نزدیک
اسکی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میرے
اہل اس کے نزدیک اس کے اہل سے زیادہ
محبوب نہ ہوں اور میری ذات اس کے
ز نزدیک اسکی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ وسلم نے فرمایا۔

أَدْبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ
حُبِّ بَيْتِكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَاءَةِ
الْقُرْآنِ (سراج منیر شرح جامع صغیر ص ۱)
(۴۲) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى
النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (القرآن الاحزاب)

اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، اپنے نبی کی
محبت اور اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت اور
قرآن کی قرأت۔
بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے
ہیں اس غیب بتانے والے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم)
پر۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ؟

قَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ نَسَلِمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ
بیشک یہ تو ہم نے جان لیا کہ ہم (التحمیاتیں)

آپ پر سلام کس طرح پڑھیں۔ اب آپ فرمائیے
کہ ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو فرمایا تم کہو
اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپ کی آل کو
جیسا کہ درود بھیجا تو نے (حضرت) ابراہیم اور
ان کی آل پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

نُصَلِّي عَلَيْكَ؛ فَقَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ
حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

(مسلم شریف ص ۱۵۱ مشکوٰۃ شریف ص ۸۶)

ایک روایت میں فرمایا یوں کہو۔

اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپ کی
ازواج اور آپ کی اولاد پر جیسا کہ تو نے درود
بھیجا آلِ ابراہیم پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ
وَأَوْلَادِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ
حَمِيدٌ مُجِيدٌ (مسلم شریف ص ۱۵۱ مشکوٰۃ ص ۸۶)

غور فرمائیے! صحابہ کرام نے اپنے سوال میں یہ نہیں دریافت کیا کہ آپ پر اور آپ کے
اہل بیت پر کیسے درود بھیجیں بلکہ صرف آپ پر درود بھیجنے کی کیفیت پوچھی۔ مگر آپ نے
اپنی تبعیت میں اپنے اہل بیت کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا بلکہ جس درود میں آپ کے ساتھ آپ کے
اہل بیت کو نہ ملا یا جائے اسے ناقص قرار دیا۔ کامل درود وہ ہے جس میں آپ کے ساتھ
آپ کے اہل بیت کا نام بھی شامل ہو۔ چنانچہ فرمایا۔

مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو! عرض کیا
گیا، ناقص درود کون سا ہے؟ فرمایا تم کہتے ہو
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَوْلَادِهِ
بَلْ كَلِمَاتٍ كَمَا كَرِهَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
آلِ مُحَمَّدٍ، یعنی آل کا نام لیے بغیر پڑھنا ناقص
اور آل کے نام کے ساتھ پڑھنا کامل درود

لَا تُصَلُّوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ الْبَتْرَاءُ
فَقَالُوا وَمَا الصَّلَاةُ الْبَتْرَاءُ
قَالَ تَقُولُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَتُمْسِكُونَ بَلْ
قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ۔

(صواعق محرقة ص ۱۱۲)

شریف ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نماز پڑھے

مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يُصَلِّ فِيهَا عَلِيًّا وَعَلَىٰ أَهْلِ اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر

بَيْتِي لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ دارقطنی ص ۲۵۵ رشفة الصادق ^ص درود نہ پڑھے، اسکی نماز قبول نہ ہوگی۔

چنانچہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تشہد میں آپ اور آپ کے اہل بیت پر

درود پڑھنا واجب ہے۔ اس سلسلے میں ان کے یہ اشعار مشہور و معروف ہیں :-

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ حُبُّكُمْ فَرَضَ مِنَ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ

يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيمِ الْقَدْرِ إِنَّكُمْ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَوةَ لَهُ

اے اہل بیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت کو قرآن

قرار دیا ہے، اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے۔ تمہاری عظمت و شان کے

لیئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اسکی نماز ہی قبول نہیں۔

بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صلوة و سلام میں اپنے اہل بیت اطہار کو

اپنے ساتھ ملانا ان کی عظمت و شان کی بہت بڑی دلیل ہے۔

(ہ) سَلَامٌ عَلَى الْيَاسِينِ الْقُرْآن سلام ہو الیاسین پر،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

سَلَامٌ عَلَى الْيَاسِينِ نَحْنُ آلُ مُحَمَّدٍ کہ سلام ہو الیاسین پر، وہ الیاسین ہم آل

الْيَاسِينِ (درمنثور) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

ف :- بعض نے سَلَامٌ عَلَى آلِ يَسِينٍ بھی پڑھا ہے۔ لہذا مطلب صاف ہے

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم مبارک یسین ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر الشافعی

مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فَقَدْ نَقَلَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آل
یاسین سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْمُرَادَ
بِذَلِكَ سَلَامٍ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سید ابوبکر بن شہاب الدین احمسینی الشافعی احمز می رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وَنَقَلَهُ النَّقَّاشُ عَنِ الْكَلْبِيِّ فَقَالَ

نقاش نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے

سَلَامٌ عَلَى آلِ يَاسِينَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

فرمایا سلام علی الیاسین سے مراد آل محمد صلی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمَّاهُ

اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ تَعَالَى يَسِينَ مِثْلَ يُعْقُوبَ

ان کا نام یاسین رکھا ہے جیسے حضرت یعقوب

وَإِسْرَائِيلَ - رَشْفَةُ الصَّادِي ص ۲۴

کا نام اسرائیل بھی ہے۔ (علیہ السلام)

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے

وَلَا تَفَرَّقُوا قُرْآنَ

تھام لو اور متفرق نہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:-

مَنْ حَبَلَ جَبَلَ اللَّهِ الَّذِي قَالَ اللَّهُ فِيهِ

وہ اللہ کی رسی ہم اہل بیت ہیں جس کے بارے

الصواعق المحرقة ص ۱۲۹

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

وَلَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ قَدْ ذَهَبَتْ بِهِمْ

مَذَاهِبُهُمْ فِي الْبَحْرِ الْغَيِّ وَالْجَهْلِ

رَكِبْتُ عَلَى اسْمِ اللَّهِ فِي سَفِينِ النَّجَا

وَهُمْ أَهْلُ الْبَيْتِ الْمُصْطَفَى خَاتَمِ الرُّسُلِ

وَلَمْ تَسْكُتْ حَبْلُ اللَّهِ وَهُوَ وَلَا هُمْ

كَمَا قَدْ آمَرْنَا بِالتَّمَسُّكِ بِالْحَبْلِ

(رشفة الصاوی ص ۲۵)

اور جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بیشک وہ ان لوگوں کی روش پر چل رہے ہیں جو

ہلاکت اور جہالت کے سمندوں میں غرق ہیں۔

تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینوں میں سوار ہو گیا اور وہ نجات کے سفینے

خاتم الرس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔

اور میں نے اللہ کی رسی کو تھام لیا اور وہ اُن کی محبت ہے جیسا کہ ہمیں اس رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا (قرآن میں) حکم دیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقہ قصوار پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا تو میں نے سنا آپ فرما رہے تھے :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَوَكَّلْتُ فِيكُمْ مَا
إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابُ
اللَّهِ وَعِترتي أَهْلُ بَيْتِي -

اے لوگو! بیشک میں نے تم میں وہ چیز
چھوڑی ہے کہ اگر اسکو مضبوطی سے پکڑے ہو
گے تو گمراہ نہیں ہو گے وہ کتاب اللہ اور میری

ترجمی باب الناقب

عترت، میرے اہل بیت ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-
إِنِّي تَارِكُ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ
بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا
أَعْظَمُ مِنَ الْآخِرِ كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ
مَسْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ
وَعِترتي أَهْلُ بَيْتِي وَلَمْ يَتَفَرَّقَا
حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ فَا نْظُرَا
كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا

بیشک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں
کہ اگر تم اسکو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے
بعد گمراہ نہ ہو گے۔ پہلا دوسرے سے بڑا ہے
کتاب اللہ ایک لمبی رسی جو آسمان سے زمین تک
ہے اور میری عترت کے اہل بیت اور یہ دونوں
جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں
حوض پر میرے پاس آئیں گے پس دیکھو کہ میرے
بعد ان دونوں سے کیسے متمسک ہوتے ہیں۔

ترجمی مشکوٰۃ ص ۵۶۹

اور جو نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے اس میں اور
حسن و خوبی بڑھا دیں گے۔

وَمَنْ يَتَّقِرَفَ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ
فِيهَا حَسَنًا ، (القرآن)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-
 وَمَنْ يَتَّقِ حَسَنَةً قَالَ الْمَوَدَّةَ
 لآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ”اور جو نیکی کمائے گا“ یعنی آل محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم سے محبت کرے گا۔

صواعق محرقة ص ۱۶۸ رشقة الصادی ص ۲۲ المستدرک ص ۱۴۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ (تمہارا رب ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔
 وَاجِبُونِي لِحَبِّ اللَّهِ وَاجِبُوا هَلْ بَيْتِي
 اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور
 میرے آل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے،
 حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:-

مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا
 وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ تَرَدَى شَرِيفَ بَابِ الْمُنَاقِبِ
 جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسن وین)،
 اور انکے باپ (علی) اور انکی ماں (فاطمہ) کو محبوب رکھا وہ
 قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

یہ وہ بشارت ہے جو دنیا و مافیہا سے اعظم و انفع ہے۔ اللہمَّ وفقنا لهذه،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ أَحَبَّ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَقَدْ أَحَبَّنِي
 وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي (ابن ماجہ ص ۲۳)
 جس نے حسن وین کو محبوب رکھا اس نے حقیقت
 مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بُغض
 رکھا اس نے حقیقت مجھ سے بُغض رکھا۔
 المستدرک حاکم ص ۱۶۶، البدایہ والنہایہ ص ۲۵

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا فرماتے تھے، حسن و حسین دونوں میرے بیٹے ہیں۔

مَنْ أَحَبَّهُمَا أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي أَحَبَّنِي
 جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس
نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اس کو جنت میں داخل کیا اور
جس نے دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا
اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض
رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اس کو

دوزخ میں داخل کیا۔

اللَّهُ وَمَنْ أَحَبَّهُ اللَّهُ ادَّخَلَهُ
الْجَنَّةَ وَمَنْ أَبْغَضَهَا أَبْغَضَنِي
وَمَنْ أَبْغَضَنِي أَبْغَضَهُ
اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ ادَّخَلَهُ
النَّارَ،

المستدرک حاکم ص ۱۶۶

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارا بطن
سے بغض رکھا اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَبْغِضُنَا أَهْلَ
الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا ادَّخَلَهُ النَّارَ الْمَتْرُكَةَ^{۱۵}

زر قانی علی المواہب ص ۲، الصواعق المحرقة ص ۱۴۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس

حال میں آئے کہ ایک کندھے پر حسن اور ایک کندھے پر حسین تھے۔ آپ کبھی حسن کو چومتے اور کبھی
حسین کو۔ ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔

آپ ان دونوں کو بہت محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا جس نے
ان دونوں کو محبوب رکھا بیشک اس نے مجھے محبوب رکھا
اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے
درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

إِنَّكَ لَتَحِبُّهُمَا؛ فَقَالَ مَنْ
أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ
أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي

البدایہ والنہایہ ص ۲۵

سورہ دوشین رسول خدا سلام علیک

حضرت برادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین
کو دیکھا تو کہا اے اللہ! میں ان دونوں کو

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَبْصَرَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللَّهُمَّ

اِنِّي اُحِبُّهُمَا فَاجِبَهُمَا رِزْدِي شَرِيفَ بَابِ الْقُبْرِ
 محبوب رکھتا ہوں سو تو بھی انکو محبوب رکھ۔
 حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا اس وقت حسن و حسین آپکی پشت مبارک پر کھیل رہے تھے،

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتُحِبُّهُمَا؟ فَقَالَ وَ
 بِئِي لَا اُحِبُّهُمَا وَاِنَّهُمَا رِيحَانَتَايَ مِنَ
 الدُّنْيَا كَرِزَالِ الْعَالَمِينَ
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ان
 دونوں سبب محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا کیوں نہ
 محبت رکھوں جبکہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔

اہل عراق نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت احرام میں مکھی یا مچھر مارنے

کا مسئلہ پوچھا فرمایا:-

اهل العراق يسألون عن قتل الذباب
 وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى
 الله عليه وسلم وقال النبي صلى الله
 عليه وسلم هما ريحاناتي من الدنيا
 ان اهل عراق کو دیکھو مجھ سے مکھی مارنے کا
 مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے فرزند
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے اور رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ (حسن و
 حسین) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت زید بن ابی زیاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ
 عنہا کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے اور حضرت حسین کے رونے کی آواز سنی
 تو فرمایا: بیٹی! اسکو رونے نہ دیا کرو اَلَمْ تَعْلَمِي اَنَّ بَكَاءَهُ يُؤْذِنِي، کیا تمہیں معلوم
 نہیں کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (تشریف البشر ص ۲۵، نور الابصار ص ۱۳۹)
 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَمْتَصُّ لُعَابَ الْحُسَيْنِ كَمَا يَمْتَصُّ
 الرَّجُلُ التَّمْرَ
 میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 حسین کے منہ کے لعاب کو اس طرح چوستے تھے
 جس طرح کہ آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

نور الابصار ص ۱۳۹

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس حالت میں نکلے کہ آپ کے پاس کوئی چیز کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی، میں نے عرض کیا یہ کیا ہے؟

فَكَشَفَهُ فَإِذَا هُوَ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى
وَرَكَبِهِ فَقَالَ هَذَا ابْنُ ابْنَائِهِ وَ
أَبْنَا ابْنَتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْبَبُهُمَا
فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا
کنز العمال ص ۱۱
پس آپ نے کپڑا اٹھایا تو وہ حسن و حسین تھے،
فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے
ہیں۔ اے اللہ میں انکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی
انکو محبوب رکھ اور جو ان کو محبوب رکھے اسکو
بھی محبوب رکھ،

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ

رہے تھے۔

فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَجَعَلَ يَتَوَشَّانِ
عَلَى ظَهْرِهِ إِذَا سَجَدَ فَأَرَادَ النَّاسُ
زَجْرَهُمَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ
لِلنَّاسِ هَذَا ابْنَايَ مِنْ أَحَبَّهُمَا
فَقَدْ أَحَبَّنِي
البدایہ والنہایہ ص ۲۵
تو حسن و حسین آئے اور جب آپ سجدہ میں
گئے تو وہ دونوں آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔
لوگوں نے چاہا کہ انکو منع کریں جب آپ نے
سلام پھیرا تو لوگوں سے فرمایا کہ یہ دونوں
میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا
اس نے مجھے محبوب رکھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَهُوَ
حَامِلٌ الْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنِ عَلَى ظَهْرِهِ
وَهُوَ يَمْسِكُنِي بِهِمَا عَلَى أَرْبَعٍ فَقُلْتُ
نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمْ ؛ فَقَالَ وَنِعْمَ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوا آپ نے حسن و حسین کو اپنی پشت
پر بٹھایا ہوا تھا اور آپ نے ان دونوں ہاتھوں دونوں
گھٹنوں پر چل رہے تھے۔ تو میں نے کہا (اشترائی)

تمہاری سواری کتنی اچھی ہے، تو آپ نے فرمایا سوار

بھی تو بہت اچھے ہیں۔

دو شختم المرسلین نعم الجمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا

آپ کے اہل بیت میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے؟

فرمایا، حسن و حسین۔ اور آپ حضرت فاطمہ سے

فرماتے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ تو آپ دونوں کو

سو نکھتے اور اپنے سینے سے چمٹا لیتے۔

الرَّاحِبَانِ هُمَا

کنز العمال ص ۳۱۱ البدایہ والنہایہ ص ۳۱۱

بہر ان شہسزادہ خیرا لمسل

أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ

الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ؛ وَكَانَ يَقُولُ

لِفَاطِمَةَ أَدْعِي ابْنِي فَيَسْتَهْمَا وَيَضُمَّهُمَا

إِلَيْهِ ترمذی شکرۃ ص ۵۱۵

پھول کی طرح سے ان کو سو نکھتے تھے مصطفیٰ

جب کبھی ہوتے تھے نانا سے بہم حضرت حسین

حضرت زید ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

علی و فاطمہ حسن و حسین کے متعلق فرمایا کہ جو ان سے

لڑنے میں ان لڑنے والا ہوں اور جو ان سے

صلح رکھے میں ان سے صلح رکھنے والا ہوں۔

لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ أَنَا

حَرَبٌ مِّنْ حَارِبِهِمْ وَسَلْمٌ لِّهِمْ

سالمہم ترمذی شکرۃ ص ۵۶۹ البدایہ ص ۳۱۱

ان تمام احادیث صحیحہ سے وجوب محبت اہل بیت اور تحریم بغض و عداوت صراحتاً

ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ تابعین تابعین اور ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اہل بیت نبوت کی بہت زیادہ تعظیم و توقیر کرتے اور ان سے الفت و محبت رکھتے افضل البشر

بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ

کو اپنے اقربار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے اقربار محبوب تر ہیں۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةٌ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ

أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي (بخاری شریف ص ۵۲۶)

انہی کا ارشاد ہے کہ :-

اِرْقَبُوا مُحَمَّدًا فِي اَهْلِ بَيْتِهِ

بخاری ص ۵۲۶

محافظة كرمو محمد صلى الله عليه وسلم كى انكے اہل بیت میں یعنی عزت
حرمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم كى انكے اہل بیت كى عزت و عظيم كرمو

ان كى اُلفت جب ہے عین اُلفت خیر الوری

یوں ہوئے محبوب رب ذوالکرم حضرت حسین

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں مغرب کی

نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم كے ساتھ پڑھوں گا اور اپنے اور تمہارے لیے بخشش كا سوال

كردوں گا پس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم كى بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ كے ساتھ مغرب

كى نماز پڑھی۔ یہاں تک كہ عشاء بھی پڑھی۔ پھر آپ مسجد سے نكلے۔ میں بھی آپ كے پیچھے

چلا۔ آپ نے میرے چلنے كى آواز سنی تو فرمایا، كیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض كیا ہاں

یا رسول اللہ! فرمایا :-

تجھے كیا حاجت ہے اللہ تجھ كو اور تیری

والدہ كو بخشے۔ (پھر) فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے

جو اس رات كے پہلے كبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔

اس نے اپنے رب كے مجھے سلام كرنے اور مجھے یہ

بشارت دینے كیلئے اجازت مانگی ہے كہ فاطمہ

جنت كى عورتوں كى سردار ہے اور حسن و

حسین جنت كے جوانوں كے سردار ہیں۔

مَا حَاجَتَكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ وَ

لَا مَمْلُوكَ إِنَّ هَذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ

الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ

اسْتَأْذَنَ رَبِّيَ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي

بِأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ

أَهْلِ الْجَنَّةِ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۷)

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ

وسلم كو بہت مسرور دیکھا تو عرض كیا۔ یا رسول اللہ! آج ہم آپ كو بہت مسرور و خوش

دیکھتے ہیں۔ رحمت عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

کیسے مسرور نہ ہوں جبکہ جبریل امین میرے پاس
آئے ہیں اور انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ
بلاشبہ حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار
ہیں اور ان کا باپ اُن سے بھی افضل ہے۔

وَكَيْفَ لَا أَسْرُو قَدْ آتَانِي جِبْرِيْلُ
فَبَشَّرَنِي اِنْ حَسَنًا وَحُسَيْنًا سَيِّدَا
شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَابُوهُمَا اَفْضَلُ مِنْهُمَا
كز العمال ص ۱۸

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا

سے فرمایا:-

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں
کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نوجوانوں
کے سردار ہوں۔

اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةُ نِسَاءِ
اَهْلِ الْجَنَّةِ وَابْنِيكَ سَيِّدَ اشْبَابِ
اَهْلِ الْجَنَّةِ كز العمال ص ۱۱

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حسن و حسین دونوں جنت کے نوجوانوں
کے سردار ہیں۔

اَلْحَسَنُ وَالحُسَيْنُ سَيِّدَا اشْبَابِ اَهْلِ
الْجَنَّةِ الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ ص ۲۵

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس کے لیے باعث مسرت ہو کہ وہ کسی
جنتی مرد کو دیکھے، اور ایک روایت کے الفاظ
یہ ہیں کہ جنت کے نوجوانوں کے سردار کو
دیکھے تو اُس کو چاہیے کہ وہ حسین ابن
علی کو دیکھے۔ (رضی اللہ عنہما)

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ
الْجَنَّةِ وَفِي لَفْظٍ اِلَى سَيِّدِ شَبَابِ اَهْلِ
الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ
عَلِيٍّ -

ابن جان ابو یعلیٰ، ابن عساکر، نور الابصار ص ۱۲۹

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں
جو حسین کو محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو

حُسَيْنٌ مِّمَّنِي وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبُّ
اللّٰهُ مِنْ اَحَبِّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ

محبوب رکھتا ہے۔ حسین فرزندوں میں سے
ایک فرزند ہے۔

سبط من الامباط
ترذی، مشکوٰۃ ص ۱

تھے امام اہلسنت مقدرائے اہلبیت سیدالسادات ریحان ارم حضرت حسین

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات باریکات پاک ہے، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند،
آپ کے پھول اور آپ کے محبوب ہیں۔ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی محبت
ہر مسلمان پر واجب، سرمایہ ایمان اور ذریعہ نجات ہے۔ آپ کی محبت درحقیقت اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور اللہ کے محبوب بننے کا ذریعہ ہے اور آپ کا بغض
درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا بغض ہے اور جہنم میں جانے کا باعث ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور ان کے تمسک کو ہدایت پر قائم رہنے کا سبب
فرمایا اور ان کے چھوڑنے کو گمراہی کا باعث قرار دیا۔

ان ارشادات مبارکہ کے مطابق ہی اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ان
کی محبت سرمایہ ایمان، ذریعہ قرب خدا تعالیٰ و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور
وسیلہ نجات ہے۔ چنانچہ اکابر اہل سنت نے بلحاظ مدارج ان کے اسماء مبارکہ خطبہ
جمعہ میں داخل فرمائے تاکہ ہر جمعہ کو برسر منبر اس عقیدہ کا اظہار و بیان ہوتا ہے
اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت و عقیدت مستحکم رہے۔

لہذا جو ان کی ذات اقدس پر نکتہ چینی کرے اور ان کی طرف بغض و حسد،
حُب جاہ اور ہوس اقتدار کی نسبت کرے اور ان کو باغی، فسادی اور فتنہ پرور
قرار دے اور قرآن و حدیث سے ثابت شدہ ان کے فضائل و مناقب کو محض خیالی
مناقب بتائے وہ بلاشبہ اہل سنت و جماعت سے خارج، گمراہ، بے دین اور
جہنمی ہے۔

یاد رکھو! عقیدہ قرآن و حدیث کی اجبار سے بنتا ہے نہ کہ تاریخ کی ان بے
سند روایات سے جن کو قطع و برید کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کہی شخص کے نکلے ہوئے غلط تاریخی نظریات
پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات غلط نہیں ہو سکتے
تاریخ غلط ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ تاریخی نظریہ جو قرآن و
حدیث اور عقیدہ مسلمہ کے خلاف ہو باطل و مردود ہے۔ اگر عقیدہ کو تاریخ کے تابع بنا
دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ کے
تابع ہو جائیں (معاذ اللہ) پس عقیدہ تاریخ کے تابع نہیں بلکہ تاریخ کو عقیدہ کے تابع
رکھنا ہوگا۔

اور پھر جو نقل و روایت اور ادائے مفہوم میں سخت تحریف اور خیانت سے کام لے اور
سیاق و سباق کو چھوڑ کر صرف چند مفید مطلب ٹکڑے جمع کر لے اسکی اس ناپاک
کوشش کو تاریخی "ریسرچ" سمجھ کر اس کے مطابق اپنا نظریہ اور عقیدہ قائم کر لینا
اور قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ کو نظر انداز کر دینا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔
تاریخی "ریسرچ" کے معنی تو یہ ہیں کہ معتمد و مستند مؤرخین کے بیانات کو بر محل اور
ان کے دائرہ مراد میں رکھتے ہوئے واقعے کی اصل اور حقیقت کو معلوم کیا جائے۔ اور
اگر مؤرخ کی مراد کے خلاف اور اپنی مراد کے مطابق مؤرخ کے کلام میں کتر بیونت
کر کے چند مفید مطلب ٹکڑے جن کا میل جانا بالکل آسان بات ہے پیش کر دیئے جائیں
تو اس مجموعے کا نام تاریخی ریسرچ نہیں بلکہ سازشی نظریاتی ریسرچ ہوگا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ
ظَلَمُوا أَيَّ مَنَقَلِبٍ يَنْقَلِبُونَ.

الحمد لله على احسانه که حضور اکرم رحمت عالم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے

خاص فیض و کرم سے اس گناہ گار نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے ان سوالات کے مدلل و مسکت جوابات پیش کئے ہیں تاکہ اہل ایمان اور اہل محبت کے لیے مفید و نافع اور معترضین کے لیے ہدایت کا موجب ہوں۔ منقبتِ امام پر اختتام کرتے ہوئے دعا ہے کہ اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم میری اس خدمت کو شرفِ قبولیت بخشیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم کی بارگاہِ اقدس میں میری سفارش فرمائیں تاکہ قیامت کے دن نبی اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شفیع ہوں۔

ایں دعا رزمن و از جملہ جہاں آمین باد

گلشن زہرا کے دیجانِ اتم حضرت حسین	غنجِ باغِ نبوت ثمرہ کشتِ دلا
فاطمی منزل کے ہیں خیمِ دوم حضرت حسین	ماہتابِ مرتضیٰ خورشید حضرت مصطفیٰ
عرصہ رشد ہدایت کے علم حضرت حسین	منظر خلقِ پیمبرِ مصدق رضی علیہ
مثلِ حیدر تھے بڑے عالمی کرم حضرت حسین	صورتِ شیر میں تھے ہم شکل حضرت مصطفیٰ
دوسرے سردارِ سکانِ ارم حضرت حسین	ایک تو سردارِ اہلِ خلد تھے حضرت حسن

اللہ اللہ! صبر فرماتے بلاؤ ظلم پر
بھیلتے تھے ہر صیبتِ دردِ غم حضرت حسین

بندہ! محمد شفیع الخطیب الادکار طوبی غفرلہ

پس لفظ

ظلم کی تعریف یہ کی گئی ہے ”وضع الشئ فی غیر محلہ“ چیز کو اس کے غیر سے منسوب کرنا یعنی کام کسی کا اور نام کسی کا صحیح کو غلط یا غلط کو صحیح کہنا۔ بظاہر ہمارے معاشرے میں یہ تہمت کوئی قبول نہیں کئے گا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی اس میں ملوث ہیں۔ دینی و مذہبی تحریر و تقریر کے بلے میں شاید یہ خیال کیا جاتا ہو گا کہ اہل علم ایسا نہیں کرتے لیکن کیا عجب ہے کہ اس میدان کے کچھ لوگوں کا روزگار یہی ٹھہرا ہے۔

اباجان قبلہ علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ایک لکھے پڑھے صاحب نے ان سے سوال کیا کہ مولانا! شریعت کی مقرر کردہ سنزائیں سخت اور ظالمانہ معلوم ہوتی ہیں چودہ سو سال پہلے کا معاشرہ اجڈ اور غیر مہذب طبقے پر مشتمل تھا۔ لوگوں کی اکثریت علوم سے بے بہرہ تھی اس کے لیے یہ سنزائیں درست تھیں۔ اب لوگ پڑھ لکھ گئے ہیں، اب یہ سنزائیں نہیں ہونی چاہئیں“ اباجان نے تحمل سے سوال سنا۔ اہل علم سوال ہی پر برہم ہو جائیں اور فتویٰ صادر کر دیں تو سوالی کو مطمئن ہونے کی بجائے متنفر ہونے کا موقع مل جاتا ہے اور غلط رائے قائم کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ اباجان نے سوال کرنے والے صاحب سے کہا یہ بتائیے کہ جاہل کو سنزاد زیادہ دینی چاہیے یا اس شخص کو جو فائدے نقصان سے آگاہ ہے اور علم رکھتا ہے؟ سوالی کہنے لگے کہ جاننے والا۔ اباجان نے فرمایا آپ کے لیے اب کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔ نہ جاننے والے

لوگوں کے لیے جنہیں آپ نے اجڑ اور غیر مہذب کہا ہے اتنی سخت سزائیں تھیں تو اہل علم کے لیے تو اس سے بھی زیادہ سخت ہونی چاہئیں کیوں کہ یہ تو برائی سے آگاہ ہیں اس کے نقصان اور اثرات سے بھی جب جاننے والا شخص جرم کرتا ہے تو گویا جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اس کی سزا نہ جاننے والے سے زیادہ ہونی چاہیے اور شریعت کی مقرر کردہ سزائیں ظلم نہیں ہیں۔ بلکہ مجرم کے لیے رحمت ہیں کہ اسے سزا کے ذریعے اس جرم پر ندامت اور آئندہ اس سے مدافعت کی ترغیب ہوتی ہے اور دوسروں کے لیے ترہیب اور عبرت کا سامان ہوتا ہے اور سزا کے بعد وہ قابلِ ملامت نہیں رہتا اس لیے ان سزاؤں کو ظالمانہ کہنا درست نہیں۔ وہ صاحب نہ صرف قابل ہوئے بلکہ اپنے الفاظ پر شرمندہ بھی۔ دورانِ سفر پھر وہ اپنے بہتے شکوک رفع کروا لے رہے اس واقعے کے تذکرے کا مقصد یہ تھا کہ اہل علم کو بالخصوص دوسروں سے بیش احتیاط کی ضرورت ہے اور تقریر سے تحریر زیادہ قابل گرفت ہوتی ہے۔ علم کے حوالے سے خود کو اتھارٹی کا درجہ دینے والے کچھ علماء کی تحریریں دیکھئے۔ انہوں نے قرآنی آیات کے ترجمے اور مفاہیم سے بھی عدل و انصاف نہیں کیا، بتوں کے بلکے میں نازل ہونے والی آیات کو نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کر دیا۔ شاید ان کے نزدیک یہ کوئی بڑا کارنامہ ہو مگر ^{حقیقت} یہ ظلم ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہدایت ہر گز ظالموں کو نصیب نہیں ہوتی گویا وہ اپنے قول و فعل سے خود گمراہ ٹھہرتے ہیں تو ان سے پھر کسی اور کی اصلاح یا تصحیح کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امتِ مسلمہ کو جتنا نقصان خود مسلمان کھلانے والوں نے پہنچایا ہے اتنا غیروں نے نہیں پہنچایا۔

زیر نظر کتاب میں یہی کچھ پیش کیا گیا ہے۔ کون مسلمان نہیں جانتا کہ ایمان معرفت الہی، اسلام اور قرآن ہمیں رحمتِ دو جہاں، شفیعِ عاصیاں، فخرِ عالم و عالمیاں، باعثِ تخلیق کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ملا ہے۔

ختمی مرتبت نے تبلیغ دین اور ہدایت کا اجر اپنی قربت کی محبت کے سوا ہم سے کچھ اور نہیں چاہا۔ خانوادہ رسول مقبول کی محبت ہم پر لازم ہے کہ ہمارا دینی و ملی تقاضا ہے مگر کچھ اہل علم کھلانے والوں نے فرزند رسول ہی کو طعن و تشنیع کا ہدف بنا لیا ہے۔ کیا تم ہے کہ مسلمانوں نے اپنے بے جا اعتراضات کے لیے ذات رسول اور ان کے اصحاب و اہل بیت اور محسنین اسلام شخصیات کو محور ٹھہرا لیا ہے۔ گل باغ رسالت، خلاصہ شہادت، فرزند رسول، جگر گوشہ بتول، فخر کونین حضرت سیدنا امام حسین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی جدہ ابیہ وامہ وعلیہ کی ذات والاصفات کے لیے زبان و قلم کو ان لوگوں نے ایسا دراز کر لیا ہے کہ ان کے الفاظ دہراتے ہوئے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ سیدنا امام حسین تو اسلام اور مسلمانوں کے محسن ہیں۔ واقعہ کہ بلا توحق و باطل کا معرکہ تھا۔ امام کا موقف اسلام کی صداقت اور رہتی دنیا تک عزیمت کی یادگار ہے چہ جائیکہ امام پاک کو باغی و فسادی کہا جائے (معاذ اللہ)۔ ان دشمنان اسلام نے امام عالی مقام پر بغاوت کا الزام لگایا ہے حالانکہ تاریخی حقائق اسے ثابت نہیں کرتے تاہم یہ اعجاز ہے کہ امام پاک کے تقویٰ و طہارت اور سیرت و کردار پر کسی حرف زنی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ایک دہشت ایسا بھی آیا تھا جب رحمت عالم، نور مجسم، شیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چالیس سالہ بے داغ ظاہری زندگی کو اپنی نبوت کی صداقت اور معبود حقیقی کی حقانیت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا تھا۔ اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ اور بے عیب زندگی نبوت کی صداقت کی دلیل ہو سکتی ہے تو ان کے فرزند کی پچپن چھپن سالہ بے داغ زندگی صرف ایک بغاوت کے الزام سے ان کو بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتی؛ ان کے اخلاق و کردار کی ستھرائی اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی تو آیۃ تطہیر سے اظہر من الشمس ہے۔ پھر علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور صدق و دیانت کے اس مبارک پیکر کے لیے ایک یہ الزام کیسے مستحق ہو سکتا ہے؟

امام پاک اگر میدان کر بلا میں اپنے موقف سے ہٹ جاتے تو یقیناً اپنی اور اپنے خاندان کے اور رفیقار کی جانیں بچا لیتے مگر دین کا نظام اپنی اصل پر باقی نہ رہتا۔ تقویٰ اور حق کی تعریف اپنا مفہوم کھودیتی۔ عزیمت کے لیے خانوادہ رسول میں کسی کا کردار ایسا مثال نہ ہوتا۔

راہِ حق میں جان دینا ذلت نہیں، عزت و مرتبت کی بات ہے۔ امام کے مخالف یقیناً راہِ حق میں جہاد کے منکر ہیں، وہ دین کی اصل کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ اعتراض کہ اگر امام حق پر تھے، تو اللہ کا وعدہ ہے کہ حق والوں کی مدد ہمارے فتنے ہے پھر اللہ نے امام کی مدد کیوں نہیں کی! معترضین کے نزدیک اللہ کی مدد شاید یہ ہوگی کہ کر بلا میں کسی طور امام کی جان بچ جاتی اور انہیں پانی مل جاتا یا انہیں جان بچانے کے لیے فرار کا موقع مل جاتا وہ لشکرِ یزید کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے مگر وہ بصیرت نا اندیش یہ نہیں سوچتے کہ مدد اس کا ہی نام نہیں۔ امام پاک ایسے محبوب الہی ہیں کہ اگر چاہتے تو یہ سب کچھ بھی ہو جاتا مگر انہوں نے یہ نہیں چاہا وہ اپنے مجبور و محبوب حقیقی کی راہ میں ہر تکلیف خندہ پیشانی سے قبول کر کے رضائے الہی کا بلند ترین مقام حاصل کرنا چاہتے تھے اور یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں طالبِ وجہ اللہ ہوں اور اس کے سوا ہر کسی کے لیے ہلاکت ہے (کل شیئ ہالک الا وجہہ) میں عارضی نعمت اور مرتبہ کی بجائے اس باقی کو اختیار کر رہا ہوں۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ اللہ ہی کی دی ہوئی جان اس کی راہ میں قربان کرنا اہل محبت ہی کا شیوہ ہے چنانچہ اللہ کی نصرت انہیں حاصل ہوئی اور بالکل اسی طرح ہوئی جیسا کہ خود اللہ نے فرمایا کہ جو ہماری (دین کی) مدد کرتا ہے، ہم اسے استقامت اور ثابت قدمی عطا کرتے ہیں۔

کہ بلا میں پناہ ہونے والی قیامت صغریٰ میں امام کا صبر و ثبات بلاشبہ اللہ کی مدد تھا اور نہ ایسے حالات میں بڑے بڑے حوصلہ مند اور بہادر بھی ہمت ہار دیتے ہیں۔ یہ اللہ کی مدد ہی تھی کہ یزید پلید اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ وہ امام

سے اطاعت و بیعت کا خواہاں تھا، جبر و استبداد کی بالادستی چاہتا تھا لیکن وہ ہزاروں
 کا شکر بھینچنے اور پانی بند کر دینے کے باوجود امام پاک سے اپنی بات نہیں منواسکا اور امام پاک
 کی شاندار فتح دیکھیے کہ سب کچھ قربان کر دیا مگر پائے ثبات متزلزل نہیں ہونے دیا۔ سرگٹا دیا
 مگر فاسق اور فاجر، ظالم و جابر یزید پلید کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دیا۔ امام نے میدان
 کر بلا میں فتح و شکست کے عنوان ہی بدل دیئے تھے۔ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت
 کر دیا کہ حق پر قائم و ثابت رہتے ہوئے جان دے دینا شکست نہیں عظیم الشان کامیابی ہے۔
 وہ لوگ جو واقعہ کر بلا کو اقتدار کی جنگ قرار دیتے ہیں وہ حقائق سے ناواقف کے
 سبب ایسا کہتے ہیں۔ کتاب کے مندرجات میں امام عالی مقام کے بارے میں کئے جانے
 والے تقریباً ایسے ہر اعتراض کا مدلل و سکت جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب آبا جان قبلہ علیہ الرحمۃ کی بے نظیر علمی تحقیق کا حاصل ہے۔ انہیں کہا
 بات کا سخت قلق رہتا تھا کہ لوگ خانوادہ رسول کے مقدس و مظہر افراد کے خلاف
 زبان و قلم دراز کرتے ہیں۔ وہ زبان و قلم کے آدمی تھے، زبان و قلم سے انہوں نے خوب جہاد
 کیا اور ناہمی، خارجی یزیدی ٹولے کے لیے پلنے کی راہیں مسدود کر دیں۔ ان کی یہ
 خدمت بارگاہِ حسینی میں مقبول ہوئی اور اس کی بشارت بھی انہیں ملی۔ جن دنوں
 یہ کتاب تکمیل کے مراحل میں تھی کوئی چودہ پندرہ برس پہلے کی بات ہے آبا جان نے
 یہ خواب لاکھوں کے اجتماع میں سنایا۔ ان دنوں میرے چھوٹے بھائی محمد سبحانی
 عیسیٰ تھے انہیں خرے کا عارضہ تھا، آبا جان نے خواب دیکھا کہ میرا بھائی محمد سبحانی
 انہیں ان کے کمرے میں جگانے آیا اور کہا کہ فرزند رسول سیدنا امام زین العابدین رضی
 اللہ عنہ تشریف لائے ہیں۔ آبا جان فرماتے ہیں میں نے محمد سبحانی سے کہا کہ تم انہیں
 نہایت تکریم سے کمرے میں بٹھاؤ میں وضو کر کے آتا ہوں۔ فرماتے ہیں میں وضو کر کے
 کمرے میں گیا تو محمد سبحانی نے کہا وہ فرما گئے کہ ہمیں جلدی ہے پھر آئیں گے۔ اپنے

اباجان کو ہمارا سلام کہنا۔ حضرت امام کا ہمارے گھر تشریف لانا اور اباجان کو سلام فرمانا
یقیناً اس خدمت کی قبولیت کی سند ہے۔ (الحمد لله على احسانه)

اس کتاب کے تین اڈیشن شائع ہو چکے گزشتہ پانچ چھ برس سے یہ بالکل نایاب
تھی۔ اس دوران اس کی نئی کتابت کے ساتھ ساتھ کچھ نئے پیدا ہونے والے اعتراضات کے
جوابات کا اضافہ بھی شامل کر دیا گیا۔ خطاطی کے لیے محترم صوفی خورشید عالم خورشید رقم مخمور سیدی
سے رابطہ کیا گیا جو سب خطاط تاج الدین زریں رسم کی بیٹھک کا تباں اندون لوہاری دروازہ لاہور
کو آباد کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ضعف بصر کا عذر ظاہر کیا اور اپنے فرزند اور شاگرد امداد احمد
سے متعارف کروایا۔ ابھی ایک چوتھائی کتابت کی تکمیل ہوئی تھی کہ اباجان کا بلاوا آ گیا۔ میرے
لیے تو دنیا ویران ہو گئی، سب کچھ بکھر گیا۔ اجاب اصرار کرتے رہے اور مجھے پروف ریڈنگ کی
مہلت بھی نہ ملی۔ اس کتاب کے غیب میں اس موضوع پر دوسرے اجاب نے اس کتاب کے
مندہجات کو اپنے طور پر پیش کیا تاہم اباجان قبلہ کی تحریر کی مقبولیت اور ان کی شخصیت کا
اعتبار و اعتماد بہر حال مسلم ہے الحمد للہ۔ اب مزید اضافوں کے ساتھ ترمیم و آرائش
کی عمدگی لیے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا سرورق پہلے اڈیشن کی طباعت
کے موقع پر خطاط اسلام الحاج حافظ محمد یوسف سیدی نے لکھا تھا جو اپنی مثال آپ
ہے۔ اب وہ ہمارے درمیان جسمانی طور پر نہ ہے۔ (رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلَا خَوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَنَا بِالْإِيمَانِ ۝)

موجودہ اڈیشن کا اندرونی سرورق ابن مقلہ ایوارڈ یافتہ خطاط محترم صوفی
خورشید عالم خورشید رقم مخمور سیدی کے قلم خوش رقم کا نتیجہ ہے۔

میری دعا ہے کہ رب مصطفیٰ اجل و علا اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسليم
کے صدقے اس کتاب کو یزیدی اندھیروں میں حسینی اجالا بنا کر ہر طرح مفید و نافع
بنائے اور میرے اباجان کی یہ خدمت قبول ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں خازنہ

رسالت کے مجتہدوں میں اعلیٰ مقام سے سرفراز رکھے۔

کوکبِ نورانی زا احمد شفیع

۲۱۹۸۶

گز جمع رواً فضل است نزد تو مرید

ہم خارجیاں ایشہ از لطنِ پدید

ایمان من است ^{رضی اللہ عنہم} حُبِّ آلِ اصْحَابِ

لعنت بہ سریر زید و اتباع زید

سید غلام نعیم الدین نعیم گولڑوی

کتبہ: عرشید رقم

پاسر خاطر: کوکبِ نورانی اودکارڈوی

اہل علم کیلئے عظیم علمی پیشکش



آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

۲ جلدیں

خصوصیات

۱۔ زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل

۲۔ متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ

۳۔ مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ

۴۔ ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب
فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

صاحبان ذوق و محبت اور ارباب فکر و نظر

مردہ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء الامت
ضیاء الامت

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیرؒ کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری، علامہ محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

ضیاء القرآن پبلیکیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

خطبہ پاکستان حضرت محمد شفیع اوکاوی کی تصانیف

ذکر جمیل

نغمہ حبیب

انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

ذکر حسین (دو حصے)

درس توحید

مسلمان خاتون

راہِ عقیدت

برکاتِ میلاد

اخلاق و اعمال شریفین

راہِ حق

ثوابِ عبادات

مقالات اوکاوی

نماز مترجم

مسئلہ سیاخضاب

میلادِ شفیع

امامِ پاک اور نیرِ پلید

مسئلہ طلاقِ ثلاثہ

جہاد و قتال

شاکر بلا

انوارِ رسالت (مقاتل)

جھگڑے کا خاتمہ

سَفینۃ نوح (دو حصے)

تعارفِ علمائے یونہد

نجوم الہیت

ضیاءِ قرآن پبلی کیشنز کراچی

اردو بازار لاہور